حضرت

صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

مولانا نور احمد خان فریدی

پاکستان زکریا اکیڈمی ملتان

الا اِنَّ اولیاءَ اللّٰہِ لا خوفٌ علیہم ولا ہُم یحزنون

تذکرہ

شیخ الاسلام والمسلمین، امام الاولیاء، عمدۃ الاصفیاء، سلطان السالکین

حضرت

صدرالدین عارف

جلد دوم

از

مولانا نور احمد خان فریدی

ناشر:
پاکستان زکریا اکیڈمی رائٹرز کالونی ملتان

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

تذکرہ

شیخ الاسلام والمسلمین، امام الاولیاء، عمدۃ الاصفیاء، سلطان السالکین

حضرت

صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

از

مولانا نور احمد خان فریدی

ناشر

پاکستان زکریا اکیڈمی

قصرالادب۔ رائٹرز کالونی ملتان

فہرس

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	۴
شیخ محمد صدر الدین خامسؒ	۵
خاندان پیر علی قتالؒ	۵
پیر محمد حسینؒ	۹
کرولی	۹
پیر شاہ کرم اللہ المعروف شاہ مٹھہ	۱۱
شاہ شہر اللہؒ	۱۳
پیر شاہ جمالؒ	۱۳
حافظ رکن الدینؒ	۱۵
شاخ پھاگلہ (علاقہ سوہرن)	۱۶
پیرانِ اوچھالا	۱۸
شیخ محمد قریشیؒ	۲۴
پیر محمد غوث شاہ	۲۶
پیر انور حسین شاہ مع صاحبزادگان	۲۹
پیر فتح شاہؒ	۳۲
پیر اللہ نورؒ	۳۶
پیر غلام محمد شاہؒ	۳۶
پیر قائم دین شاہؒ	۳۷
شاہ جمال کی بقیہ اولاد	۳۸
پیر ابن شاہؒ	۴۱
پیر دھمن شاہؒ	۴۴

عنوان	صفحہ
مشائخ کھنوال شریف	۴۸
پیر عالم شاہؒ	۴۹
پیر محمد حسینؒ کا ایک اور خاندان	۵۱
مخدوم لعل عیسنؒ	۵۸
شیخ کبیر سہروردیؒ	۶۴
شیخ شہر اللہؒ	۶۷
شیخ محمد قائم شاہؒ	۶۸
شیخ کبیر ثانیؒ	۷۰
شیخ شمس الدین محبوب خداؒ	۷۴
اورنگ زیبؒ ملتان میں	۷۵
شہزادہ معظم شاہؒ	۷۷
نواب محمد سعید قریشیؒ	۷۸
مخدوم شیخ قائم دینؒ	۸۲
شیخ ضیاء الدین محمد ثانیؒ	۸۴
مخدوم شیخ وجیہہ الدینؒ	۸۶
شیخ ضیاء الدین محمد ثالث	۸۸
سید میر عالم سہروردیؒ	۸۸
شیخ غلام رکن الدین قریشیؒ	۹۰
مخدوم محمد زمان قریشیؒ	۹۵
مخدوم شیخ بہاء الدین قریشیؒ	۹۶
نواب محمد باقر خانؒ	۹۸

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حاجی شیخ محمدؒ	۱۰۰	نواب صادق حسین صاحب قریشی	۱۶۳
مخدوم مہراجی کا وصیت نامہ	۱۰۴	شیخ منظور حسین صاحب قریشی	۱۶۴
مخدوم آخر بہاء الدینؒ	۱۰۸	شیخ فضل حسین صاحب قریشی	۱۶۶
شیخ فتح محمد شاہؒ	۱۰۹	شیخ فدا حسین صاحب قریشی	۱۶۶
مخدوم شاہ سراج الدینؒ	۱۱۳	شیخ ریاض حسین صاحب قریشی	۱۹۰
مخدوم قائم الدین قلندرؒ	۱۱۴	ڈاکٹر الطاف حسین صاحب قریشی	″
مخدوم امام بخشؒ	۱۲۰	شیخ شمس الدین لاہوری	۱۶۷
خاندان قریش غوث پور	۱۲۴	جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے	″
پیر ظہور حسین شاہ قریشیؒ	۱۲۵	پیر محمود شاہ صاحب قریشی	۱۶۸
خاندان مخدوم صدر الدینؒ	۱۲۷	شیخ شمس الدین محمدؒ	۱۷۰
قادر پور راں کی کبیرانی شاخ	۱۲۷	خاندان قریش ڈیرہ اسمٰعیل خان	۱۷۲
مخدوم شاہ محمود قریشیؒ	۱۳۰	اولاد مولانا رکن الدینؒ	۱۷۴
مخدوم شیخ بہاول بخشؒ	۱۳۵	اولاد شیخ قطب الدینؒ	۱۷۶
مخدوم شیخ حسن بخش قریشیؒ	۱۳۶	اولاد شیخ عطاء اللہؒ	۱۸۱
نواب مخدوم مرید حسین صاحب قریشیؒ	۱۳۸	خاندان شیخ جلال پور پیر والا	۱۸۲
مخدوم محمد سجاد حسین صاحب قریشی	۱۵۲	قاضی جمال محمدؒ	۱۸۳
شیخ احمد کبیر صاحب قریشیؒ	۱۵۶	قاضی عاقل محمدؒ	۱۸۶
پیر خورشید احمد صاحب قریشیؒ	۱۵۷	مولانا محمد احسنؒ	۱۸۸
خاندان شیخ پیر شاہ قریشیؒ	۱۵۸	شیخ علاؤ الدین محمد	۱۹۱
نواب شیخ ریاض حسین شاہ صاحب قریشی	۱۵۹	ٹھٹھہ کے سہروردی مشائخ	۱۹۴
نواب عاشق حسین صاحب قریشی	۱۶۱	شاہ جلال توپ بندؒ	۱۹۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین۔ امابعد یہ کتاب حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ اور ان کی اولاد امجاد کے حالات و تعلیمات کی آخری قسط ہے۔ جسے تذکرہ شیخ الاسلام صدر الدین عارف جلد دوم سے موسوم کر کے طبع کرایا جا رہا ہے۔ اگرچہ خاکسار نے حضرتؒ کے حالات فراہم کرنے کے لیئے کراچی سے اسلام آباد اور کوئٹہ سے لاہور تک کئی دورے کیئے تھے۔ اور جہاں کہیں اس خانوادے سے متعلق کوئی مسوّدہ ملا اسے حاصل کر لیا تھا۔ بایں ہمہ تجسّس بسیار کے باوجود مخدوم صدر الدین خامس کی اولاد کا پتہ نہ چل سکا۔ اب پیر عابد حسین قریشی کے تعاون سے اس محترم خانوادے کا تذکرہ مدوّن کر لیا گیا ہے۔ اور زیر طبع کتاب میں اسے سب سے پہلے جگہ دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد مخدوم بہاء الدین رحؒ کے بڑے فرزند مخدوم لعل عیسنؒ اور پھر ان کے برادر خورد شیخ کبیر علیہ الرحمتہ اور ان کی اولاد امجاد کے حالات پیش کیئے جائیں گے۔ اگر قارئین حضرات تذکرہ صدر الدین عارفؒ جلد اوّل کو سامنے رکھ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے۔ تو تسلسل ہی کہیں کٹاؤ محسوس نہ ہوگا۔ خاکسار مخدوم سجّاد حسین قریشی صاحب سجادہ، پیر خورشید احمد قریشی اور پیر عابد حسین سکنہ چھمبی گجراں ضلع جہلم کا ممنون ہے کہ انہوں نے اپنے آباء کرام کے حالات طبع کرانے کی غرض سے مالی اعانت فرمائی۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔

خاکسار
نور احمد خان فریدی

المرقوم ۷/ صفر ۱۴۰۴ھ
۱۴/ نومبر ۱۹۸۳ء

خانقاہ معلّٰی حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریّا قدس سرّہٗ

تقریب

از الحاج پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے الازہر، جج سپریم کورٹ پاکستان پرنسپل دار العلوم محمدیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا ——

مشائخ سہروردیہ کی چوتھی جلد اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ یہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی آخری اور چوتھی جلد ہے۔ آج سے ۳۲ برس قبل نواب مخدوم مرید حسین قریشی مرحوم و مغفور سجادہ نشین آستانہ عالیہ غوثیہ ملتان کے ارشاد فیض بنیاد کی تعمیل میں مولانا نور احمد خان صاحب فریدی نے مشائخ سہروردیہ پر جو قلم اٹھایا تھا، اس آخری کتاب کی طباعت سے اس کی تکمیل ہو گئی ہے۔ پہلی جلد میں حضرت شیخ الاسلام کے آباء و اجداد اور ان کا تفصیلی ذکر ہے۔ دوسری جلد میں ان کے فرزند اکبر شیخ الاسلام صدر الدین عارف اور اُن کی اولاد امجاد کے اکبر اعظم کے عہد تک کے حالات درج ہیں۔ تیسری جلد حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالم علیہ الرحمۃ اور ان کے خلفاء کرام کے حالات و تعلیمات پر مشتمل ہے۔ یہ عارفانہ تذکرہ ۳۶۷ صفحات پر محیط ہے بحضرت قطب الاقطابؒ کے مریدوں میں حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت، مخدوم حمید الدین حاکم۔ سید جمال الدین بخاری اور حضرت قطب عالم گجراتی قدس اللہ اسرارہم کا بڑا مقام ہے۔ جن کے خلفاء نے کشمیر سے لنکا اور جاپان سے مصر اور شام تک توحید کے چراغ روشن کیے۔ ان قدسی نفوس کا خالق اور مخلوق سے جو تعلق خاطر تھا وہ حضرت شاہ رکن عالم علیہ الرحمۃ کی سیرت سے بخوبی اُجاگر ہوتا ہے۔ آپ نے سلاطین کی تربیت کے لیئے ملتان سے دہلی تک کے اس دور میں سفر کیے۔ جب کہ آمد و رفت کے وسائل نہایت

مخدوش تھے اور بارہ کوس کی منزلوں سے چار سو میل کا فاصلہ ایک مہینہ سے زیادہ مدّت میں طے ہوتا تھا۔ علاؤ الدین خلجی اور قطب الدین مبارک شاہ جیسے قہرمان تاجدار تمام امکانی کوششوں کے باوجود ان کی زبان سے اپنے حق میں ایک جملہ نہ کہلوا سکے۔ آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا۔ کہ جب آپ نے ۹۰ برس کی عمر میں قابض الارواح کو جان سپرد کی۔ تو وہ مغرب کا وقت تھا۔ اور یہ نماز آپ نے باجماعت ادا کی۔ بزرگانِ خدا سے تعلّقِ خاطر کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ محمد تغلق نے ملتان میں قتلِ عام کا حکم دیا۔ تو آپ اعتکاف میں تھے۔ مگر اطلاع پا کر تیر کی طرح حجرے سے نکلے اور ننگے پاؤں، ننگے سر شہنشاہ کے دربار میں پہنچ کر قتلِ عام موقوف کرایا۔

زیرِ نظر کتاب میں مولانا نے پہلے شمالی پنجاب یعنی جہلم اور سرگودھا اضلاع کے مشائخ اور اُن کی ذرّیاتِ طاہرہ کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر حضرت مخدوم لعل عیسٰی علیہ الرحمتہ سے عہدِ حاضر تک کے مشائخ اور اُن کی اولاد امجاد کے حالات پر خانوادۂ سہروردیہ کے روحانی اور نسبی رشتوں کو تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اس وقت مولانا $\frac{75}{76}$ کے پیٹے میں ضعیفی اور بیماری کے ثمرات سے دوچار ہیں۔ آج سے ۳۰ برس قبل جب مولانا نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا تھا۔ تو اس وقت حضرت کے حالات پر صرف "انوارِ غوثیہ" نام سے ایک مختصر سی کتاب دستیاب تھی۔ جو حضرت مخدوم مُرید حسین صاحب کے والد ماجد حضرت مخدوم حسن بخش صاحب قریشی نوّر اللہ مرقدہٗ کی تصنیف تھی۔ اس میں صرف حضرت شیخ الاسلام اور ان کے معاصر اولیاء اللہ کا اجمالی تذکرہ تھا۔ مولانا فریدی کی ہمّت کی داد دینا پڑتی ہے۔ کہ اس پیرِ مرد نے اس عالم میں بھی قلم کو ہاتھ سے نہ رکھا۔ جبکہ یہ پتّہ اور بایاں گردہ کٹوانے کے بعد لا یموت فیہا ولا یحییٰ کی صورتِ حال سے دوچار تھے۔ اور ہسپتال کا عملہ انہیں لکھنا پڑھنا اپنی جگہ رہا۔ بولنے کی بھی اجازت دینے کو تیار نہ تھا۔ اور جب ہمیں مولانا کے استفاد کا علم ہوتا ہے۔ تو حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ اس حالت میں جبکہ رہ رہ کر پتّہ کا درد انہیں ماہی

بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ یہ ماخذات کے حصول کے لیئے لاریوں میں ٹھٹھہ اور میرپور خاص کا دورہ کرتے پھرتے تھے۔ پنجاب اور سندھ نیز بلوچستان کے کونے کونے میں پہنچ کر انہوں نے زیر تدوین مسوّدات کو تکمیل تک پہنچایا۔ چوتھی جلد کے قارئین جب اس میں مشائخ کچھ کے حالات پڑھیں گے۔ تو وہ یقیناً حیران ہوں گے۔ کہ مولانا نے تڑاپہ۔ لکھپت۔ جکھو۔ داپور۔ جانا۔ گوہر خورد وکلاں، لہرا، کوڑائی، وگھان، جیجوڑہ۔ کھارا۔ گوتر۔ ولیدپری۔ بھاگار۔ تہ بندر۔ تعلقہ لکھرالہ۔ ویہہ راجن شاہ اور بابیل شریف کے مشائخ کے حالات کیونکر فراہم کیئے۔ المختصر مشائخ سہروردیہ پر مشتمل یہ چاروں جلدیں سہروردی مشائخ کی ایک انسائیکلو پیڈیا (دائرۃ المعارف) ہے۔ جس میں اس سلسلۂ عالیہ کے تمام مشائخ کا ذکر دل نشین انداز میں کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام اور ان کی اولاد امجاد کا ایک ایسا جامع تذکرہ آج تک کسی زبان میں طبع نہیں ہوا۔ بلاشبہ مولانا فریدی نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو فردِ واحد کے بس کا نہیں۔ بلکہ ایک ادارہ کے کرنے کا تھا۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جیسا شخص بھی مولانا فریدی کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے صوفیائے کرام کی سیر میں مرتب کرنا غیر صوفی کا کام نہیں۔ ایک تصوّف نا آشنا مشائخ کرام کے حالات او مقامات کو جب کبھی اپنی عبارت میں ادا کرے گا۔ تو مفہوم اور معنیٰ کے کچھ نہ کچھ پہلو ضرور تشنہ رہ جائیں گے۔ مولانا فریدی صاحب نہ صرف صوفی ہیں بلکہ چشت اہلِ بہشت کے اس خدایاد بزرگ سے نسبت رکھتے ہیں۔ جن کا نام سنتے ہی صاحب دل درویشوں پر کیف و وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ہمارا یقین ہے۔ کہ مریدنے اپنے شیخ کے سوز و گداز اور جذب واثر سے بہرہ وافر پایا ہے۔ اور خداوند کریم نے تصوّف کے اسرار و رموز کو سمجھنے کے لیئے ان کے سینے کو کھول دیا ہے۔ جس سے یہ خدا کے پیاروں کے حالات کچھ ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ کہ قارئین ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ ان تصنیفات میں مولانا کی یہ تمام صلاحیتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔ ان تصانیف کے متن اور حواشی میں جگہ جگہ ماخذ اور ان کے اقتباسات ملتے ہیں۔ کہیں کہیں

دوسرے تذکروں کے بیانات پر جرح و محاکمہ بھی ملتا ہے جس سے صحتِ روایت اور بیان کی متانت کا پورے طور پر اندازہ ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک مولانا فریدی کی نثر کا وہی مقام ہے جو "انیس کی نظم کا ہے۔ آپ سہلِ ممتنع لکھتے ہیں اور انہیں روزمرّہ پر پوری قدرت حاصل ہے۔ یہ ۳۰ سال سے اپنا خونِ جگر، دماغی قوتیں اور ادبی صلاحیتیں تاریخ و تصوّف کی قلمی خدمت میں صرف کر رہے ہیں۔ اور ان کا قلم آبِ حیات کے قطرات سے تشنگانِ علم و مذہب کی پیاس بجھانے میں مصروف ہے۔ اور انہوں نے زندگی کا بیشتر حصّہ علم و عرفان، تحقیق و تدقیق اور اردو ادب کی خدمت میں صرف کیا ہے۔ جب تک یہ زبان زندہ ہے۔ ان کا نام نامی بھی اس کے عظیم محسنوں کی فہرست میں ہمیشہ ممتاز رہے گا۔"

علّامہ عبدالرشید طالوت مرحوم کی رائے ملاحظہ ہو:۔

"فریدی صاحب نے مشائخ سہروردیہ کا تذکرہ لکھ کر ملّتِ اسلامیہ پر بالعموم اور اہلِ پاکستان پر بالخصوص بڑا احسان کیا ہے۔ یہ سیرت مردہ دلوں میں ایک نئی روح پھونکتی ہے، زندگی کا نیا ولولہ پیدا کرتی ہے۔ اور قارئین کرام کو اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دیتی ہے۔"

حضرت شیخ الاسلام کے عقیدت مند جب ان تصانیف سے مستفید ہوں گے۔ تو ان کی گردنیں مولانا فریدی صاحب کے احسان سے جھکی ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس فرید العصر ادیب، محقق اور بالغ نظر صوفی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جس کی کاوشوں نے ہزاروں مردہ دلوں میں زندگی کی نئی روح دوڑا دی ہے اور ان کے لیے بادیۂ ضلالت سے نکلنے اور رشد و ہدایت کے چشمۂ حیواں تک پہنچنے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا قَبُولاً حَسَنًا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ عِلْمِہٖ وَحَیَاتِہٖ

۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء

محمد کرم شاہ

تذکرہ شیخ محمد صدر الدین بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ

مخدوم شیخ شہر اللہ کے تیسرے صاحبزادے شیخ محمد صدر الدین خامسؒ تھے ان کی اولاد میں بھی ہزاروں قطب اور ابدال ہوئے ہیں۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ حضرت شیخ شہر اللہ کے ایک صاحبزادے شیخ اسمٰعیل سندھ کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔[1] اور ان کے فرزندوں نے کچھ اور جام نگر تک توحید کے چراغ روشن کیے۔ ان کے علی الرغم حضرت مخدوم صدر الدین خامسؒ کی اولاد کرام نے پنجاب، سرحد اور کشمیر کی طرف رُخ کیا۔ چنانچہ میانوالی۔ سرگودھا۔ جہلم لاہور اور گوجرانوالہ میں ان کے بیشمار خانوادے آباد ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ حضرت شیخ پیر علی قتالؒ۔ شیخ شمس الدین لاہوری اور شیخ ابوبکر۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

خاکسار اُن کا الگ الگ اجمالاً ذکر کرے گا۔

خاندانِ پیر علی قتال رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے خاندانی ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت پیر علی قتال کوٹ کروڑ (مظفر گڑھ) میں آباد تھے۔ جب یہ جوان ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار نے تمام فرزندوں کو فرمایا۔ کہ اپنے لیئے رزقِ حلال، اور برکت تلاش کرو۔ جس پر پیر علی قتالؒ والد بزرگوار سے مرخص ہو کر رات دن سفر کرتے دہلی پہنچے۔ اور ایک تندور کے قریب ڈیرہ ڈال دیا۔ تندور کا مالک انہیں درویش سمجھ کر دونوں وقت کا کھانا دے دیتا تھا۔ ایک دن اس بھٹیارے

[1] ملاحظہ ہو، جلد اوّل ص ۳۲۹

نے آپ سے کہا۔ کہ گدھا جنگل میں لے جاؤ۔ اور تندور کے لیئے لکڑیاں کاٹ لاؤ۔!

پیر صاحب گدھے کو لے کر جنگل میں پہنچے۔ اور اسے درخت سے باندھ کر عود اوراد و اذکار میں مصروف ہو گئے۔ جب عبادت سے فارغ ہوئے اور گدھے کی جانب آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ شیر اسے اپنا نوالہ بنا چکا ہے۔ آپ کو دیکھ کر شیر واپس جانے لگا۔ تو آپ نے لپک کر اسے کان سے پکڑ لیا۔ کہ گدھے کو تم چٹ کر گئے ہو۔ میں لکڑیاں کس پر لاد کر لے جاؤں۔! رسیّ اس کے گلے میں ڈالی اور لکڑیاں لاد کر شہر کو روانہ ہوئے۔ جب لوگوں نے دیکھا۔ کہ ایک بزرگ شیر پر لکڑیاں لادے آرہے ہیں۔ تو ایک شور مچ گیا۔ تمام لوگ شیر اور فقیر کو دیکھنے کے لیئے جمع ہو گئے۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے آپ کو دربار میں طلب کر کے بڑے احترام کے ساتھ پہلو میں جگہ دی۔ اور ستر کوس اراضی کا پروانہ آپ کو نذر کیا۔ جب آپ نے واپس گھر پہنچ کر والد محترم کی خدمت میں پروانہ پیش کیا۔ تو ایک بھائی نے یہ کہہ کر آگ میں ڈال دیا۔ کہ اگر تمہاری اولاد کو اتنی اراضی مل گئی تو تم کسی کو وہاں سے گذرنے بھی نہ دو گے۔ یہاں سے آپ خوشاب کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں اب ٹبہ قائم دین ہے۔ یہاں ایک کمہار کے ہاں قیام فرمایا۔ ایک درویش کا وہاں سے گذر ہوا۔ تو آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر رک گیا۔ آپ سے عرض گذار ہوا۔ کہ اپنی فقیری کا کوئی کرشمہ دکھائیں۔ کمہار نے برتن بنانے کے لیے مٹی گوندھ رکھی تھی۔ آپ نے نظر کی تو وہ جل گئی۔ یہ جگہ مقامی زبان میں چکڑ ساڑ مشہور ہے۔ اور جو قوم یہاں آباد ہے۔ وہ بھی چکڑ ساڑ کہلاتی

ہے۔!

پیر علی قتالؒ نے بقیہ زندگی یہیں بسر کی۔آپ فصیح البیان خطیب، متبحر عالم اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ یہاں اور اس کے ملحقات میں آپ نے وعظ و نصیحت کے ذریعے ہزاروں کافروں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔جب مریدوں اور عقیدت مندوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔تو اخراجاتِ لنگر کے لیئے آپ نے غیر آباد زمینیں آباد کرائیں۔جو اب تک آپ کی اولاد کی ملکیت میں بطور قبضہ چلی آتی ہیں۔اور دوسری اقوام بحیثیت مزارعان کاشت کرتی ہیں۔اس گاؤں کے حقوقِ ملکییّت کے علاوہ ذیلداری، نمبرداری بھی وراثۃً اسی خاندان کے پاس ہے۔پیر چمن شاہ صاحب اپنے بزرگوں کی یادگار اور خانوادۂ عالیہ غوثیہ کے رکن رکین ہیں۔ملک وال جنکشن کے قریب ایک موضع چک نوبہار کے نام سے ملتا ہے۔یہ آپ کے فرزند جگر بند پیر نوبہار شاہ کا آباد کیا ہوا ہے۔حضرت پیر علی قتالؒ کو بعدِ وفات دریا کے کنارے دفن کیا گیا۔کچھ عرصہ بعد دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے مزار شریف کو نقصان پہنچنے لگا۔آپ کی اولاد نے جسدِ اطہر کو وہاں سے نکال کر تھوڑے فاصلے پر دفن کیا۔لیکن حضرت نے کرولی کے ایک قریشی صاحب کو خواب میں فرمایا۔کہ یہ جگہ بھی دریا کی زد میں ہے۔میری میّت کو نکال کر میلسی میاں نور میں دفن کرو۔چنانچہ آپ کا مقبرہ اب اس گاؤں کے قریب واقع ہے۔مگر افسوس کہ کسی قریشی بزرگ کو اپنے جدِّ امجد کے مقبرہ کی مرمّت کا خیال نہیں آیا۔مقبرے میں صرف آپ کا مزار ہے۔ساتھ ہی کنواں اور مسجد بھی ہے۔لیکن یہ دونوں عمارتیں غور و پرداخت سے محروم ہیں۔

شجرہ نسب اولادِ امجاد

شیخ محمد صدر الدین خامس علیہ الرحمۃ

- حضرت شیخ پیر علی قتالؒ (ساکن پیل پیراں)
  - شیخ محمد شاہؒ ×
  - مخدوم الملک حضرت خواجہ پیر نوری شاہ علیہ الر(حمۃ) (پیل غازی)
    - پیر محمد حسین شاہؒ سکنہ کرولی پیراں
      - پیر شاہ کرم اللہؒ معروف پیر میٹھا (کرولی پیراں)
        - شیخ فتح محمد شاہ داماد جنجوعان موضع نلوٹ
          - شیخ بڈھا شاہؒ سکنہ دوابہ
            - غلام صدر الدین
              - غلام شہاب الدین
              - غلام بہاء الدین
          - شیخ محمدؒ لاولد
          - شیخ اللہ دادؒ المعروف الہ دین
            - شیخ سہاون شاہ (باقی صفحہ ۱۲ پر)
        - شیخ علی محمد شاہؒ المعروف پیر علی قتالؒ (باقی ص ۱۲)
      - پیر شاہ شہر اللہؒ
        - پیر شاہ جمال سکنہ وٹلی پیراں
          - پیر رکن الدین
            - پیر محمد پناہؒ
              - غلام رسول شاہ
              - ادہا شاہ
              - اعظم شاہ
              - پیر مبارک شاہ
              - پیر یوسف شاہ سکنہ کوٹ گکھڑاں المعروف پیر...
            - پیر محمد غوثؒ
            - پیر نور محمدؒ
            - پیر محمد اشرفؒ
            - پیر علی اکبرؒ
          - پیر کبیر محمد
          - پیر شیخ محمد
          - پیر محمد حفیظ
          - پیر عبدالرسول
          - پیر محمد فاروق
      - پیر فتح محمدؒ (لاولد)
    - پیر ابن شاہؒ (ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۴۱)
    - پیر عالم شاہؒ ضلع ہزارہ (ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۴۹ پر)
- حضرت شیخ ابا بکرؒ دیلوان — حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم — ساکن سلطان پور لودیان
- شیخ شمس الدین لاہوری (ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۶۷)

پیر محمد حسینؒ شاہ

پیر علی قتالؒ کے دو صاحبزادے تھے۔ پیر محمد شاہؒ یہ لاولد فوت ہوئے۔ دوسرے مخدوم الملک پیر خواجہ نوری شاہؒ۔ یہ اپنے زمانے کے شیخ الکل تھے۔ ان کی شادی خانہ آبادی حضرت شیخ شمس الدین محبوب حقانی کی معصومہ بی بی سیّدہ بانوؒ سے ہوئی تھی۔ اور اس پاکدامنہ کے بطنِ عفت سے تین صاحبزادے پیر محمد حسین پیر ابن شاہ پیر عالم شاہ اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ بی بی فاطمہ شیخ الاسلام بہاء الدین ولد شیخ شہر اللہؒ کے حبالۂ نکاح میں آئی۔ دوسری بی بی صفیہؒ۔ پیر پیر فتح شاہ سکنہ بھیرہ سے بیاہی گئی۔ خواجہ نوریؒ نے جہیز دیتے وقت مریدوں سے فرمایا۔ کہ " کدام مرید در داج بی بی صفیہؒ بافتد۔؟ " وہاں راجہ درویش محمد خان صاحب موجود تھے۔ انہوں نے دست بستہ عرض کی " انشاء اللہ تعالیٰ مایان در داج مے افیتم۔ " چنانچہ حضرت نے درویش خان کے ساتھ بارہ شہر مریدوں کے جہیز میں دیئے۔ پیر فتح شاہ بھیرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اولاد نرینہ میں پیر محمد حسین صاحب زیادہ مشہور ہیں۔

کرولی

کرولی کا گاؤں کوہستان نمک پر واقع ہے۔ جس کے ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ جب حضرت پیر محمد حسین شاہ صاحب یہاں تشریف لائے۔ تو اس جگہ پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پیر صاحب نے اپنے ایک ملازم کو پانی لانے کے فرمایا۔

اس نے عرض کی۔ " حضرت! یہاں پانی کہاں۔؟ "

آپ نے عصا لے کر ایک پتھر پر ضرب لگائی۔ چوٹ کا لگنا تھا۔ کہ پانی کا چشمہ

بھاری ہو گیا۔ آپ نے وضو کیا اور کلّی کی۔
چونکہ اس علاقے کی زبان میں کلی کو کرولی کہتے ہیں۔ بنا بریں اس مقام کا نام کرولی پڑ گیا۔ یعنی اس جگہ حضرت پیر محمد حسین صاحب نے کرولی کی تھی یہاں پیر صاحب نے اپنے اہل و عیال کو طلب کر کے آباد کیا۔ اور بقیہ ایّام یادِ الٰہی میں بسر کر کے یہیں فوت ہو کر دفن ہوئے۔
پیر محمد حسین شاہ صاحب کی شادی راجہ بہادر خاں جنجوعہ سکنہ بلوٹ کی صاحبزادی بی بی خانزادی سے ہوئی تھی۔ آپ کے آٹھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک بی بی رکھی جو میاں شاہ بیگ کے حبالۂ نکاح میں آئی۔ اور دوسری بی بی بھاوندی جو عین شاہ سکنہ بھیرہ کو مرحمت ہوئی۔ آپ کے تمام صاحبزادے یکجا گذر اوقات کر رہے تھے۔ اُن کے پاس ہی بطرف شمال ایک میل کے فاصلے پر ایک شہر تھا۔ جسے چاروں طرف سے پہاڑ نے احاطہ میں لے رکھا تھا۔ اس میں جانے کا ایک ہی راستہ تھا۔ اس کا حاکم مل نام ایک راجہ تھا۔ جو بڑا مغرور اور سرکش انسان تھا۔ اس نے پیر صاحبان کو تنگ کر رکھا تھا۔ کچھ عرصہ تک تو انہوں نے صبر کیا۔ زاں بعد تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق راجہ سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک بھائی نے ان سے اتفاق نہ کیا۔ اور کہا۔ کہ راجہ سے مقابلہ کرنا ہم درویشوں کا کام نہیں۔ وہ کھر رعیس کا موجودہ نام خیر پور ہے۔ چلے گئے۔ اور مستقل طور پر اس جگہ سکونت پذیر ہو گئے۔ یہاں پانی بالکل نایاب تھا۔ انہوں نے جاتے ہی حکم دیا۔ کہ گاؤں کے مشرق میں ایک زبردست چٹان ہے اسے اکھیڑ کر کنواں کھود و۔ میں اپنے حِصّے کا پانی کرولی سے اس جگہ لے آیا

ہوں۔ چنانچہ جب چٹان ہٹا کر کنواں کھودا گیا۔ تو چشمہ پھوٹ پڑا۔ یہ چشمہ اب تک موجود ہے۔ اور سارے گاؤں کو مکتفی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ چند ایک دوسرے مقامات پر کنوئیں کھودے گئے۔ مگر پانی بر آمد نہ ہوا۔

کرولی کے پیروں نے مل کر راجہ مل کا مقابلہ کیا۔ بڑے معرکے کا رن پڑا۔ جس میں راجہ کو شکست ہوئی۔ وہ کشمیر کی طرف بھاگ نکلا اور اس کی تمام جائیداد پیرانِ کرولی کے ہاتھ آگئی۔

کرولی داخل ہونے کے چار راستے ہیں۔ مگر ہر راستہ میں ایک فقیر کی قبر ہے۔ جس کے باعث یہ گاؤں وبائی امراض سے محفوظ چلا آتا ہے۔

پیر شاہ کرم اللہ المعروف شاہ میٹھا رحمتہ اللہ علیہ

پیر محمد حسینؒ کی اولاد میں شاہ کرم اللہ المعروف پیر میٹھا اور شاہ شہر اللہ زیادہ مشہور ہیں۔ شاہ کرم اللہ کی اولاد اب تک کرولی پیراں میں آباد ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ پیر فتح محمد شاہ اور پیر علی محمد شاہ ان دونوں نے کوہستان نمک کے گردو پیش کی آبادی میں اصلاحِ احوال اور روحانیت کی ترویج و اشاعت کا کام بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔ اور علم و عرفان کی وہ شمع جو حضرت پیر محمد حسین شاہ صاحب روشن کر گئے تھے۔ اُسے برابر ضوفشاں رکھا۔ شیخ علی محمد شاہ لاولد تھے۔ شیخ فتح محمد شاہ کے دو فرزند تولد ہوتے۔ ایک کو پیار سے شیخ بڈھا کہتے تھے　رہی ان کا نام پڑ گیا۔ دوسرے شیخ الہ داد تھے۔ جن کے صاحبزادے شیخ بھاون شاہ صاحب تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

شیخ بڈھا کو واہب العطایا نے تین فرزند ارجمند عطا فرمائے تھے۔ یعنی غلام صدرالدین، غلام شہاب الدین اور غلام بہاء الدین، مؤخر الذکر کا ایک صاحبزادہ متولّد ہوا۔ جس کا نام جد امجد کے نام نامی پر غلام زکریا رکھا گیا۔ چونکہ شیخ شہاب الدین سہروردیہ سلسلہ کے شیخ الکل اور حضرت زکریا ملتانی کے پیر طریقت تھے۔ بہاء الدین، بھاون شاہ اور بہاء الحق یہ تمام صاحب روضہ کے نام ہیں۔ شیخ صدرالدین ان کے فرزند اور شاہ رکن عالمؒ ان کے پیارے پوتے تھے۔ اس لیئے اکثر قریشی اپنی اولاد کے نام ان بزرگوں کے نام پر رکھتے ہیں۔ جس سے ان کی اپنے آباء کرام سے محبّت ظاہر ہوتی ہے۔ مریدوں میں بھی یہ نام ملتے ہیں بخاری سادات خواہ وہ اوچ کے ہیں یا گجرات کے۔ ان کے نسب نامہ میں بھی یہ اسمائے گرامی مہر و ماہ کی طرح چمکتے دمکتے نظر آتے ہیں

بقایا شجرہ نسب اولاد شیخ محمد صدرالدینؒ صفحہ نمبر ۸

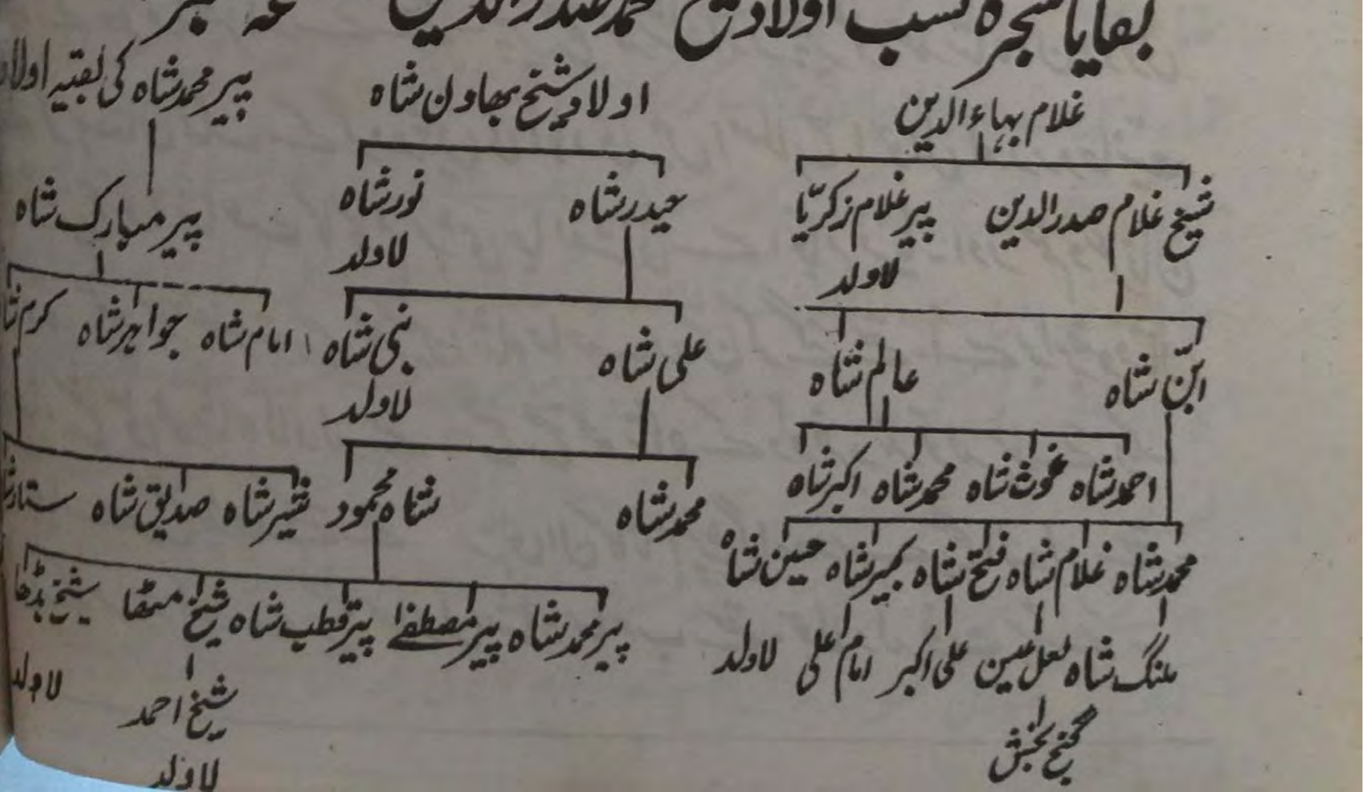

شاہ شہر اللہ رحمتہ اللہ علیہ

یہ بزرگوار حضرت مخدوم پیر محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے دوسرے صاحبزادے تھے یہ بھی کرولی میں رہ کر خلقِ خدا میں اصلاح احوال کا کام کرتے رہے۔ آپ کا اکثر وقت حضرت قبلہ گاہ کے آستان پر گذرتا تھا۔ لنگر خانے کا انتظام آپ سے متعلق تھا۔ ہر وقت زائرین اور مریدین کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن جو جس وقت آتا۔ اسے مطبخ غوثیہ سے کھانا مل جاتا تھا۔ اسی طرح دارالاقامہ میں چارپائیوں اور بستروں کا خاطر خواہ انتظام تھا اور مستعد اور ہوشیار خدام مہمانوں کے قیام وطعام کے انتظام پر مقرر رہتے۔ مخدوم پیر شاہ کرم اللہؒ طالبانِ صادق کی روحانی پیاس بجھانے اور انہیں سبیل الرشاد پر گامزن کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ انہیں کبھی مہمانوں کے قیام وطعام کی فکر نہ ہوئی۔ حضرت شاہ شہر اللہ دل بیار و دست بکار کے مصداق بظاہر تو مہمانوں کی خبر گیری اور مطبخ کے انتظام میں ہمہ تن محو دکھائی دیتے تھے۔ مگر دل ان کا یادِ الٰہی میں مشغول اور زبان ذکر میں مصروف رہتی تھی۔ کم بولتے اور زیادہ سنتے تھے۔ خداوند کریم نے آپ کو ایک صاحبزادہ مرحمت فرمایا تھا۔ مگر بقول کسے کہ شیرنی ایک جنتی ہے۔ اور شیر جنتی ہے۔ وہ نورالعین بھی ظاہر باطن جمال تھا اور شاہ جمال کے نام سے ہی موسوم ہوا۔

پیر شاہ جمالؒ

شاہ جمالؒ مادرزاد ولی تھے اور یومِ ولادت سے ہی ان سے عجیب و

غریب حالات رونما ہونے لگے۔ حضرت شاہ شہر اللہ نے ان کی تعلیم و تربیت پر بڑے فاضل اساتذہ مقرر کیئے تھے۔ ان کی کوشش اور حضرت شاہ جمال کی ذہانت کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ آپ نے بہت جلد علومِ متداولہ پر عبور حاصل کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے عمِ محترم حضرت مخدوم شاہ کرم اللہؒ سے بیعت کر کے روحانیت کے مدارج طے کرنے شروع کیئے۔ اور تھوڑے سے عرصے میں آپ نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا۔ جو دوسرے سالہا سال کی ریاضتوں کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ والد ماجد کے انتقال پر خدا معلوم اُس وقت کے حالات کیا تھے۔ تذکرہ نگار ارادتمندوں کا اصرار و تقاضا بیان کرتا ہے۔ لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ آپ کے چچازاد بھائیوں سے آپ کا روزافزوں بڑھتا ہوا وقار برداشت نہ ہو سکا۔ اور یہی وجہ ترکِ سکونت کا سبب بنی۔ جب مریدوں نے فضا میں سمیّت محسوس کی ہو گی۔ تو انہوں نے حضرت کو اپنے ہاں تشریف لے جانے کے لیئے عرض کیا ہو گا۔ بہر حال آپ نے ارادتمندوں کی دعوتِ قبول کر لی۔ اور کرولی سے ہجرت کر کے کوہ نمکسار کی بلند چوٹی پر تشریف لے گئے۔ یہاں بھی پانی کی کمی تھی۔ آپ کی دُعا سے خداوند قدیر نے ایک بڑی چٹان کے نیچے سے چشمہ جاری کر دیا۔ جو آبشار کی طرح نیچے گرتا ہے۔ پاس ہی ایک ٹُنڈ مُنڈ درخت کھڑا تھا۔ آپ نے اُس کے تنے پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ جس سے وہ ہرا بھرا ہو گیا۔ شاید کسی نے ایسے ہی قدسی نفوس کی بابت کہا ہے ؎

زغارتِ چمنت بر بہار منت ہاست
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

سی درخت کے قریب ہی ایک گہری اور طویل غار منہ کھولے پڑی تھی۔ آپ نے اُسے عبادت کے لیئے پسند کیا۔ اور کئی سال یادِ الٰہی میں بسر کر دیئے۔ یہ غار آج کل کابل قندہار کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت کی تاریخ وفات کا علم نہیں۔ روضہ اطہر سڑک کے کنارے زیارت گاہ خلائق ہے۔ یہاں سے دریائے جہلم کا نظارہ نہایت دلفریب دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے ارادتمندوں کا حلقہ راولپنڈی، جہلم، گجرات کے علاوہ ہزارہ، جموں، کشمیر، پونچھ۔ بھدرواہ، اور میرپور تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی اولاد وسیع اراضیات کی مالک ہے۔ اور سب صاحب اولاد ہیں ۔ ہم ہر ایک کا الگ الگ ذکر کریں گے۔

حافظ پیر رکن الدینؒ

یہ اپنے والد بزرگوار کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اور سخاوت و مروّت میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ ان کی اولاد میں پیر زمان شاہ صاحب زیادہ مشہور ہیں۔ یہ بزرگ اوائل حال میں ریلوے کے ٹھیکیدار تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر آپ نے ٹھیکیداری چھوڑ دی اور خوشاب پہنچ کر ایک درویش کی مزار گوہر بار پر دھرنا مار کر بیٹھ گیئے۔ یہاں سے برکات و فیوض حاصل کر کے کردلی آئے۔ اور باقی عمر خلقِ اللہ کو راہِ ہدایت دکھانے میں بسر کر دی۔ آپ کی وفات کب ہوئی۔ اس کا کچھ علم نہیں۔ قبر شریف بالکل سادہ ہے مگر اس سے خاص عظمت و شوکت ٹپکتی ہے۔ آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ ایک لڑکی تھی۔ وہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئی۔

دوسرے بزرگ پیر رکن عالم شاہؒ ہیں۔ یہ پیر لعل شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ نے اوائل عمر ہی میں اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ یہاں تک کہ عنفوانِ شباب میں آپ نے سلوک کی تمام منزلیں طے کر لی تھیں۔ پہلے پولیس میں ملازم ہوئے۔ جب راز فاش ہو گیا۔ تو آپ سرحد کی طرف چلے گئے۔ وہیں بیعت ہوئے اور بقیہ لیل و نہار مرشد کی خدمت میں بسر کرنے کے بعد وہیں دفن ہوئے۔ ہر سال وسیع پیمانے پر آپ کا عرس ہوتا ہے۔

اس خاندان کے کئی قبائل پونچھ (کشمیر) میں ہجرت کر گئے تھے۔ ان کا ذکر مولوی محمد دین صاحب فوقؔ نے اپنی کتاب "تاریخ اقوام پونچھ" کی دوسری جلد میں کیا ہے۔ اگرچہ اکثر قبائل ۱۹۴۷ء کے فسادات میں پنجاب واپس آ گئے ہیں۔ تاہم فوقؔ صاحب کا یہ معلوماتی نوٹ اس قابل ہے کہ اسے اختصار کے ساتھ ناظرین کرام کے سامنے رکھا جائے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زکریا ملتانی قدس سرّہٗ کی اولاد کہاں کہاں پھیلی اور اس نے فرمانروایانِ وقت اور عوام کے سامنے کیا کردار پیش کیا۔

شاخ پھاگلہ علاقہ سوہرن

اس شاخ کے مورث اعلیٰ حضرت حافظ پیر چنن دین شاہ صاحب ہیں۔ راجہ موتی سنگھ آپ کا بڑا معتقد تھا اس نے موضع سلوتری لنگر خانہ کے لئے نذر کیا۔ اور موضع پھاگلہ حضرت نے بطور اجارہ کے حاصل کیا۔ آپ نے غیر آباد رقبہ کو آباد کرنے کے لیے پنجاب اور راجوری سے آدمی بلائے۔ جن کی اولاد اس وقت تک ان رقبوں پر قابض ہے۔ آپ بڑے شکیل

لہ شجرہ صفحہ نمبر ۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اور خوبصورت تھے۔ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کا آپ کو بڑا شوق تھا۔ اس وجہ سے آپ کا اصطبل شاہی اصطبل معلوم ہوتا تھا۔ آپ کے دولتکدہ پر لنگر خانہ قائم تھا۔ جہاں غرباء اور مسافروں کو دونوں وقت کھانا ملتا تھا۔ آخر عمر میں آپ اپنے وطن ڈھوڈک پیراں ضلع جہلم میں چلے گئے۔ اور وہیں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ اور آپ کے بھائی منگایا شاہ دونوں کے مقبرے ڈھوڈک پیراں میں واقع ہیں۔ اور مرجع خلائق ہیں۔

آپ کے تین فرزند تھے۔ پیر ولایت شاہ، پیر ہدایت شاہ اور پیر سید شاہ مؤخر الذکر عین عالم شباب میں بمقام پھاگلہ وفات پا گئے۔ خاندان غوثیہؒ کے یہ پہلے بزرگ تھے۔ جنہوں نے پھاگلہ کی آغوش میں استراحت کرنا پسند فرمایا۔ ان کے بعد کم و بیش پچیس دیگر افرادِ غوثیہ یہاں دفن ہوئے۔

آپ کی وفات کے بعد ابر و باراں کے طوفان سے دریا میں اس قدر طغیانی آئی کہ آپ کے مکانات اور اراضیات دریا بُرد ہوگئیں اور معافیات کے جو احکام سرکار سے ملے ہوئے تھے۔ وہ بھی تلف ہو گئے۔ جس پر جو اراضی بخش ہوئی تھی وہ ضبط ہو گئی۔ مگر گاؤں اجارہ داری میں رہ گیا۔

پیر ولایت شاہ کے اکلوتے صاحبزادے پیر گلاب شاہ بھی با اثر بزرگ تھے۔ ان کے فرزند پیر فضل شاہ کشمیر میں نمبردار، معافی دار، درباری کرسی نشین، اسیسر، پنچائت کے سرپنچ اور کواپریٹو سوسائٹی کے ڈائریکٹر تھے ۱۹۴۷ء کے انقلاب آبادی میں اپنی برادری کے افراد کے ساتھ جہلم میں ہجرت کر آئے۔ اور دھرگی میں فوت ہوئے۔ انہیں حدیث، فقہ، اور علم الانساب میں کافی مہارت تھی۔

پیر فضل شاہ مرحوم نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے۔ پیر خورشید حسین شاہ صاحب بی۔اے، پیر عنائیت شاہ اور پیر ولایت شاہ چھوڑے ہیں۔ جو اچھے باپ کے اچھے بیٹے ہیں۔

پیرانِ اوچھالا وگاہنی

اس شاخ کے بزرگ پیر موج دین شاہ صاحب تھے۔ ان کے دو فرزند تھے۔ پیر بھاون شاہ جنہوں نے سب سے پہلے موضع گاہنی میں سکونت اختیار کی۔ دوسرے پیر رکن دین شاہ۔ جن کے پوتے پیر علی شیر رحمتہ اللہ علیہ نے ریاست جموں اور کشمیر میں تبلیغ اسلام کا بڑا کام کیا۔

پیر بھاون شاہ صاحب بھی اپنے دَور کے فصیحُ البیان خطیب اور باا ثر واعظ تھے۔ انہوں نے جموں وکشمیر میں قریہ بہ قریہ گھوم کر تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ کشمیر میں ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ اسلام آباد میں گئے تو لوگوں نے بتایا کہ اس جگہ ایک شیر نے اودھم مچا رکھا ہے۔ لوگ ڈر کے مارے دن کو بھی گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ آپ نے دُعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ ہم نے شیر کو اس علاقے سے نکال دیا ہے۔ جاؤ اطمینان سے کام کرو۔ چنانچہ اس دن کے بعد کسی کو وہ شیر نظر نہ آیا۔

پیر بھاون شاہ صاحب کے پوتے پیر مہتاب شاہ اردو و فارسی کے بہترین ادیب تھے۔ ان کے کتب خانے میں مطبوعہ اور قلمی کتب کا قابل قدر ذخیرہ جمع تھا۔ وہ اپنے پیچھے تین فرزند پیر منظہر حسین، پیر نور حسین اور پیر غلام غوث صاحب چھوڑ گئے تھے۔ جو ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں چکوال ہجرت کر آئے۔ پیر رکن الدین کی صرف پیر منور شاہ صاحب

واعد یادگار ہیں۔ یہ بھی کشمیر میں وسیع اراضی کے مالک تھے۔ گذشتہ فسادات میں سب کچھ چھوڑ کر پاکستان چلے آئے۔ گوجرخان اور وٹلی پیراں میں آپ کی خاصی جائیداد ہے ——— !

حافظ پیر رکن الدینؒ نے خود بھی کشمیر میں تبلیغ اسلام کا کام بڑے پیمانے پر کیا تھا۔ نیز ان کے خانوادے سے پیر نور محمد شاہ، پیر شرف شاہ، پیر فتح دین شاہ پیر چین دین شاہ، پیر منگایا شاہ، پیر ولایت شاہ، پیر عالم شاہ، پیر بھاول شاہ اور پیر علی شیر نے اپنی زندگیاں اس مقصدِ عظیم کے لیئے صرف کر دیں۔ اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ جنوبی کشمیر میں اب بھی اکثریت سہروردی صوفیاء کی ہے۔ ان کے علاوہ ڈنہ شاہ ستار میں حضرت شاہ ستارؒ موضع سیلان میں پیر باقر شاہؒ موضع ہرلی چوہان میں پیر مصر شہید، درہ سانگلہ میں مولانا کریم شاہ، کوہ گرجن میں پیر رتن شاہ اور علاقہ سدھن میں پیر جموں شہید کے نام سے جو مجاہدین محوِ خواب ہیں۔ یہ بھی سہروردی سلسلہ کی تعلیم کے مطابق اشاعتِ اسلام کا بڑا کام کر چکے ہیں۔

پیر جموں شہیدؒ کا اصل نام شیخ جمال الدین ہے۔ اور ان کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کب شہید ہوئے۔ ؟ اور کس نے شہید کیا۔ ؟ تاریخ اس بارے میں قطعاً خاموش ہے البتہ یہ روایت سننے میں آتی ہے کہ شہر جموںؒ آپ کے ہی نام پر مشہور ہوا ہے۔ [1]

---

[1] :- پیر جموں شہیدؒ کا نسب نامہ درج ذیل ہے :- شیخ جمال الدین المعروف شیخ جموںؒ بن شیخ قطب الدینؒ بن شیخ عطاء اللہ بن شیخ نعمت اللہ بن شیخ قطب الدین بن شیخ شہاب الدین انور بن شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

عین ممکن ہے۔ کہ آپ پہلے شہید ہوئے ہوں۔ بعد میں آپ کی قبر شریف کے قریب آبادی معرض وجود میں آئی ہو۔ اور امتدادِ زمانہ سے پھیل کر ایک بڑا شہر بن گئی ہو۔

حافظ پیر رکن الدین کے دوسرے صاحبزادے پیر محمد پناہ صاحب تھے۔ آپ کی اکثر اولاد موضع تھے میں آباد ہے۔ پیر مبارک شاہ نے سوہاوہ کے نزدیک کوٹ گگھڑ میں جاکر سکونت اختیار کی تھی۔ ان کی اولاد میں پیر شیر شاہ، صدیق شاہ اور ستار شاہ قابل ذکر ہیں۔ پیر یوسف شاہ کی اولاد میں قطب شاہ، جمال شاہ اور فتح شاہ۔

تیسرے صاحبزادے "پیر محمد اشرف شاہ" کی اولاد میں "پیر عبداللہ شاہ" بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ یہ بزرگ بجائے خود صاحب سلسلہ تھے۔ ان کے فرزند جگر بند پیر نور شاہ نے کلر وکٹل میں تبلیغ اسلام کی بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ آپ معتبر عالم تھے۔ اور آپ کا حلقۂ ارادت بڑا وسیع تھا۔ اس موضع میں آپ کی کافی اراضی تھی۔ افسوس ہے۔ کہ آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی[1]۔ اس لیئے تمام جائیداد ان کے بھتیجوں پیر محمد اشرف شاہ، پیر محمد غوث اور پیر انور شاہ صاحبان کو منتقل ہو گئی۔ اور اب وہی اس موضع میں آباد ہیں۔

پیر محمد اشرف شاہ علیہ الرحمتہ کے دوسرے صاحبزادے پیر علی قتال ثانی تھے۔ ان کی اولاد پنڈ دادنخاں میں آباد ہے۔ جن میں سے پیر حسین شاہ صاحب توسر ابد میں جاکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے فرزندوں میں پیر زمان شاہ اور پیر غلام شاہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ باقی صاحبزادے پنڈ دادنخاں میں رہے۔ جن میں جعفر شاہ اور ان کے فرزندانِ عالی مقام پیر انور شاہ، پیر منور شاہ اور پیر صنوبر شاہ اپنے خاندان کے لیئے باعث فخر اور عامتہ المسلمین کے ملجاو ماوی خیال کیئے جاتے ہیں۔

[1] ان کی اولاد اب موضع ڈھنگوال نزد ڈھڈیال رحیم جالب حسین آباد ہے۔

پیر رکن الدین علیہ الرحمتہ کے چوتھے صاحبزادے پیر محمد غوثؒ تھے۔ ان کے تین فرزند جگر بند صاحب اولاد ہوئے۔ پیر محمد زمانؒ کی اولاد میں پیر جلال شاہؒ اور پیر نادر شاہؒ اپنے زمانے کے با اثر بزرگ تھے۔ ان کی پاکیزہ زندگی خلقِ خدا کو صراط المستقیم پر گامزن کرنے میں بسر ہوئی۔ پیر گل بادشاہؒ نے نڑول میں تشریف لے جا کر وسیع رقبہ اراضی حاصل کیا۔ پیر حسن شاہؒ اور پیر قطب شاہؒ کی اولاد تا حال نڑول میں آباد ہے۔

پیر گلاب شاہؒ کے دونوں صاحبزادے پیر بہادر شاہؒ اور پیر زمان شاہؒ موضع سندری میں آباد ہیں۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ منڈی۔ رام پور۔ بھدرواہ۔ کشتواڑ اور کشمیر تک پھیلا ہوا ہے۔ پیر زمان شاہؒ کو فیاض ازل نے چار چاند بخشے ہیں۔ جو درحقیقت ان کی شہرت کے چار ستون ہیں۔

پیر علی اکبر بن حافظ پیر رکن الدین کے صرف دو فرزند صاحب اولاد ہوئے۔ ایک حافظ سلطان محمود، ان کی اولاد میں پیر شریف شاہ بڑے بزرگ گذرے ہیں اور دھڑگی میں محوِ خواب ہیں۔ دوسرے پیر قادر بخش تھے جو سہروردی سلسلے میں حضرت پیر سید میر عالم علیہ الرحمتہ کے مُرید ہوتے۔ اور ان کے ارشاد فیض بنیاد کی تعمیل میں آپ نے مشائخ سہروردرحمہم اللہ کے حالات منظوم کیے۔ آپ کے کلام سے عقیدت اور ارادت ٹپکتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی تدوین میں پیر صاحب نے خاصی محنت سے کام لیا ہے۔

"گل بہار" کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے حالات و کرامات پر مشتمل ہے اور اسے مُصنّف نے ۱۱۸۴ھ میں ختم کیا ہے۔

دوسرا حصہ مشائخ سہروردرضوان اللہ علیہم کے حالات وکرامات پر محیط ہے۔ اور اسے مصنف نے ۱۸ ذی قعدہ ۱۲۱۸ھ یعنی پہلے حصے کے ۲۴ سال بعد مکمل کیا ہے۔ اس کتاب کے کل اشعار ۱۷۰۵ ہیں۔

پیر قادر بخشؒ کا سال وفات معلوم نہیں ہوسکا۔ البتہ "گل بہار" کے آخری قلمی مندرجات سے اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ ان کا انتقال ۷ ماہ جمادی الآخر بروز یک شنبہ موضع پنجانی میں ہوا تھا۔ اور وٹلی میں دفن ہوئے تھے۔

پیر صاحب کے تین صاحبزادے تھے۔ مگر ایک پشت بعد سب کا نسبی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رہے نام اللہ کا۔

دیوانِ فریدؒ

جلد اوّل و دوم (محکمہ تعلیم سے منظور شدہ)

مترجم و شارح:۔ مولانا نور احمد خان فریدی

حضرت خواجہ غلام فریدعلیہ الرحمتہ کا کلام اتنا سحر انگیز ہے کہ انسان تو اپنی جگہ رہے شام کے دھندلکے میں جب شتربان خواجہ صاحبؒ کی کافیوں کو اپنی مخصوص لے میں گنگناتے ہیں۔۔۔ تو تھکے ہارے اونٹ بھی مست ہو کر لمبے لمبے ڈگ بھرنے لگتے ہیں مولانا نے کلام فریدؒ کے ترجمہ و تشریح کے علاوہ صاحب دیوان کا تذکرہ اتنے دلکش انداز میں کیا ہے کہ بار بار پڑھنے کے باوجود طبیعت سیر نہیں ہوتی۔

دو جلدوں میں صفحات ۱۴۵۰۔ اعلیٰ ایڈیشن آفسٹ پیپر مجلد رنگین سنہری پرنٹنگ۔ تین سو روپے۔ عام ایڈیشن کاغذ نیوز پرنٹ اڑھائی سو روپے۔ محصول ڈاک دس روپے وی پی کے لیے مبلغ ۵۰٪ روپے کی پیشگی ترسیل ضروری ہے ۔۔۔ ملنے کا پتہ: ۔۔۔ قصر الادب۔ رائیٹرز کالونی ملتان

نسب نامہ اولادِ امجاد حافظ پیر رکن الدین قریشی علیہ الرحمتہ (متعلقہ صفحہ ۲۰)

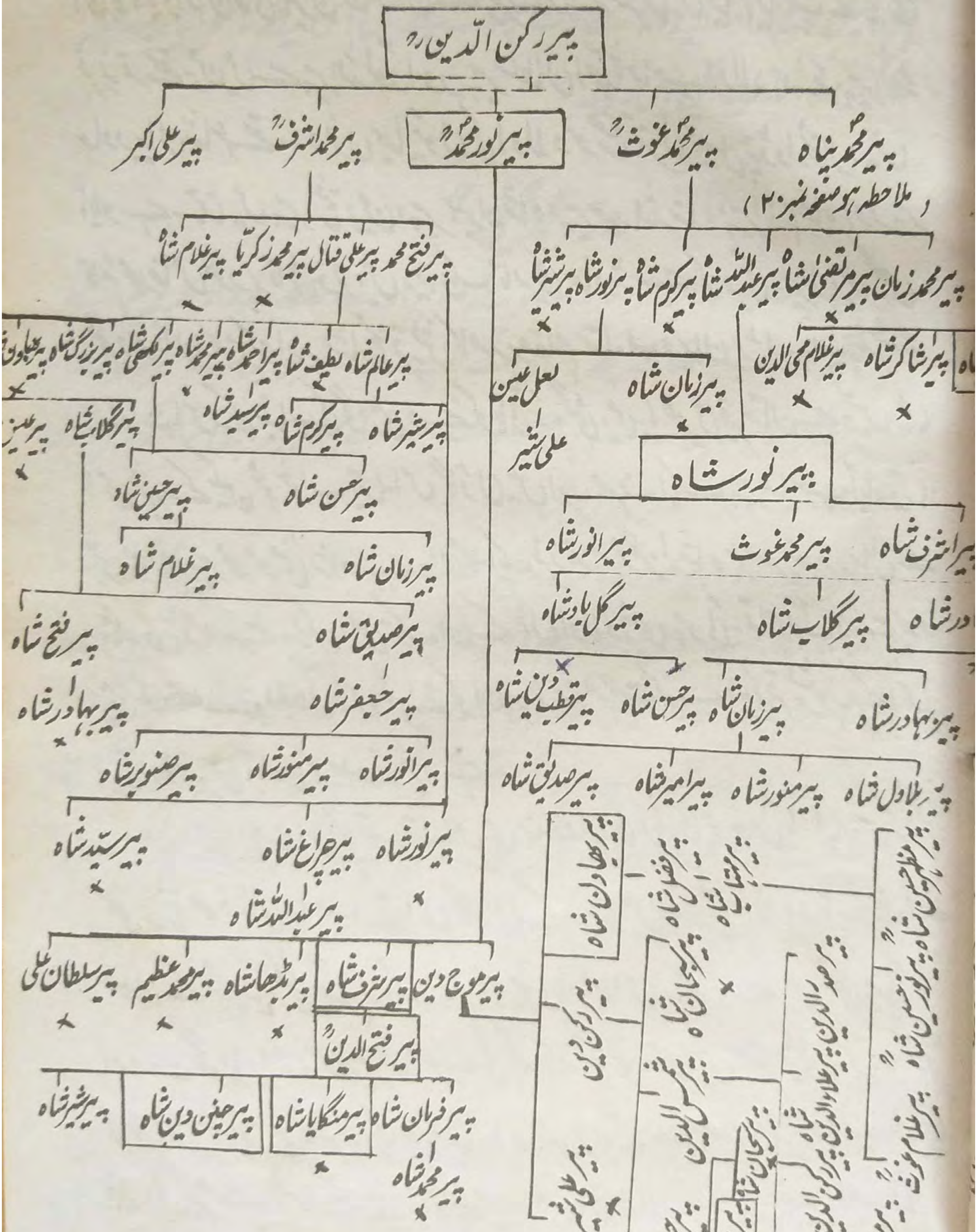

حضرت پیر شیخ محمد قریشی بن شاہ جمالؒ

ان کا آبائی وطن وٹلی پیران تھا۔ وہاں سے ہجرت کر کے تترال میں قیام کیا۔ آپ کے پانچ فرزند تھے۔ جن میں سے پیر اللہ نورؒ اور پیر سلطان احمدؒ صاحب اولاد ہوئے۔ پیر اللہ نور جادو بیان شاعر تھے۔ دونوں بھائیوں کی اولاد موضع تترال تحصیل پنڈدادنخاں میں آباد ہے۔ جن میں پیر فتح دین، پیر جیون شاہ، پیر عبداللہ شاہ، پیر امام شاہ اور پیر قائم محمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ ایک تاریخی حادثہ ہے کہ وٹلی پیران جو کبھی علم و عرفان کا مرکز اور مشائخ قریش کا صدر مقام تھا۔ اب ویران پڑا ہے۔ چند خستہ عمارات اس کے شباب کی گواہی دینے کو باقی رہ گئی ہیں یا طویل قبرستان ہے۔ جس میں اس شہر کے مکین محوِ خواب ہیں۔ اس گاؤں میں اب صرف ایک پیر صاحب آباد ہیں۔ جن کا نام پیر محمد موسیٰ شاہ ہے۔ ان کا ایک فرزند پیر محمد گلزار شاہ عرصہ پندرہ سال سے شادی شدہ ہے۔ لیکن ابھی تک ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ تمام لوگ دست بدعا ہیں کہ خدائے ذوالجلال اس گھرانے کو اولادِ نرینہ مرحمت کرے۔ تاکہ قریشیوں کے اس آبائی گاؤں میں آبادی کا سلسلہ قائم رہے۔

تترال مسلمانوں کا قصبہ تھا۔ اس میں ہندوؤں کی آبادی چوتھائی یا اس سے بھی کم تھی۔ پیر شیخ محمد قریشی صاحب نے اس گاؤں کے وسط میں آکر قیام فرمایا۔ آپ نے اپنے مکان کے قریب کھلی جگہ پر ایک چبوترہ بنوایا۔ اور اس کے کونے میں گھنی بیری کا درخت لگوایا۔ اس میں پیر صاحب کی کچہری لگتی تھی جس میں متلاشیان حق و صداقت کو صراط المستقیم پر گامزن کیا جاتا تھا۔ اس چبوترہ کے سبب حضرت پیر صاحب باوا جی تھلے والے مشہور ہو گئے تھے۔ اگرچہ پیر صاحب کی عارفانہ مجالس کی تفصیل خاندانی

ریکارڈ میں نہیں ہے۔ لیکن ان کا اعتراف پُشت در پُشت اہلِ وسیہہ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ آپ کا مزار بھی اسی قبرستان میں تھا۔ لیکن اب قبور کے نشانات تو موجود ہیں۔ لیکن کتبے امتدادِ زمانہ سے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں اس لیئے ماسوائے چند قبور کے باقی کی شناخت ممکن نہیں رہی۔

پیر محمد جمیل رحؒ

آپ پیر سلطان احمد علیہ الرحمتہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ خداوند کریم نے انہیں کثیر الاولاد بنایا تھا۔ چھ بیٹوں کے باپ تھے۔ مگر ان میں سے صرف دو صاحبزادگان پیر محمد بخش شاہ اور پیر فتح شاہ سے سلسلہ آگے چلا۔ پیر محمد بخش شاہ کے فرزندوں کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:۔

پیر بہادر شاہ۔ پیر محمد غوث شاہ۔ پیر احمد شاہ۔ پیر مہتاب شاہ اور پیر اعظم شاہ۔ پیر مہتاب شاہ سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کا ایک فرزند پیر حیدر شاہ تولّد ہوا۔ ان کا قیام زیادہ تر اپنے ننھیال کے ہاں وعولہ میں رہا۔ اور وہیں وفات پائی۔ پیر صاحب بڑے علم دوست بزرگ تھے۔ آپ کا وقت زیادہ تر کتب بینی میں گزرتا تھا۔ ایک بڑے کتب خانے کے مالک تھے۔ افسوس آپ نے کوئی وارث نہ چھوڑا۔ اور یہ کتب خانہ ان کے ننھیال میں غتر بود ہو گیا۔

پیر اعظم شاہ

آپ مغلوب الحال بزرگ تھے۔ آپ پر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ اپنے اعزا و اقارب کے پختہ مکانات چھوڑ کر قبرستان کے قریب ایک جھگی میں رہنے لگے۔ آپ کے ہاں کتابوں کا

بڑا ذخیرہ تھا۔ جسے آپ اس جھگی میں لے گئے۔ اور اپنا وقت زیادہ تر کتب کے مطالعے اور اوراد و اذکار میں صرف کرتے تھے۔ آپ کے اعزہ و اقارب نے بڑی کوشش کی کہ پیر صاحب واپس اپنے گھر تشریف لے آئیں۔ مگر آپ نے آنے سے انکار کر دیا۔ آپ کا بڑا عرصہ اسی طرح جھگی میں گذرا۔ ایک دن جب کہ آپ جھگی میں موجود نہ تھے۔ آپ کے کسی عزیز نے جھگی کو آگ لگا دی۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں جھگی کتب خانہ سمیت جل کر راکھ ہو گئی۔ جب پیر صاحب واپس آئے تو جھگی کو نہ پا کر بہت روئے دھوئے۔ اور اسی صدمہ سے وفات پا گئے۔ آپ عمر بھر مجرد رہے تھے۔ اس لیے اپنے بعد انہوں نے کوئی وارث نہ چھوڑا۔

پیر محمد بخش شاہ کے دوسرے فرزند پیر احمد شاہ صاحب فوج میں صوبیدار تھے۔ نہایت جری اور اچھی سوجھ بوجھ کے انسان تھے۔ آپ کے احباب کا حلقہ وسیع تھا۔ آپ کو واہب العطایا نے ایک نور العین مرحمت کیا تھا۔ مگر مشیت ایزدی سے ایک ہفتہ زندہ رہ کر ملک عدم کو رخصت ہو گیا۔ پھر آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ جس پر آپ نے اپنے بھتیجوں محمد عنایت شاہ اور محمد شریف شاہ کو بمثل اولاد کے پرورش کیا۔ اور خود ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو انتقال کر گئے۔ آپ بیحد مہمان نواز اور سخی انسان تھے۔ غربا پروری آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اب تک آپ کی یاد لوگوں کے دلوں میں محفوظ ہے۔

پیر بہادر شاہ آپ پیر محمد بخش شاہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ شادی سے قبل عین عالم شباب میں راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

حضرت پیر محمد غوث شاہ علیہ الرحمۃ

پیر محمد بخش شاہ کے فرزندوں میں صرف آپ صاحب اولاد تھے۔ اور زمینداری میں گہری

دلچسپی لیتے تھے۔ شرع شریف کے سختی سے پابند تھے۔ اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ پیرانِ تترال میں آپ انسان دوستی اور خلوص میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ آپ کو فوت ہوئے ۴۲ سال گذر چکے ہیں۔ لیکن آج تک کسی کی زبان سے ان کا شکوہ نہیں سُنا گیا۔ آپ اچھی صحت کے مالک تھے۔ ضعیف العمری کے باوجود وفات کے وقت آپ کی داڑھی سیاہ اور دانت صحیح سالم تھے۔

آپ کی شادی پیر رنگا شاہ صاحب سکنہ تترال کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس عفیفہ سے آپ کے پانچ فرزند اور چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

پیر صنور شاہ۔ پیر منور شاہ۔ پیر محمد عنایت شاہ۔ پیر انور حسین شاہ اور پیر محمد شریف شاہ۔

ان میں سے پیر منور شاہ ۱۵ اپریل ۱۹۲۵ء کو کم سنی میں فوت ہو گئے۔ باقی چاروں بھائی بفضلِ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ صاحبزادیوں میں تین بچپن میں فوت ہوئیں۔ چوتھی صاحبزادی کا عقد پیر فتح محمد شاہ ولد محمد شاہ سکنہ مرزا پور (نزد میاں چنوں) سے ہوا۔ اور تین فرزند ارجمند اور ایک دختر نیک اختر یادگار چھوڑ کر ۴ جون ۱۹۵۴ء کو راہگرائے عالم جاودانی ہوئیں۔

پیر صنور شاہ

آپ پیر محمد غوث شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اس وقت ستر سال کے پیٹے میں ہیں۔ اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ کی طبیعت میں سختی اور جلال کا غلبہ ہے۔ اسی وجہ سے آپ کے بھائی انور حسین شاہ صاحب کو اپنے آبائی گاؤں سے ہجرت کرنا پڑی۔ آپ کا ایک فرزند ظفر محمود شاہ اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ بیٹا اور تین بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ لیفٹیننٹ پیر فضل شاہ صاحب کی دختر نیک اختر ہیں۔ اور بہو آپ کے بھائی پیر محمد عنایت شاہ کی صاحبزادی صاحبہ ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے

آپ کا وقت اچھا گزر رہا ہے۔ آپ زیادہ تر دینی کتب اور اوراد و وظائف میں مصروف رہتے ہیں۔

پیر محمد عنائیت شاہ

آپ پیر محمدؒ غوث شاہ صاحب کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپ کی پہلی شادی پیر جمال شاہ سکنہ مرزا پور کی دختر سے ہوئی تھی۔ جو کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئی۔ آپ نے دوسرا عقد ۱۹۷ء پیر اصغر شاہ صاحب سکنہ وہالی کی دختر نیک اختر سے کیا۔ دونوں ازواج سے آپ کی چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ گذشتہ سال اللہ کریم نے آپ کو فرزند ارجمند عطا کیا۔ جس کا نام آپ نے دادا بزرگوار کے نام پر محمد جمیل رکھا ہے۔ آپ کی مستقل رہائش چک مرزا پور میں ہے۔ جس میں آپ نے شاندار کوٹھی تعمیر کرائی ہے وہیں خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس سال آپ کو عمرہ اور زیارت و اعتکاف مسجد نبوی (صلعم) کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے۔

پیر محمدؐ شریف شاہ

آپ پیر محمد غوث شاہ صاحب کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ مروّجہ تعلیم کے بعد ملازمت اختیار کی۔ اب ریٹائر ہیں اور اپنے آباء کے طریق پر اوراد واذکار میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۷ء سے آپ ذہنی عوارض کا شکار ہیں۔ اللہ نے تین فرزند عطا کیئے تھے۔ دو فوت ہو گئے۔ ایک عبد الرؤف شاہ بعمر ۱۴ سال موجود ہے۔ شافی مطلق آپ کو شفائے کاملہ عطا کرے۔ تاکہ آپ اپنے صاحبزادے کی صحیح تربیت کر سکیں۔

پیر انور حسین شاہ صاحب قریشی

آپ ۱۵-اپریل ۱۹۲۷ء بروز سوموار بمقام تترال پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ بلوغ کے بعد رائل انڈین آرمی میں ملازم ہوئے اور دوسری عالمی جنگ میں برما میں تعینات رہے۔ پاکستان بننے کے تین ماہ بعد پاکستان تشریف لائے۔ فرماتے ہیں۔ کہ برما میں جب پاکستان بننے کی خبر سُنی تو ہم نے بڑی خوشی منائی۔ اور شکرانے کے نوافل ادا کیئے۔ پاکستان آنے کے بعد اسی سروس کو مزید جاری نہ رکھ سکے۔ اور پاکستان پولیس میں ریٹائرمنٹ تک ملازمت کی۔ آپ نے تمام زندگی کمال پرہیز گاری اور خدا خوفی میں گذاری ہے۔ پولیس میں رہنے کے باوجود متشرع شکل صوم صلوٰۃ اور تہجد کے سختی سے پابند رہے۔ اور رزقِ حلال پر گذر اوقات کرتے رہے۔ آپ کہا کرتے ہیں۔ کہ اولاد کو حرام کھلا کر اچھے کام کی توّقع رکھنا عبث ہے۔ ایک دفعہ پولیس کی ملازمت کے دوران کسی سخت ڈیوٹی کے سبب روزہ توڑنا پڑا تو کفارہ کے طور پر ساٹھ روزے رکھے اور اپنی ملازمت بھی جاری رکھی۔ مسلکاً آپ نقشبندی، صابری، چشتی ہیں۔ اولاد کے سلسلے میں کچھ عرصہ آپ متردّد رہے۔ داتا صاحبؒ کے دربار میں مستقل طور پر حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک رات حضرت نے زیارت کرائی۔ اور فرمایا آسمان کی طرف دیکھو۔ آپ نے دیکھا تو پہلی کا چاند نظر آیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد واہب العطایا نے چار فرزند عطا کیئے۔ عابد حسین شاہ۔ ساجد حسین شاہ۔ واجد حسین شاہ اور امجد حسین شاہ۔

پیر عابد حسین قریشی

آپ پیر انور حسین شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم تترال سکول

سے حاصل کی۔ دینی تعلیم کے لیئے آپ کو علاقہ کے مشہور بزرگ باوا غلام محمد صاحب عرف باوا جی سلوئی والے کے درس میں داخل کرایا گیا۔ عابد صاحب نے اس عظیم روحانی شخصیت سے سات سال تک تعلیم پائی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ اور مروّجہ علوم حاصل کرنے کے بعد ملٹری سروس اختیار کی۔ کچھ عرصہ کے بعد سعودی عرب جاکر ریاض میں ملازم ہوئے۔ پانچ سال کے عرصہ میں چار حج، متعدد عمرے اور بار بار روضہ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پیر فضل شاہ صاحب کی دختر نیک اختر سے شادی کی۔ اور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے الازہر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

پیر ساجد حسین شاہ

آپ پیر انور حسین شاہ صاحب کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سلوئی اور لاہور میں پائی۔ اور ایک غیر ملکی انسٹی ٹیوٹ سے ویلڈنگ کا سپیشل کورس کر کے ٹیکنیکل سکول چواسیدن شاہ میں انسٹرکٹر بنے۔ آپ محافل اہلسنّت والجماعت کے سرگرم کارکن اور علاقے کی ممتاز شخصیت ہیں۔

واجد حسین شاہ

آپ نے ابتدائی تعلیم چواسیدن شاہ سے پائی۔ اب ریاض (سعودیہ) میں ملازم ہیں بیحد مخلص اور ملنسار واقع ہوئے ہیں۔

امجد حسین شاہ

حال ہی میں تعلیم سے فارغ ہوئے ہیں۔ اور اب کاروبار میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ پیران تہ ال من جیت المجموع اہلسنت والجماعت ہیں۔ پردے کے پابند ہیں۔ تعلیم کی کمی کے باوجود ان کی مالی حالت متوسط ہے۔

شجرہ نسب حضرت پیر شیخ محمد قریشیؒ المعروف باواجی تھلہ والے

جدِ اعلیٰ پیرانِ تترال آمدہ از ڈلی پیران

- حضرت پیر شیخ محمد قریشیؒ
  - پیر اللہ نور شاہ
  - پیر بہاون شاہ ×
  - پیر محمد شاہ ×
  - پیر سلطان احمد
    - پیر مدت شاہ — لاولد
    - پیر بہاءالدین — لاولد
    - پیر رکن الدین — لاولد
    - پیر محمد جمیل
      - فتح شاہ
      - مدت شاہ — لاولد
      - رکن الدین شاہ — لاولد
      - بہاول بخش — لاولد
      - محمد بخش
        - ۱ پیر بہادر شاہ — لاولد
        - ۲ پیر محمد غوث شاہ
          - پیر شریف شاہ
            - پیر عبدالرؤف
          - پیر انور حسین شاہ
            - ۱ امجد حسین شاہ
            - ۲ الحاج واجد حسین شاہ
            - ۳ ساجد حسین شاہ
            - ۴ الحاج عابد حسین شاہ
          - پیر عنایت شاہ
            - محمد جمیل شاہ
          - پیر منور شاہ — لاولد
          - پیر صنوبر شاہ
            - ظفر محمود شاہ
        - ۳ پیر احمد شاہ — لاولد
        - ۴ پیر اعظم شاہ — لاولد
        - ۵ پیر مہتاب شاہ
          - پیر حیدر شاہ — لاولد
      - صدرالدین شاہ — لاولد
    - پیر صدرالدین — لاولد
  - پیر علی محمد ×

بہاءالدین زکریا لائبریری
بمقام چھمبی تحصیل چوآسیدن شاہ
ضلع چکوال، پاکستان

اَولادِ امجاد پیر فتح شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔ ۱۔ پیر حینن شاہ ۲۔ پیر حسین شاہ ۳۔ پیر مدد شاہ ۴۔ پیر رنگا شاہ ۵۔ پیر جمال شاہ ۶ پیر محمد شاہ۔

ان میں سے صرف تین درج ذیل صاحب اولاد ہیں۔

۱۔ پیر حسین شاہؒ —— وفات ۱۸۸۹ء

آپ مستجیب الدعوات بزرگ تھے۔ تترال کے گرد و پیش آپ کے مریدوں کی آبادیاں تھیں۔ پوری عمر حضرت نے ان کے اصلاحِ احوال میں بسر فرمائی۔ آخری عمر میں چھمبی کے گجر خاندان نیز ڈھوک اور کوٹ راجگان کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے۔ کہ ہمارے ہاں طاعون کی وبا شدت پر ہے۔ تشریف لا کر دعا کریں۔ آپ نے اس علاقے میں ایک کھلی جگہ پر تمام لوگوں کو جمع کر کے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور آسمان کی جانب رُخ کر کے انتہائی خشوع اور خضوع سے عرض کی کہ —— "اے پروردگار! اپنی مخلوق پر رحم فرما اور انہیں وبائی امراض سے نجات دے۔ اگر تیری مشیئت صدقہ چاہتی ہے۔ تو فقیر کی جان حاضر ہے۔" —— چنانچہ اہلِ دیہہ نے وبا سے نجات پائی۔ اور پیر حسین شاہؒ اس مرض میں مبتلا ہو کر وفات پا گئے۔ آپ کا مقبرہ چھمبی گجراں میں زیارت گہ خلائق ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ پیر نادر شاہ اور پیر علی محمد شاہ انڈین آرمی میں ملازم تھے۔ سروس کے دوران دونوں بھائی ہیضہ سے ایران میں فوت

ہو کر وہیں دفن ہوئے۔

لیفٹننٹ پیر فضل شاہ نے بھی ساری زندگی رائل انڈین آرمی میں بسر کی۔ آپ اعلیٰ درجے کے شہسوار تھے۔ انگریز افسروں نے بارہا ان کے سادہ اور گھڑ سواری کے فوٹو کھینچ کر لندن میوزیم کو ارسال کیئے۔ خوبصورت داڑھی اور لمبی زلفوں کے سبب آپ کا چہرہ حسین اور باوقار نظر آتا تھا۔ دو بیٹے پیر محمد شریف شاہ، پیر محمد یوسف شاہ اور چار صاحبزادیاں چھوڑ کر ملکِ بقا کو رخصت ہوئے۔

پیر مدد شاہ رح لاولد فوت ہوئے۔

۲۔۔۔ پیر رنگا شاہ رح

آپ پیر فتح شاہ کے بڑے صحت مند اور طاقت ور صاحبزادے تھے۔ بدن بھاری اور کسرتی تھا۔ آپ نے ورزش کے لیئے جو پتھر رکھا ہوا تھا۔ وہ اتنا بھاری تھا۔ کہ اسے اور کوئی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ پیر رکن الدین شاہ۔ یہ انتہائی پرہیز گار اور متشرع بزرگ تھے۔ آپ کی آواز بلند تھی۔ اس لیئے گاؤں والوں نے مستقل طور پر آپ کو عید نماز دائمی امام منتخب کر رکھا تھا۔ آپ اور آپ کے بھائی پیر قطب الدین دونوں نے ہیضہ سے ایران میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

۳۔۔۔ پیر رنگا شاہ رح کے تیسرے بیٹے پیر صدر الدین شاہ انتہائی متشرع اور سورہ یٰسین کے عامل تھے۔ آپ کے فرزند پیر سکندر شاہ پنجاب پولیس میں ڈی۔ ایس۔ پی تھے۔ ۱۹۶۸ء میں فوت ہوئے۔

آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔ محمد یعقوب شاہ۔ ایوب شاہ۔ محمد یوسف شاہ۔ امان اللہ شاہ ظفر اللہ شاہ سعید اللہ شاہ۔ سب کے سب مشہور سیاسی شخصیات اور کاروباری انسان ہیں۔

۳۔۔۔ پیر محمد شاہ رح

آپ تین بیٹوں کے باپ تھے۔ پیر غلام شاہ، پیر نور محمد شاہ اور پیر فتح محمد شاہ۔ پیر غلام شاہ ۱۰۸ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کو ۱۹۱۴ء کی جنگ میں بہترین خدمات دینے کی بنا پر گورنمنٹ کی طرف سے چک ۲/۸ مرزا پور نزد میاں چنوں میں کچھ اراضی مرحمت ہوئی تھی۔ جس کا کچھ حصہ آپ نے چھوٹے بھائی پیر فتح محمد شاہ کو دے دیا تھا۔ آپ کا ایک فرزند پیر جمال شاہ تھا۔ جو ایک فرزند پیر منور شاہ یادگار چھوڑ کر فوت ہوا۔ منور شاہ کے چار صاحبزادے ہیں۔ پیر خورشید عالم۔ پیر وحید عالم۔ پیر مجید عالم چوتھے کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

۲۔ پیر نور محمد شاہ۔ آپ کا ایک صاحبزادہ پیر منور شاہ تھا۔ باپ بیٹے دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔

۳۔ پیر فتح شاہ۔ آپ اس وقت ۹۲ برس کی عمر میں ہیں۔ آپ کے تین بیٹے اور ایک صاحبزادی ہے۔ جس کا عقد آپ نے پیر نثار شاہ سکنہ تترال سے کیا ہے۔

۱۔ پیر عبد الستار شاہ۔ یہ پیر فتح شاہ کے بڑے فرزند ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ طاہر منصور شاہ۔ طاہر مقصود شاہ۔ عرفان محمود شاہ۔۔۔ تینوں زیر تعلیم ہیں۔ پیر شبیر احمد شاہ۔ آپ کی شادی بیل پیراں میں ہوئی تھی۔ وہیں مقیم ہیں۔ بڑا صاحبزادہ احسان الحق شاہ برسرِ روزگار ہے۔ امان الحق شاہ۔ رحمن الحق شاہ اور عمران الحق شاہ زیر تعلیم ہیں۔

شجرہ نسب پیر فتح شاہ ولد پیر جمیل شاہؒ

بہار شاہ — پیر مدد شاہ — پیر حسین شاہ — پیر حنین شاہ — پیر محمد شاہ — پیر رنگے شاہ

پیر نادر شاہ — پیر علی محمد — پیر فضل شاہ — پیر مدد شاہ — پیر ستار شاہ

پیر نور محمد — پیر فتح محمد شاہ — پیر غلام شاہ

پیر منور شاہ

پیر جہان شاہ

پیر منور شاہ

پیر پہلوان شاہ

پیر شریف شاہ — پیر یوسف شاہ

خالد محمود شاہ — میصل شاہ — سہیل شاہ

گل بہار شاہ — گل انار شاہ — گل حسن شاہ

عبد الستار شاہ — بشیر احمد شاہ — عبد الغفار شاہ

طاہر منصور شاہ — طاہر مقصود شاہ — عرفان محمود شاہ

عمران الحق شاہ — احسان الحق شاہ — امان الحق شاہ — رحمن الحق شاہ

توحید عالم — وحید عالم — خورشید عالم — عابید عالم

قطب الدین شاہ — صدر الدین شاہ — رکن الدین شاہ

سکندر شاہ

یعقوب شاہ — ایوب شاہ — محمد یوسف شاہ — امان اللہ شاہ — ظفر اللہ شاہ — سعید اللہ شاہ

پیر اللہ نور رحمتہ اللہ علیہ

حضرت پیر شیخ محمد قریشی کے دوسرے صاحب اولاد فرزند!

آپ کے حالات نہیں مل سکے۔ شجرہ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ پیر فتح محمد شاہ۔ پیر محمد حسین شاہ۔ پیر محمد حسن شاہ اور غلام محمد شاہ۔ ان میں تین صاحب اولاد ہوئے۔ اور چوتھے پیر فتح محمد لاولد فوت ہوئے۔

۱۔ پیر غلام محمد شاہ

آپ کے تین فرزند تھے۔ پیر فتح دین۔ پیر محمد بخش اور پیر محمد عظیم۔ ان میں سے دونوں اوّل الذکر لاولد فوت ہوئے۔ اور پیر محمد عظیم تترال سے پیر پیراں منتقل ہو گئے آپ کے ایک فرزند فتح دین تھے۔ اور ایک ہی پوتے پیر قادر بخش تھے۔ ان کا تفصیلی ذکر صفحہ ۲۱ پر ہو چکا ہے۔

۲۔ پیر اللہ نور شاہ صاحب کے دوسرے فرزند پیر محمد حسن شاہ پانچ بیٹوں کے باپ تھے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ شیخ محمد۔ احمد شاہ۔ عبداللہ شاہ۔ سیّد شاہ۔ جیون شاہ۔ اوّل الذکر تین بھائی لاولد فوت ہوئے۔ عبداللہ شاہ کے دو بیٹے تھے۔ ہدایت اللہ شاہ۔ حسن شاہ۔ ہدایت اللہ شاہ لاولد فوت ہوا۔ حسن شاہ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ پیر ستار شاہ۔ پیر مصطفےٰ شاہ۔ پیر لعل شاہ۔

پیر ستار شاہ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ پیر مصطفےٰ شاہ کا اکبر شاہ اور پیر لعل شاہ کا کرم شاہ یادگار خاندان ہیں۔

پیر اکبر شاہ کے ۲ دو فرزند ہیں۔ پیر ستار شاہ اور پیر سید امیر شاہ۔

پیر امیر شاہ نقشبندی

پیر امیر شاہ صاحب بفضلہٖ زندہ موجود ہیں آپ ۸ر اپریل ۱۹۳۶ء کی صبح کو پیر محمد اکبر شاہ کے کاشانہ میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد سگنل کور میں حوالدار تھے۔ نیک سیرت اور فرشتہ صورت انسان تھے انگریزی دور میں اُن کا تبادلہ جبل پور (بھارت) سے سیالکوٹ میں ہوگیا۔ اور یہیں ۸ر جولائی ۱۹۴۰ء کو فوت ہو کر اپنے خاندانی قبرستان تترال میں دفن ہوئے۔ اس وقت پیر امیر شاہ ۴ سال کے معصوم بچے تھے ۱۹۵۲ء میں آپ پاک آرمی ٹینک رسالہ نوشہرہ میں بھرتی ہوئے۔ ملازمت کے دوران ان کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ رات کو اللہ اللہ کرتے اور دن کو ڈیوٹی دیتے تھے۔ ایک دفعہ رات کو جب آپ ڈیوٹی پر تھے۔ معمول کے مطابق آپ نے ذکر کیا۔ تو دائیں بائیں کی دیواریں ہلنے لگیں۔ افسران نے یہ صورت حال دیکھی۔ تو انہوں نے آپ کو رخصت کر دیا

پیر قائم دین شاہ

پیر محمد حسین شاہ صاحب کے چار فرزند تھے۔ مگر اولاد صرف پیر قائم دین شاہ اور پیر امام شاہ سے ہوئی۔ پیر قائم دین شاہ کے تین بیٹے تھے۔ پیر صدیق شاہ۔ پیر عالم شاہ اور پیر بھاولن شاہ۔

۱۔ پیر صدیق شاہ۔ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے اور اپنے آبائے کرام کے عادات سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

۲۔ پیر حسن شاہ۔ آپ پیر صدیق شاہ صاحب کے صاحبزادے تھے۔ پولیس افسر ہونے کے باوجود انتہائی نرم دل اور صاف گو انسان تھے۔ گھڑسوار اور نیزہ بازی کے ماہر تھے۔ اور شکار کے بڑے شوقین تھے۔

اولاد :۔ پیر حسن شاہ کے تین صاحبزادے ہیں۔ ان کا مختصر سا تذکرہ درج ذیل ہے

۱۔ پیر محمد زکریا شاہ۔ آپ ڈنڈوت سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہیں۔ ان کے تین بچے ہیں۔ پیر طاہر شاہ۔ پیر تہور شاہ۔ اور پیر تصور حسین شاہ۔ تینوں زیر تعلیم ہیں۔

۲۔ پیر محمد اشرف شاہ۔ آپ پنجاب پولیس میں تھانیدار ہیں اور بڑے ہنس مکھ اور خوش باش انسان ہیں۔ آپ ایک عرصہ تک صدرِ پاکستان یحییٰ خان کے خصوصی محافظ بھی رہے ہیں۔

آپ کے دو فرزندارجمند ہیں۔ ۱۔ پیر محمد شفیق شاہ۔ (۲) پیر رجب شفیق شاہ۔

۳۔ پیر سجاد حسین شاہ۔ آپ پنجاب پولیس کی ہاکی ٹیم کے کھلاڑی ہیں۔ اور عرصہ دراز سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شکار اور گھڑ سواری سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ عبید سجاد شاہ۔ پیر شعیب سجاد شاہ۔ پیر زبیر سجاد شاہ۔ تینوں زیر تعلیم ہیں۔

حضرت شاہ جمالؒ کی بقیہ اولاد

۱۔ پیر شیخ کبیر محمد قریشی ان کے پانچ صاحبزادے تھے۔ لیکن صرف ایک فرزند پیر محمد چراغ سے اولاد چلی۔ باقی چاروں لاولد فوت ہوئے۔ پیر محمد چراغ کے تین فرزند تھے۔ دو بے اولاد فوت ہوئے۔ پیر گل محمد شاہ کی اولاد میں سے پیر مہتاب شاہ اپنے خاندان کے گل سرسبد تھے۔ موضع وعولہ میں سکونت رکھتے تھے اور پورے خاندان کے قائد تھے۔ ۱۲۷۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

۲۔ پیر شیخ محمد قریشی آپ بڑے خدارسیدہ انسان تھے۔ اور آپ کے صاحبزادے پیر اللہ نور جادو بیان شاعر تھے۔ یہ خاندان موضع تترال تحصیل پنڈ دادنخان میں آباد ہے۔ پیر فتح دین۔ پیر جیون شاہ۔ پیر عبداللہ شاہ۔ پیر امام شاہ اور

پیر قائم محمدؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پیر محمد حفیظ قریشی

پیر صاحب کا خاندان وٹی پیران اور گلیانہ میں آباد ہے آپ کی اولاد میں پیر اسمٰعیل نور اور پیر فتح نورؒ کا بڑا مقام ہے۔ ان کی اولاد نے جگہ جگہ توحید کے چراغ روشن کیئے۔ پیر اسمٰعیل کے صاحبزادے پیر بھو شاہ کی ایک کرامت کا ذکر پیر فیروز شاہ نے اپنے اشعار میں اس طرح کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیر صاحب کجراں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے عوام آپ سے ملتجی ہوئے کہ ہم لوگ پانی کے لیئے سخت تنگ ہیں۔ بارگاہ رب العزت سے ہمیں ایک چشمہ لے دیجیئے۔ آپ نے ایک جگہ اپنا عصا مارا۔ اس کی ضرب سے چشمہ جاری ہو گیا۔ نہایت مصفا اور شیریں پیر فیروز شاہ کے دُر بہائے آبدار ملاحظہ ہوں ؎

یک مقام بیل ہست اندر جہان
در مناظر برتر از باغِ جنان

آں بہاول حق کہ او ملتان گزید
پیر "اچھا" سوئے کوہستان رسید

پیر اچھا بود مردِ خوش صفات
شہرۂ افتاد اندر شش جہات

پیر صاحب در کوہستان گامزن
منتفع گشتند صدہا مرد و زن

آں لقائے او جواب ہر سوال!
مشکل از او حل شود بے قیل و قال

او مرید ے کرد مخلوقات را
او منوّر کرد موجودات را

از لقائش کاملے شد ہر کسے!
ہمچو او دیگر نزاد است مادرے

دَر جہان تبلیغ دین را عام کرد!
روشنی افزود تاریکی ببرد

چشمۂ فیض است بہر انس و جان
صاف گویم او امامِ عاشقان

پیر اچھّا در قریۂ کچراں قدم رنجہ فرمود

پیر اچھا چونکہ در کچراں رسید | یک ہجوم مردماں او ہم بدید
عرض می کردند او زاری کناں | دِہ سبیل اللہ مرا آب رواں
معذرت آں مردماں منظور شد | مردِ حق در وادئ کوہ رُوی کرد
درکوہستاں درس الا اللہ داد | تاکہ گشتند ہر مریدے با مراد!
شاہ قادر بخش بود او ہم رکاب | می رسد بر روح او صدہا ثواب
او عصائی خویش را بر خاک زد | از تہِ خاک آب شیریں میرود
از کرامت پیر آں آب صفا | بہر ہر مرضے شدہ آبِ شفا!
من چہ گویم وصف او آبِ رواں | سیر می باشند جملہ تشنگان
آبِ حیواں ہست بہرِ آدمی | روح توانا می کند با تازگی!
می رباید از بدن آزارِ دِل | صحت می یابد از آں بیمارِ دل
از کرامت پیر آں آبِ رواں | در کوہستاں ہست یک روشن نشاں
مکہ شد از آبِ زمزم محترم! | پیل شد از آب کچراں محتشم
زود رَو در آبِ کچراں غوطہ زن! | صاف می گردد از روح و بدن
تا قیامت چشمۂ آبِ رواں | سیر خواہد کرد ہر خورد و کلاں
او نہ تنہا تشنگاں را سیر کرد | بلکہ ہر آزارِ دل را می بُرد
او نہ تنہا قلب را روشن کند! | بلکہ ہر آزارِ جان بر ہم زند

۴۔ پیر عبدالرسول قریشیؒ

آپ کا نسب صرف دو واسطوں تک چلا پھر ختم ہوگیا۔

۵۔ پیر محمد فاروق قریشیؒ

آپ کا صرف ایک فرزند تھا بشیخ

برہان الدین۔ یہ صاحب کمال بزرگ تھے۔ انہوں نے کشمیر میں اشاعت اسلام کا کام نہایت عمدگی سے کیا۔ ان کے دو صاحبزادوں پیر قطب شاہ اور پیر مصطفےٰ شاہ کی اولاد وعولہ میں اور پیر محمد شاہ کا خاندان دیگ واہ تیرہ واہ میں آباد ہے۔ پیر زمان شاہ کشمیری مبلغین میں خاص مقام میں رکھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے پیر حسین شاہ صاحب کا وجود اس علاقے کے لیئے لیسا غنیمت ہے۔

تذکرہ ابوالبرکات پیر اٰبن شاہؒ بن مخدوم الملک پیر خواجہ نوری علیہ الرحمۃ

ابوالبرکات پیر اٰبن شاہ علیہ الرحمتہ ذہانت و فطانت میں یکتائے روزگار تھے آپ کے دِل کی دُنیا میں حقائق و معارف کا دریا ہر وقت موجزن رہتا تھا۔ علوم متداولہ نوک زبان تھے۔ بے پناہ خطیب اور صاحب طرز ادیب تھے۔ لیکن طبع مبارک میں تعصّب کا شائبہ تک نہ تھا۔ فروعی مسائل پر جھگڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہر فرقہ کے علماء کی عزّت کرتے تھے۔ آپ کی تقریر کا موضوع اصلاح احوال اور ضبط نفس تھا۔ ان کا خیال تھا۔ کہ دنیا میں جس قدر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ سب نفس کی بے اعتدالی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ آپ بڑے خوبصورت انسان تھے عالمانہ وضع قطع میں رہتے تھے۔ لیکن لباس بالکل سادہ پہنتے تھے۔ اُمراء کے حق میں دست بدعا رہتے تھے۔ لیکن ان کے اصرار و تقاضا کے باوجود کبھی اُن کے درباروں میں چل کر نہ گئے۔ آپ سات صاحبزادوں کے باپ تھے۔ اور ساتوں علوم متداولہ کے ماہر اور دریائے طریقت کے شناور تھے۔ تصوّف میں ان کا مقام اتنا

بلند تھا۔ کہ بلا مبالغہ "قطب الاقطاب" کہلانے کے حقدار تھے۔ آپ کی بیشتر اولاد بیل میں رہی۔ لیکن چند مجاہدین نے کشمیر کی مشہور تحصیل راجوری کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ یہ شرف خصوصی پر پیر غلام احمد عرف متن شاہ کی اولاد کو حاصل رہا ہے۔ پیر جلال شاہ تک یہ بزرگوار بیل میں رہ کر راجوری میں اشاعتِ دین اور ترویج روحانیت کا فرض ادا کرتے رہے۔ بالعموم مئی سے ستمبر تک پانچ ماہ ان کے راجوری میں بسر ہوتے تھے۔ اور باقی سات ماہ بیل میں رہ کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بجالاتے تھے۔ پیر کمال شاہ، پیر عطر شاہ، اور ان کے بعد پیر عبدالواحد شاہ المعروف پیر دوہمن شاہ صاحب نے تو راجوری کو وطن بنالیا۔ اور اس علاقے کی متعدد اقوام خاص کر گوجر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ چودہری محمد مہر الدین صاحب قمر جنرل سیکرٹری گوجر وجاٹ کانفرنس آل جموں وکشمیر پونچھ اپنے ایک پمفلٹ[1] میں لکھتے ہیں کہ :۔ "گوجر کشمیر کی جفاکش اور بہادر قوم ہے۔ مگر ہر وقت مالی مشکلات کا شکار رہتی ہے۔ اس صابر اور شاکر قوم کی یہ حالت ہے۔ کہ ننگے سر، ننگے پاؤں، نیم برہنہ، خالی پیٹ، سال بھر مشقت کر کے جو اجناس اور لوئی۔ پٹو۔ اون، دودھ، گھی وغیرہ پیدا کرتی ہے۔ اس کا غالب حصہ سرکار دولتمدار کے خزانہ میں چلا جاتا ہے۔ اور جو بچتا ہے۔ وہ ساہو کاروں، گداگروں اور حیلہ گر صوفیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس کے پاس صرف نو ماہ کا فاقہ باقی رہ جاتا ہے۔

ارباب حقوق کے گروہ جب اس کے دروازے پر پہنچتے ہیں۔ تو ان کا یوں شمار ہوتا ہے۔ پہلا مقدس گروہ اس کی بیوی کے پیر صاحب اور ان کے

خلفاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کی خدمت گذاری میں کوئی کمی رہ گئی تو پھر جون پور کے قاضی کی طرح اس کی شامت آتی۔ اس کے بعد دوسرا قافلہ اس کے بیٹوں، پوتوں کے پیران عظام کا ہوتا ہے۔ زاں بعد تشریف لانے والے اس کی گائے بھینسوں اور بھیڑ بکریوں کے پیر ہیں۔ اگر وہ ناراض ہو گئے۔ تو پھر چوپایوں کی خیر نہیں۔ یا تو گل گھوٹو کی بیماری سے سب مر جائیں گے۔ یا پھر انہیں درندے کھا جائیں گے۔ ابھی ان حضرات سے نجات کی سعادت حاصل نہیں کر چکتے۔ کہ ان کی کھیتی باڑی کے پیر آ جاتے ہیں۔ ان کے دوش مبارک پر پایاں وصول کرنیوالی زنبیل ہوتی ہے۔ ان کا راضی کرنا بھی بیحد ضروری ہوتا ہے ورنہ پیر زراعت کے مُنہ سے نکلا ہوا ایک شعلہ بھی تمام کھیتی کو بھسم کر سکتا ہے۔

ان سب کے اخیر میں نزول اجلال فرمانے والے خود اس کے اپنے ہادی اور رہنما ہیں۔ ان سب کے لیئے تین تین یوم تک پُر تکلف دعوت کا انتظام ضروری ہے۔ اور ہر صاحب کے لیئے کم از کم پانچ روپے[1] نقد اور دس پھٹر غلہ شیرینی ضروری نہیں، بلکہ فرض ہے۔ اس سے روگردانی کرنے والا مردود اور دوزخی ہے یہاں تک کہ اس کی توبہ قبول نہیں۔ اور پھر غضب یہ کہ ہر پیر صاحب کے ساتھ پانچ گھوڑے اور پچیس ۲۵ خلیفے ہوتے ہیں۔ اور ان سب کی خدمت کا صلہ جنّت کا سرٹیفکیٹ ہے۔ ایسے ہی عالم میں کہ نہ کوئی خدا کا راستہ دِکھانے والا پیر تھا اور نہ ہی عرفان کا متلاشی۔ مُرید اور مراد۔ دونوں نفسِ امّارہ کے بندے اور دونوں دُنیا کی دلدل میں بُری طرح پھنس چکے تھے۔ کہ دفعتہً فاران کی

---

[1] ۔ یہ رپورٹ ۱۹۴۱ء کی ہے جب کہ روپے کی بڑی قدر تھی۔

چوٹیوں سے نورِ توحید جلوہ گر ہو کر پاکستانِ کشمیرؒ کے پہاڑوں پر آچمکا۔ نیّرِ معرفت کی پہلی تجلّی سے ہی ضلالت اور بدعت کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں چھٹ گئیں۔ گم گشتگانِ راہِ ہدایت صراط المستقیم پر گامزن ہو کر بے شمار لات و منات کے مہلک جھٹّیوں سے محفوظ ہو گئے۔ صرف گوجر قوم ہی نہیں۔ بلکہ اس خضر کامل کی توجہ سے ہر کلمہ گو مسلمان کی ظاہری اور باطنی امراض دُور ہو گئیں۔ یہ بزرگوار حضرت پیر دھمن شاہ صاحب قادری سہروردی بھچروی ہیں۔ جن کا مشائخانہ تعلق گیارہ پشتوں سے ریاست کشمیر کی دیگر اقوام سے عموماً اور گوجر قوم سے خصوصاً چلا آتا ہے"۔

یہاں تک قمر راجوری صاحب نے پیشہ ور پیروں اور دوسرے گداگروں کی یلغار کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور حضرت پیر دھمن شاہ صاحب کا تعارف کے طور پر تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔ اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

پیر دھمن شاہ وادئی کشمیر کا ایک مثالی درویش

کشمیر کے طنز نگار جس نے سطورِ بالا میں عہدِ حاضر کے پیشہ ور پیروں اور گداگروں کی خوب خبر لی ہے۔ اب پیر دھمن شاہ صاحب کے اعمال و کردار کا سراپا اس طرح بیان کرتا ہے:-

"یہ واقعات ثبوت تک پہنچ چکے ہیں۔ کہ گیارہ پشتوں کے طویل عرصہ میں آج تک کوئی ایک شخص بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ انہوں نے خود یا اُن کے بزرگوں نے یہاں سے کوئی بھینس، گائے، بیل، بھیڑ، یا بکری بٹور کر اپنے دربار میں بھیجی ہو۔ یا خود اپنے ہمراہ لے گئے ہوں۔ اگر ایک مرید نے سو روپے میں بھینس دی تو اسی جگہ اُس کے کسی دوسرے بھائی کو پچاس روپے میں دے دی۔

ؔ راجوری صاحب نے مسلم اکثریت کی بنا پر کشمیر کو پاکستان سے موسوم کیا ہے۔ حالانکہ اس وقت پاکستان کا قیام عمل میں نہیں

کہیں سے کچھ ملا۔ اور کہیں سے کوڑی تک وصول نہ ہوئی۔

ڈنہ کے جاٹوں کے دو تین واقعات تو ایسے ہیں۔ کہ جنہیں سن کر پہلو میں دل رکھنے والا انسان رو دیتا ہے۔ کہ اس حاتم اوصاف، فیاض اور دریادل بزرگ نے کتنے قابل قدر کام کیئے ہیں۔

بلکہ۔ ناصر اور بلیا وغیرہ جاٹوں کے مکانات اور اراضیات نیلام ہو چکی تھیں۔ پیر صاحب نے اپنی گرہ سے گراں قدر رقم ادا کر کے وہ زمینیں واگذار کرا دیں۔ اور انہیں واپس بلا کر مکانات میں آباد کرا دیا۔ ان لوگوں کی بے کسی اور غربت کے پیش نظر تمام روپیہ فی سبیل اللہ معاف کر دیا۔ اور کسی شخص سے اس واقعے کا ذکر تک نہ فرمایا۔

پنجناڑہ اور منگوٹہ کے گوجروں کا مال قرق ہو چکا تھا۔ اور وہ دیوانی مقدمات میں بُری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ آپ نے سینکڑوں روپے اپنی جیب سے ادا کر کے ان کا قرق شدہ مال واگذار کرایا۔ اور انہیں دیوانی مقدمات اور دیوانی قید سے نجات دلائی۔ اسی طرح موضع کوٹھڑہ کے دو فریق ۲۹ سال سے آپس میں دست بگریبان چلے آتے تھے۔ ان کا ہر روز قتل و غارت اور کچہری کی حاضری سے نجات کرامت ہے۔ معقول رقم خرچ کر کے حضرت مختلف ادّویات خریدتے جو بیماروں میں مفت تقسیم کی جاتی تھیں۔ حضرت کسی سے کوئی معاوضہ یا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے۔ سائلوں کے آپ ملجا اور مسافروں کے ماوا تھے۔ آپ کا مطبخ ہر وقت گرم رہتا تھا اور جس وقت جو مسافر خدمت ہوتا۔ اُسے اس کی حیثیت مطابق کھانا مل جاتا تھا۔ ان کے زمانے میں جبکہ کشمیر جنت نظیر فسادات کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ اور شرفاء کے لیئے زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ ریاست کے بڑے بڑے صاحب ثروت

مسلمان آپ کے دربار میں پہنچتے۔ اور تین تین ماہ تک آپ کے ہاں مہمان رہتے تھے۔ آپ نے نہ صرف میزبانی کے فرائض احسن طور پر انجام دیئے۔ بلکہ ہر قانونی مرحلے میں ان کی زیادہ سے زیادہ رہنمائی فرمائی۔ یہ شفقت و رافت صرف مسلمانوں پر ہی نہ تھی۔ بلکہ آپ پر اعتقاد رکھنے والے مصیبت زدہ ہندو بھی آپ کے دربار میں پہنچتے۔ اور آپ کی انسانی ہمدردی سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کی شخصیت کتنی بڑی اور آپ کا اخلاق کتنا بلند تھا۔ آپ کے لنگر کا خرچ بہت زیادہ تھا۔ اور زمیندارہ حیثیت میں آپ اپنے علاقہ کے بہت بڑے رئیس تھے۔ بایں ہمہ آپ زمینداروں میں گھل مل نہ سکے۔ آپ کا زیادہ وقت چلہ کشی اور مجاہدات کی نذر ہوا۔ آخری چند سالوں میں آپ نے اپنے آباء کرام کی طرح دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ صرف نماز کے اوقات میں حجرہ سے پہلے تشریف لاتے۔ وعظ و نصیحت فرماتے۔ اور پھر اعتکاف میں چلے جاتے تھے۔ آپ نے دو بار ارض مقدس کا سفر کر کے حج کیا تھا۔ لیکن گمنامی میں گئے اور دفعتہً آ گئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ شہرت سے آپ کو حد درجہ نفرت تھی۔ (اخذ و تلخیص)

قمر راجوری صاحب آپ کا اتنا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

"گوجر قوم کی راہنمائی کے دعویداروں میں صرف یہی ایک مقبول شخصیت ہے۔ جس کے احسان بار گراں کے نیچے پوری گوجر قوم دبی ہوئی ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ جن پر حضرت نے احسانات کیئے ہیں۔ بھول جائیں۔ مگر قوم کے وہ روشن خیال انسان جن میں قومی ہمدردی کا احساس ہے۔ آپ کے ان سنہری کارناموں کو فراموش نہیں کر سکتے۔ ہم اس عظیم المرتبت شخصیت

کئے تشکر گذار ہیں۔ میں آپ کی کرامات اور ارتقائے روحانیت پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ ان گوشوں کا بے نقاب کرنا آپ کے کسی مرید کا حق ہے۔ میں نے تو حضرت کو صرف انسان کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ اور ان کی انسانی ہمدردی سے متاثر ہو کر اپنے جنون اور قومی مفاد کی جوبات ملی۔ بے غل و غش لکھ ڈالی۔ کہ گوجر قوم کو بیرونی پیران عالی مقام کے ضمن میں خیر النّاس من ینفع النّاس کا مقدس تاج صرف اسی فرشتہ سیرت درویش کے سر زیب دیتا ہے۔ صرف آپ ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے ولی عہد بلبل باغ بلاغت امیر ملّت مولانا محمد عبدالستار شاہ صاحب امیر جماعت جمعیت الاسلام بھی جس محبت اور جانفشانی کے ساتھ گوجر قوم کی خدمت فرما رہے ہیں۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اگر میری آواز میں تائید ربّانی کی طاقت ہوتی تو میں بام جہاں کوہ ہمالیہ کی سر بفلک چوٹی پر چڑھ کر اپنے خفتہ بخت اور بے حس قومی ذنگل سے یوں خطاب کرتا:۔

یَا اَیُّھَا الْقَوْم فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہِ ھُوَ خَیْرُ الرَّازِقِیْن وَخَیْرُ الْفَاتِحِیْن وَخَیْرُ الرَّاحِمِیْن۔

حضرت پیر دوہمن شاہ صاحب نے خالق کی عبادت اور مخلوق خدا کی خدمت میں اپنی پاکیزہ عمر بسر کرنے کے بعد ۱۱ ذی الحج ۱۳۱۲ھ کو عالم فانی سے عالم باقی کو انتقال فرمایا۔ تقریباً ستر ہزار آدمی جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور برابر تین دن تک جنازہ ہوتا رہا۔ قبر شریف ڈنہ شریف تحصیل راجوری ریاست جموں کشمیر میں واقع ہے۔

اے خاکِ تیرہ حُرمتِ مہماں نگہدار
ایں نورِ چشم ماست کہ در بر گرفتہ

اولادِ امجاد پیر عبدالواحد شاہ عرف پیر دوہمن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے

چار صاحبزادے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ جن میں حضرت پیر محمد عبدالستار صاحب سجادہ نشین دربار غوثیہ خاص طور قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں اور الحاد و دہریت کے موجودہ ہولناک دور میں آپ کا وجود بسا غنیمت ہے۔

مشائخ کھنوال شریف

پیر متن شاہ کی اولاد میں پیر جیون شاہ سکنہ کھنوال شریف بھی خلق خدا کی ہدایت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بجا آوری میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے پیر خواجہ غلام نبی شاہ علیہ الرحمتہ نے اصلاحِ احوال اور ترویجِ روحانیت میں بڑا کام کیا ہے۔ آپ کا حلقۂ ارادت بڑا وسیع ہے۔ ہر سال ۸، ۹ نومبر کو آپ کا عرس بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہزاروں عقیدتمند دامن اُمید پھیلائے حاضر ہوتے اور دین و دنیا کی سعادتوں سے مالامال ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ ان کے صاحب سجادہ پیر فتح حیدر شاہ صاحب ہیں۔ جن کے صاحبزادے پیر الطاف حسین شاہ صاحب اور شاہ محمد لطیف بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول چکوال اپنی اعلیٰ قابلیت اور اخلاقی بلندی کے سبب پورے خاندان کے لیئے باعث فخر ہیں۔

پیر دائم شاہ کی اولاد میں خواجہ بہاءالدین سکنہ کندوال بڑے خدایاد درویش ہو گذرے ہیں۔

ضلع چکوال

تذکرہ قطبُ العارفین پیر عالم شاہؒ بن مخدوم الملک خواجہ پیر نوریؒ

آپ حضرت مخدوم الملک خواجہ پیر نوری علیہ الرحمتہ کے چہیتے صاحبزادے تھے۔ ان دِنوں کروڑ (ضلع مظفر گڑھ) میں حضرت مخدوم شیخ محمدؒ یوسف المعروف لعل عیسن علیہ الرحمتہ کے زیرِ اہتمام بہت بڑا دینی مدرسہ قائم تھا۔ حضرت مخدوم الملک نے آپ کو تعلیم و تربیّت کے لیئے کروڑ بھیج دیا۔ ذہین اور طباع طالب علم نے تھوڑے سے عرصے میں ہی جملہ علوم از بر کر لیئے۔ حضرت مخدوم لعل عیسن رحؒ اپنے اس ہونہار بھتیجے کی علمی و عملی صلاحیتوں کو دیکھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔ انہوں نے اس عزیز کو براہ راست اپنی تربیّت میں لے لیا۔ اور آپ کو علوم باطنی اور اسرار معرفت کی تعلیم دینا شروع کی۔ تھوڑے سے عرصے میں پیر عالم شاہ نے عم مہربان کی نگاہِ فیض سے وہ مقام حاصل کر لیا۔ جو دوسروں کو سالہا سال کی ریاضت اور مجاہدے کے بعد نصیب ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم لعل عیسن علیہ الرحمتہ کی ایک صاحبزادی تھی۔ سیّدہ فاطمہ بی بیؒ قرآن کی حافظہ اور علوم دینیہ کی عالمہ، ساتھ ہی والد بزرگوار کی توجہات سے عرفان کی کئی منزلیں بھی طے کر چکی تھی۔ مخدوم الملک خواجہ پیر نوریؒ نے جب حضرت شیخ لعل عیسن رحؒ کو اپنے فرزند جگر بند پر مہربان پایا۔ تو ایک موقع پر چند رشتہ داروں کے ہمراہ حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ اس برخوردار کو حضور اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں۔ حضرت مخدوم تو دِل سے چاہتے ہی یہی تھے۔ ساری برادری میں عالم شاہ شکل و صورت، علم و عمل اور زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس لیئے حضرت نے بلا تامل قبول کر لیا۔ اور ایک ساعتِ سعید میں بوستانِ غوثیہ کے ان نونہالوں کو

کو رشتۂ مناکحت میں منسلک کر دیا گیا۔ حضرت مخدوم الملک خواجہ پیر نوریؒ پیل سے اپنے اعزا اور ارادتمندوں پر مشتمل بہت بڑی بارات جس میں راجہ درویش محمد خان الع جیسے رؤسا بھی شامل تھے ملے کر کروڑ پہنچے۔ اور اپنی بہو کو بیاہ لے آئے۔ اس بانوئے عفت مآب سے پیر عالم شاہ کو واہب العطایا نے دو صاحبزادے عطا فرمائے۔ ایک پیر کمال شاہ صاحب تھے۔ جن سے آپ کی اولاد کا سلسلہ پھیلا۔ دوسرے میاں سرنگ شاہ تھے۔ جو لاولد انتقال کر گئے۔ پیر محمد عارف، پیر شاہنواز اور پیر سلطان علی اپنے اپنے زمانے میں آسمان معرفت پر مہر و ماہ بن کر چمکے تھے۔ شیخ عبد اللہ اشاعت اسلام اور ترویج روحانیت کے سلسلے میں پلاسی ضلع ہزارہ کو منتقل ہو گئے۔ وہاں بیشمار غیر مسلم خاندانوں کو حلقۂ بگوش اسلام کیا۔ اور ہزاروں فاسقوں کو سبیل الرشاد پر چلا کر عارف باللہ بنایا۔ اب بھی ان کی اولاد میں سے کافی پیر صاحبان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔

شجرہ پیر اللہ نور شاہ رحمتہ اللہ علیہ

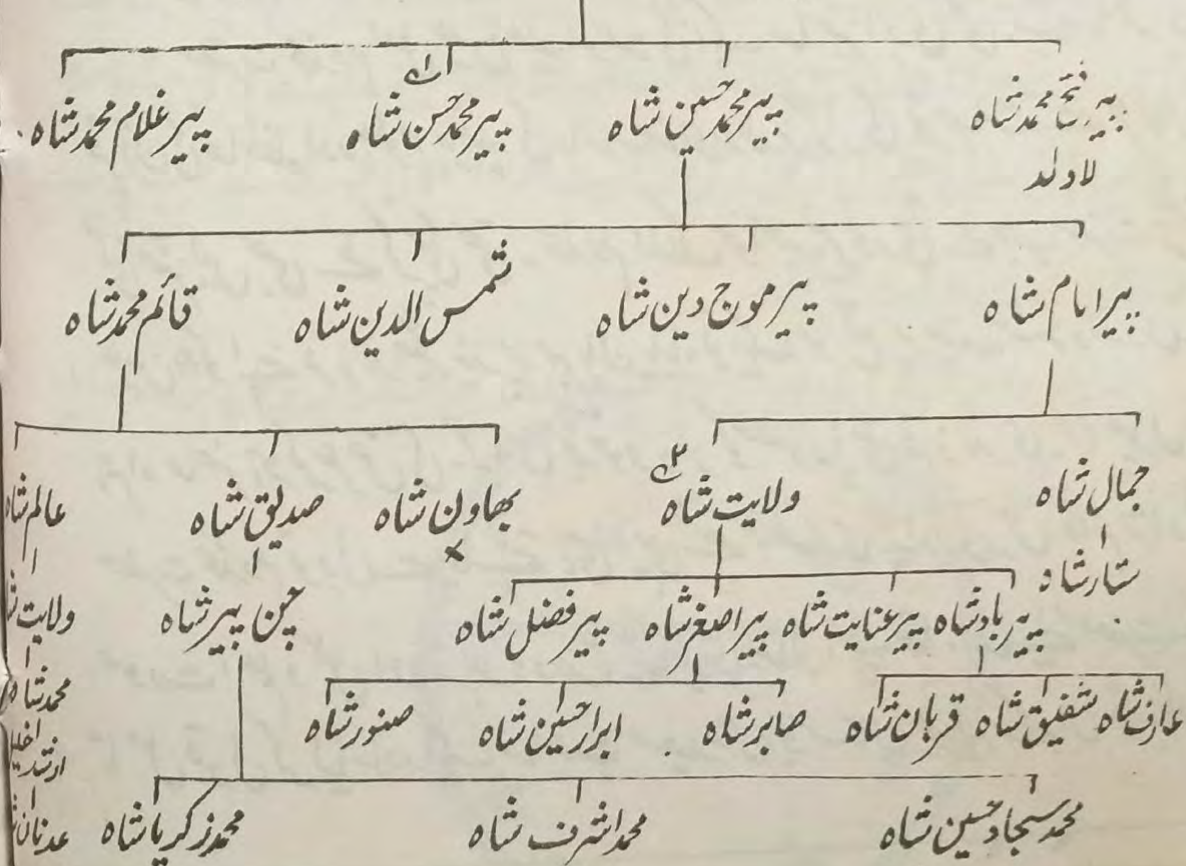

پیر محمد حسین کا ایک اور خاندان

جو شجرہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہ کے صاحب سجادہ مخدوم محمد سجاد حسین قریشی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس میں پیر رکن دین ولد حضرت شاہزادہ جمال کے پانچ بیٹے درج ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

پیر محمد پناہ۔ پیر محمد غوث۔ پیر نور محمد۔ پیر محمد اشرف اور پیر علی اکبر رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

لیکن کرولی کے پیر صاحب کا تذکرہ اور شجرہ جو پیر فیروز شاہ نے مرتب کیا ہے۔ اس میں پیر رکن دین کا ایک صاحبزادہ شیخ اسمٰعیل بھی درج ہے۔ ان کے پانچ صاحبزادے ہیں پیر غلام محی الدین پیر یوسف شاہ۔ پیر عبداللہ شیخ زکریا اور پیر علی قتال۔

پیر یوسف شاہ کے سات لڑکے تھے جنہیں آل یوسف کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے پیر شمس الدین صاحب تھے۔ یہ بزرگوار سکھ عملداری میں تھانیدار بھرتی ہوئے تھے لیکن خاندانی فقر غالب آیا اور آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور بقیہ زندگی یاد الٰہی میں بسر کی۔ ان کے چار لڑکے تھے۔ مگر ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ ان کے فرزند ارجمند پیر محمد شاہ جید عالم تھے۔ یہ ایک بڑے کتب خانے کے مالک تھے۔ اور ان کا خط بھی خوب تھا۔

پیر محکم دین ولد یوسف شاہ

پیر محکم دین اپنی تمام قوم کے محسن تھے۔ انہوں نے اپنی اراضی کو جو سالم موضع پر مشتمل تھی۔ سات پتیوں میں تقسیم کر کے اپنی برادری میں تقسیم کر دی۔ ایک عارفہ مائی بانو نے آپ سے کہا کہ یہاں سے بطرف شمال ایک چشمہ جاری ہے۔ وہاں اپنا باغیچہ بنالیں چنانچہ پیر صاحب نے اس چشمہ کے قریب باغ لگوایا۔ جو ڈھلا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا

لنگر خانہ مشہور تھا۔ فقیروں اور درویشوں سے آپ کو گہری عقیدت تھی۔ اور ان کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ آپ نے صرف کرولی پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ بہت سے مواضعات اپنے قبضہ میں لے لیے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ موضع کلہ سالم۔ رنگ پور سالم۔ ایمہ۔ چھوئی۔ سنبھل وغیرہ۔

کوہستان نمک میں آپ کی بہت سی کانیں تھیں۔ مشہور ہے کہ نمک سے روزانہ ایک خچر روپوں کی آمدنی ہوتی تھی۔ گویا آپ اپنے زمانے کے بڑے دولتمند اور رعباہ وجلال کے مالک تھے۔

پیر صدّیق شاہ

آپ کو بڑی جائیداد ورثے میں ملی تھی۔ اس لیے بڑے ٹھاٹ سے زندگی بسر کی۔ سینکڑوں کی تعداد میں نوکر چاکر رکھے ہوئے تھے۔ گھوڑوں کا انہیں بڑا شوق تھا۔ ایک سبز رنگ کی گھوڑی خیر الجیاد کی نسل سے ان کے پاس تھی۔ مال مویشی فیض عام کی غرض سے زیادہ رکھتے تھے۔ تاکہ غریب لوگوں کی گذر اوقات کا ذریعہ بنے رہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کا جب سکھوں سے مقابلہ ہوا۔ تو آپ نے اسے گھوڑوں اور سپاہیوں سے مدد دی تھی۔ اس خدمت کے عوض انہیں بارہ سو روپیہ سالانہ انعام ملتا تھا۔ آپ کا شمار ضلع کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ آپ درباری کرسی نشین بھی تھے۔ اور بڑے مخیّر اور سخی بھی۔ آپ کے بھائی فیروز شاہ کا شمار اس زمانے کے حسین ترین آدمیوں میں ہوتا تھا۔ عین عالم شباب میں راہی ملکِ عدم ہوا۔ آپ کا صرف ایک فرزند منوّر شاہ تھا۔ وہی آپ کا جانشین بنا۔

پیر منوّر شاہ ولد صدّیق شاہ

آپ بھی بہت بڑے امیر اور مخیّر انسان تھے۔ بیوہ عورتوں کو ماہوار خرچ دیتے تھے۔ یتیم بچوں کی پرورش آپ کا شعار تھا۔ پھر ان کی شادیاں بھی خود کرتے تھے۔ اپنے رقبہ کی سالم آمدنی

پنڈ داد نخان، تحصیل ہیڈ کوارٹر مہمان نوازی پر خرچ کرتے تھے۔ آپ کا دسترخوان بڑا وسیع اور غربا پروری آپ کا شیوہ تھا۔ جو محتاج جس قسم کا سوال کرتا اُسے پورا کر دیتے۔ کرولی کے عوام آج تک ان کے رطب اللسان ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری دس سال انہوں نے عبادت کے لیئے وقف کر دیئے تھے۔ جہاں کسی اہل اللہ کا پتہ چلتا، وہاں پہنچ کر فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کی مہمان نوازی اور سخاوت کی بنا پر گورنمنٹ نے انہیں پانچ مربعہ اراضی عنایت کی تھی۔

پیر یعقوب شاہ

یہ پیر منوّر شاہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے ڈلوال ہائی سکول میں حاصل کی۔ پھر لاہور جا کر گورنمنٹ کالج سے ایم اے کیا۔ بطور ہیڈ ماسٹر ملازمت کا آغاز کیا۔ اور تھوڑے سے عرصہ میں اپنی مخصوص صلاحیتوں کے سبب ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز بنا دیئے گئے۔ آپ بڑے وجیہہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ اور محکمہ تعلیم کے افسران میں بڑے مقبول تھے۔ انہیں محکمہ تعلیم کا ہیرا کہا جاتا تھا۔ آج تک لوگوں کے دلوں میں اُن کی یاد تازہ ہے۔ ان کے ماتحت جب ان کا ذکر کرتے ہیں تو بے اختیار ان کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں۔ ان کی وفات پر گورنمنٹ نے مرحوم کے ماموں پیر فتح شاہ کو ان کے پسماندگان کا گارڈین مقرر کیا۔ انہوں نے بڑی دیانت داری سے ان کی اسٹیٹ سنبھالی۔ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام کیا۔ مرحوم کے صاحبزادوں نے تجارت شروع کی۔ اور بڑا پیسہ کمایا۔

پیر اعجاز حسین شاہ

یہ پیر یعقوب شاہ کے قابل ترین فرزند ہیں اور باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ نے

کروٹی تک نہایت عمدہ سڑک بنوادی ہے۔ اپنے بزرگوں کی طرح یہ بھی لوگوں کی شادی غمی میں حصّہ لیتے ہیں اور غرباء کی پرورش کرتے ہیں۔ انتہائی پُرسکون زندگی بسر کررہے ہیں۔

پیر الطاف حسین

آپ نے ایل ایل بی کرنے کے بعد راولپنڈی میں وکالت شروع کی اور کامیاب رہے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور کئی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ سیّد امیر علی کی تصانیف جو انگریزی میں تھیں۔ آپ نے ان کا اردو میں نہایت شگفتہ ترجمہ کیا ہے۔ آپ کا شمار چوٹی کے وکلاء میں ہوتا ہے باایں ہمہ آپ انتہائی سادہ زندگی بسر کررہے ہیں۔ مذہبی انسان ہیں۔ ہر موضوع پر فصیح وبلیغ تقریریں کرتے ہیں۔ عوام وخواص سب میں برابر مقبول ہیں۔

پیر قائم دین ولد یوسف شاہ

آپ بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ اور اپنے آباءکرام کی زندہ تصویر تھے۔ آپ کی ساری زندگی یادِ الٰہی میں بسر ہوئی اور سجدہ کی حالت میں وفات پائی۔

بہادر شاہ ولد قائم دین شاہ

آپ جیّد عالم اور فاضل شخص تھے۔ بحیثیت ای اے سی ملازمت کا آغاز کیا۔ اور پوری سروس نیکنامی میں بسر کی۔ آپ کا دسترخوان وسیع تھا۔ لوگوں کو کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ بھرپور جوانی میں راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ اور کوئی وارث نہیں چھوڑا۔

پیر زمان شاہ ولد معل عیسٰی شاہ

آپ اپنے بزرگوں کی سچی تصویر تھے۔ ساری زندگی درویشانہ طرز میں بسر کی اور آپ کا کوئی لمحہ یادِ الٰہی

سے خالی نہ تھا۔

پیر رکن عالم شاہؒ

آپ بھی حضرت لعل عین شاہ کے صاحبزادے تھے۔ اگرچہ پولیس افسر تھے لیکن آپ کی زبان ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہی۔ آپ پولیس افسر ہو کر بھی زاہد شب زندہ دار تھے۔ اور لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ اکل حلال اور صدق مقال آپ کی شان تھی۔ آپ کے جس قدر مُرید ہیں۔ سب متقی اور پرہیزگار ہیں۔ چنانچہ پیر حق پیر شاہ صاحب ایس ایچ او بھی آپ کے مُرید تھے۔ پولیس کی ملازمت میں رہ کر حلال کھانا اور عوام سے شفقت اور پیار سے پیش آنا حضرت انسان کا بڑا کمال ہے۔ حافظ کا شعر ہے۔

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہٖ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

بلاشبہ ان حضرات نے "قعرِ دریا" میں تختہ بند ہوتے کے باوجود اپنے دامن کو تر نہ ہونے دیا۔ اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے۔

پیر جمال شاہ ولد شہابل شاہ

ان کی طبیعت بڑی جلالی تھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں کسی سے نرمی نہیں برتتے تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ حضرت محبوب سُبحانی قطب ربّانی سیدنا عبدالقادر جیلانی سے انکی عقیدت عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ ان کی شان میں آپ اتنی خوش الحانی سے اشعار پڑھتے تھے کہ سننے والے جھوم اٹھتے تھے۔ آپ نے ۳۰ زہی ۱۹۵۶ء مطابق ۱۹ شوال ۱۹۷۵ھ بحالتِ سجدہ انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادہ ہر سال بڑے اہتمام سے آپ کا عرس کرتا ہے۔

سید بادشاہ ولد جمال شاہ

آپ کو ایام طفولیت سے اللہ اللہ کرنے کا شوق تھا۔ تونسہ شریف کے خواجگان سے آپ

گہری عقیدت تھی۔ ان کے ہی مرید تھے۔ اور اُن سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا تھا۔ پیری مریدی کے ساتھ آپ طبابت کا شغل بھی فرماتے تھے۔ غرضیکہ اپنے آباء کرام کے سچے جانشین تھے۔

پیر مہدی شاہ ولد عبداللہ شاہ

آپ بڑے صاحب سلوک اور خدا یاد بزرگ تھے۔ آپ نے سو سال سے زائد عمر پائی تھی۔ اور آپ کی پیری مریدی کا سلسلہ کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔

پیر فتح شاہ ولد نبی شاہ

آپ بڑے صاحب اثر اور عبادت گذار بزرگ تھے۔ ایک کرامت آپ کی بڑی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ اپنے عملے کے ساتھ دریائے جہلم پر پہنچے۔ سورج ڈوب رہا تھا اور دریا بڑی طغیانی پر تھا۔ آپ کے ساتھ چند اونٹ اور گھوڑے بھی تھے۔ آپ نے ملاحوں کو حکم دیا کہ انہیں دریا پار کریں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے یہ سن کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور حکم دیا کہ تمام لوگ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ تمام افراد نے اپنی سواریوں کے جانور آپ کے پیچھے ڈال دیئے۔ خدا کی شان کہ دریا کا پانی پایاب ہو گیا۔ اور آپ کا قافلہ صحیح سالم ساحل مراد پر جا لگا۔ یہ خبر آگ کی طرح علاقے کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ اور کئی بستیوں کے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

پیر نجف شاہ ولد ستار شاہ

آپ ضلع ~~ڈیرہ اسماعیل خان~~ (ڈیرہ غازی خان) میں پولیٹیکل تھانیدار تھے۔ انہوں نے بڑی سادہ اور درویشانہ زندگی گذاری۔ آپ کی پاکدامنی شہرۂ آفاق تھی۔ ایک دفعہ آپ کسی تالاب کے نزدیک سے گذرے تھے وہاں عورتیں ننگی نہا رہی تھیں۔ کسی عورت نے کہا۔ کوئی آدمی آ رہا ہے۔ کپڑے اوڑھ لو۔ دوسری بولی۔ باوا نجف شاہ گذر رہے ہیں۔ کپڑوں کے سنبھالنے کی کیا ضرورت ہے۔ گویا عوام

کو شاہ صاحب پر اتنا اعتماد تھا۔ کہ لوگ انہیں فرشتہ سیرت سمجھتے تھے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی کا حکومت میں بھی چرچا تھا۔ حُسنِ کارگزاری کے صلے میں آپ کو ۲ دو مربعے اراضی انعام میں ملی تھی۔

پیر چراغ شاہ ولد محمد شاہ

آپ واقعی اسم بامسمیٰ تھے اور بلاشبہ قوم کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے بھی پوری زندگی انتہائی سادگی سے بسر کی اور قوم میں جو بُری رسمیں رواج پا چکی تھیں۔ ان کا قلع قمع کیا۔ آپ تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن تھے۔ افسوس برادری نے اُن کی قدر نہ کی۔ ہزاروں روپے جو انہوں نے قرض حسنہ کے طور پر لیئے تھے۔ واپس نہ کیئے آپ نے دو لڑکے محمد حسین شاہ اور شریف شاہ یادگار چھوڑے۔ دونوں دیندار اور نیک سیرت ہیں۔ محمد حسین شاہ نے مستقل طور پر ضلع راجن پور میں رہائش اختیار کر لی ہے۔

شجرہ اولاد پیر محمد حسن شاہ ولد اللہ نُور رحمۃ اللہ علیہ

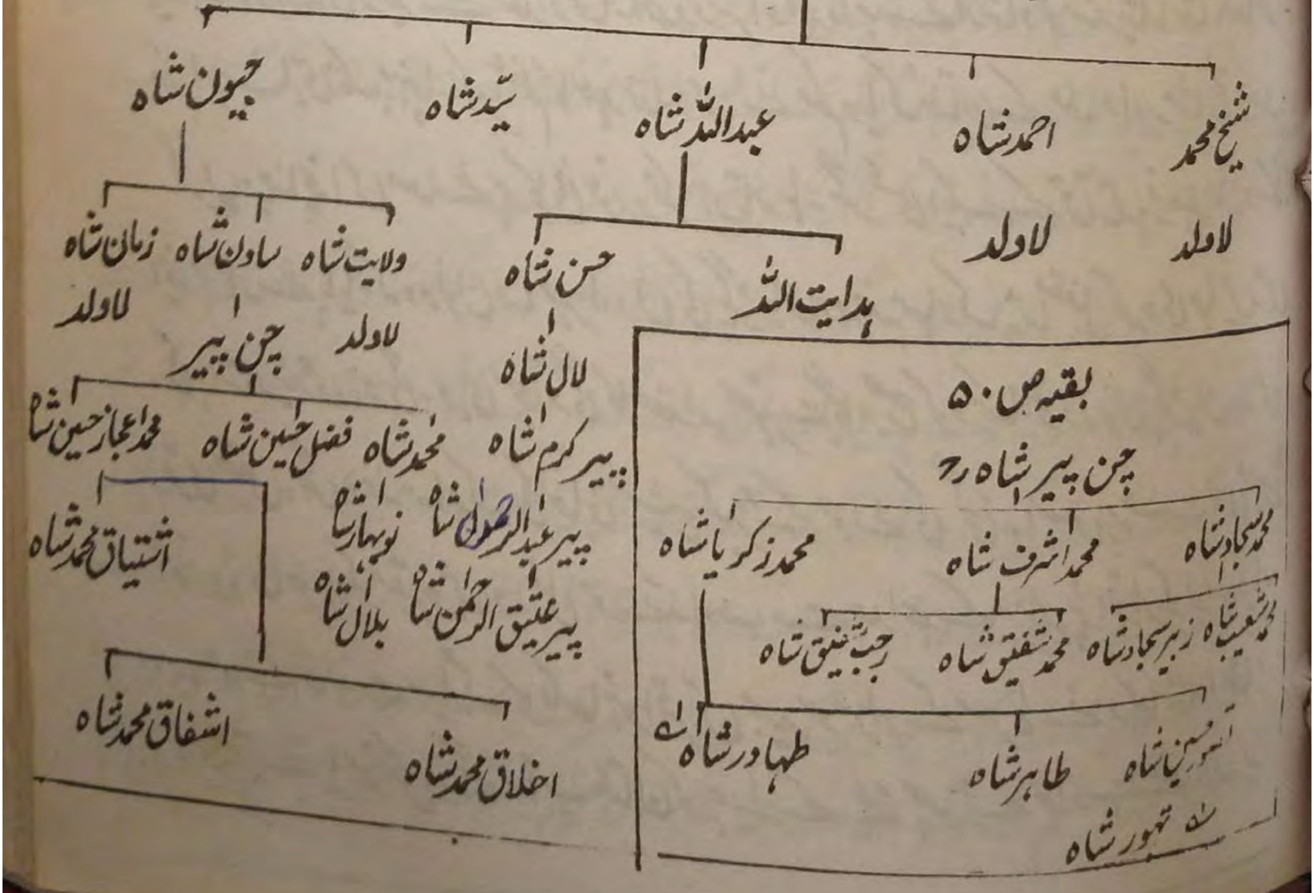

تذکرہ

حضرت مخدوم لعل عین

رحمتہ اللہ علیہ

صاحب اذکار قلندری لکھتے ہیں کہ مخدوم شیخ محمد یوسف الملقب بہ لعل عین حضرت غوث زماںؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اس لیئے سجادگی کے حقدار تھے۔ شیخ کبیرؒ عمر میں چھوٹے تھے۔ لیکن ایک دفعہ جبکہ ان کی عمر چار سال کے قریب تھے۔ انہوں نے حضرت والد ماجد کی دستار اُٹھا کر سر پر رکھ لی تھی۔ جس پر حضرت غوث زماںؒ نے فرمایا کہ بیٹیا۔! تُو بھی صاحب دستار ہوگا۔ جب دونوں بھائی بڑے ہوئے اور حضرت مخدوم بہاء الدین ثانی عالم قدس کو انتقال فرما گئے۔ تو دونوں بھائیوں میں سجادگی پر تنازع برپا ہوا۔ ایک بیٹا بڑا ہونے کی وجہ سے حقدار تھا۔ اور دوسرا والد ماجد کے ارشاد کو سند بتاتا تھا۔ معاملہ دربار شاہی تک پہنچا۔ اکبر اعظم کا عہد تھا۔ اس نے حکم دیا کہ مُلتان کے علماء اور مشائخ فیصلہ کریں۔ چنانچہ اس معاملے پر کافی غور و فکر ہوتا رہا۔ مگر کسی ایک کے حق میں فیصلہ نہ ہوسکا۔ انجام کار طے پایا۔ کہ دونوں صاحبزادوں کی پگڑیاں روضہ مبارک میں مقفل کر دی جائیں۔ جس کی دستار بندھی ہو گی۔ وہی سجادگی کا حقدار ٹھہرے گا۔ صبح کو دیکھا۔ تو دونوں پگڑیاں بندھی پڑی تھیں۔ مگر روضہ مبارک کی چابی شیخ کبیرؒ کے حوالے کی گئی۔ اس پر حضرت لعل عینؒ آزردہ خاطر ہو کر مقبرہ میں داخل ہوئے۔ ادب سے جد امجد کے مزار پُر انوار کو بوسہ دیا۔ اندر انا کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا قرآن مجید جو مزار کے سرہانے رکھا تھا۔ اٹھا، نا موش سے باہر نکل گئے۔ آپ ملتان کو ہمیشہ کے لیئے چھوڑے جا رہے تھے۔ اور یہ

علم نہیں تھا۔ کہ منزل کہاں ہوگی۔ ایک گاؤں میں رات کو قیام ہوا۔ خواب میں شیخ الاسلامؒ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا:۔

بیٹا! تم اتنے غمگین کیوں ہو۔ کوٹ کروڑ جہاں ہمارے آباؤ کرام نے صدہا سال تک علم و عرفان کی شمعیں روشن کی تھیں۔ پھر اس پر بے دینی کی گھٹا ٹوپ ظلمت چھا چکی ہے۔ قدرت کو یہی منظور رہے۔ کہ تم وہاں پہنچ کر بھولی بھٹکی مخلوق کو راہِ ہدایت پر لے آؤ۔ کوٹ کروڑ میں تم میرے سجّادہ کی حیثیّت سے کام کروگے۔ اور تمہارے دم قدم سے لاکھوں بندگانِ خدا کو نفع پہنچے گا۔"

اس خواب سے حضرت مخدوم لعل عیسنؒ باغ باغ ہوگئے۔ اور دلجمعی سے کوٹ کروڑ کو روانہ ہوئے۔

حضرت مخدومؒ کوٹ کروڑ میں

حضرت مخدوم لعل عیسنؒ جب اس علاقہ میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا۔ کہ تمام ملک قحط کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بارش کے لیئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ آسمان پر بادل گھر آئے اور خوب بارش ہوئی گندم بونے کا وقت تھا۔ مگر گندم نایاب ہو چکی تھی۔ حضورؒ نے فرمایا۔ کہ اگر گندم نہیں تو بھوسہ بو دو۔

پیرِ دستگیرؒ کے فرمان پر لوگوں نے بے تحاشا بھوسہ چھڑکنا شروع کیا۔ خدا کی قدرت سے بھوسہ کی گٹھلیاں پھوٹ پڑیں اور اُن سے گندم اُگ آئی۔ ہر طرف کھیت لہلہانے لگے۔ اور قحط دُور گیا۔ ان دنوں کروڑ کے گرد و پیش بالخصوص اور دین کوٹ سے سیت پور تک دریائے سندھ کے دونوں اطراف میں بلوچ آباد تھے۔ اور انہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کر لیئے تھے۔ کوہِ سلیمان کے دامن سے دریائے چناب تک اُن کا ہی طوطی بول رہا تھا۔ یہ فوجی قسم کے لوگ تھے۔ ان میں خال خال تعلیم یافتہ تھے اکثریت اَن پڑھ لوگوں کی تھی۔

اس وقت اس قوم کی طاقت کے تین مرکز تھے۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان ـــــ ڈیرہ غازی خان ـ اور منکیرا۔

آپ نے تھوڑے سے عرصہ میں ہی اپنے اخلاق فاضلہ سے عوام کے دلوں کو موہ لیا۔ نواب اسمٰعیل خان بانی ڈیرہ اسمٰعیل خان، نواب فتح خان بانی کوٹ فتح خان اور نواب غازیخان بانی ڈیرہ غازی خان تینوں بلوچ سردار آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، حضرت مخدوم نے کوٹ کروڑ میں ایک بڑی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں حضرت خود بھی تعلیم دیتے تھے۔ بلوچ فرمانرواؤں نے حضرت کے حجُرے کے قریب ہی مدرسہ کے لئے متعدد مساجد نما عمارتیں تعمیر کرادیں۔ جن میں علمائے ربّانی علوم متداولہ کی تعلیم دیتے۔ اور سہروردیہ مسلک کے مطابق تربیّت فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم ـ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بجاآوری کے لیئے لاڑکانہ اور ٹھٹھہ تک دریا میں سفر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ تلہار کے مقام پر آپ کی میاں آدم شاہ کلہوڑہ سے عارفانہ ملاقات ہوئی۔ جس کا ذکر صاحب تحفتہ الکرام نے ان الفاظ میں کیا ہے :۔

(میاں آدم شاہ) "بالعل عیسنؒ مشائخ وقت از اولاد شیخ الشیوخ بہاء الدین ملتانی در تلہار ملاقات محققانہ کردہ[1]"

حضرت مخدوم لعل عیسن علیہ الرحمتہ کا کوٹ کروڑ میں انتقال ہُوا۔ آپ کے مزار پُرانوار پر بلوچ فرمانرواؤں نے نہایت پُرشوکت مقبرہ تعمیر کرایا۔ جو حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ کے مقبرہ کی طرز تعمیر کا حامل ہے۔ تینوں بلوچ سردار آپ کے قدموں میں سو رہے ہیں۔ اور اُن کے کتابے حسب ذیل ہیں :۔

۱:۔ نواب اسمٰعیل خانؒ بانی ڈیرہ اسمٰعیل خان

---

[1] ۔ تحفتہ الکرام جلد سوم ص ۱۰۳

۲۔ نواب فتح خان بانی کوٹ فتح خان

۳۔ نواب غازی خان بانی ڈیرہ غازی خان۔

افسوس ہے کہ حضرت کا آستان عالیشان اب قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے محروم ہو چکا ہے۔ وہ مساجد نما عمارتیں جن میں سینکڑوں طالبان دین اکتساب علوم کرتے تھے۔ آج حیرت سے مُنہ کھولے گذرے ہوئے قافلے کی راہ تک رہی ہیں۔ درس تدریس تو بجائے خود رہا۔ ان میں کوئی نماز تک نہیں پڑھتا۔ بقول حضرت اقبالؒ

؎ "مسجدیں ہیں مرثیہ خواں کہ نمازی نہ رہے"

لوگ دیکھتے ہیں اور تعجّب کرتے ہیں کہ پاس پاس اتنی مسجدیں کیوں بنائی گئیں۔ انہیں کیا معلوم کہ کبھی یہی عمارتیں دینی درس گاہوں کا کام دیتی تھیں۔ اور طلباء یہاں سے سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد امر بالمعروف کی غرض سے وادی سندھ میں پھیل جاتے تھے۔ سنہ ۱۹۵۷ء میں خاکسار نے جب اس روضہ عالیہ کی زیارت کی تھی۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام بہاءالدین زکریّا ملتانیؒ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا قرآن مجید مزار پر انوار کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ سنا ہے کہ اب پیرزادوں نے یہ مصحف مقدس اُٹھا کر اپنے گھروں میں رکھ لیا ہے۔ اور عوام کو اس کی زیارت سے مستقل طور پر محروم کر دیا گیا ہے۔

روضہ کے گرد وپیش معتقدین اور آل امجاد کی قبور ہیں۔ جن میں شاہ نواز شاہ اور علی مراد شاہ کی قبریں زیادہ معروف ہیں۔ علاوہ ازیں حافظ عظیم اور حافظ عارف سندھی حضرت کے جوار میں مدفون ہیں۔ جو شیخؒ کے خاص الخاص مرید اور حاضر باش غلام تھے۔

مقبرہ کے شمال مغرب میں ایک چھوٹی سی چار دیواری ہے اس میں چند کچی قبریں ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم کی زندگی میں دریا نے نصف شہر کو اُٹھا لیا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ کے آباء واجداد کے مقابر مغرب میں تھے۔ اُن کے صندوق سیلاب میں بہہ گئے تھے جنہیں حضرت مخدوم نے نکلوا کر موجودہ جگہ پر دفن کرایا۔

حضرت کی اولاد کا مفصّل شجرہ دیا جارہا ہے۔ ان میں سے ایک بزرگ سندھ کو منتقل ہو گئے تھے۔ جو لعل عیسیٰ ثانیؒ کہلاتے تھے۔ تعلقہ سیوہن میں گوٹھ چنا لعل علیینؒ ایک معروف مقام ہے۔ جس میں حضرت شاہ لعل علیین ثانی کا پُرشوکت مقبرہ دُور سے دعوتِ نظارہ دیتا دکھائی دیتا ہے۔ ۱۴ ربیع الاوّل کو یہاں زبردست میلہ لگتا ہے۔ علاوہ ازیں سندھ میں آپ کی اولاد کے منفصلہ ذیل آستان خصوصی شہرت رکھتے ہیں:-

۱- پیر اللہ ڈتہ شاہ - (گوٹھ عالمانی)

۲- پیر خاجن شاہ - (تعلقہ گنبٹ)

۳- پیر نور شاہ - (لاڑ پاسی)

۴- پیر شنوار شاہ و حضور شاہ - (میرپور ماتھیلو)

حضرت مخدوم لعل علیین قدس سرّہٗ کے عرس کی تقریب میں حکومت کی طرف سے کروڑ میں زبردست میلہ لگتا ہے۔ پولیس کی طرف سے قابلِ تعریف انتظامات ہوتے ہیں۔

نسب نامہ اولاد امجاد مخدوم لعل علیین علیہ الرحمتہ

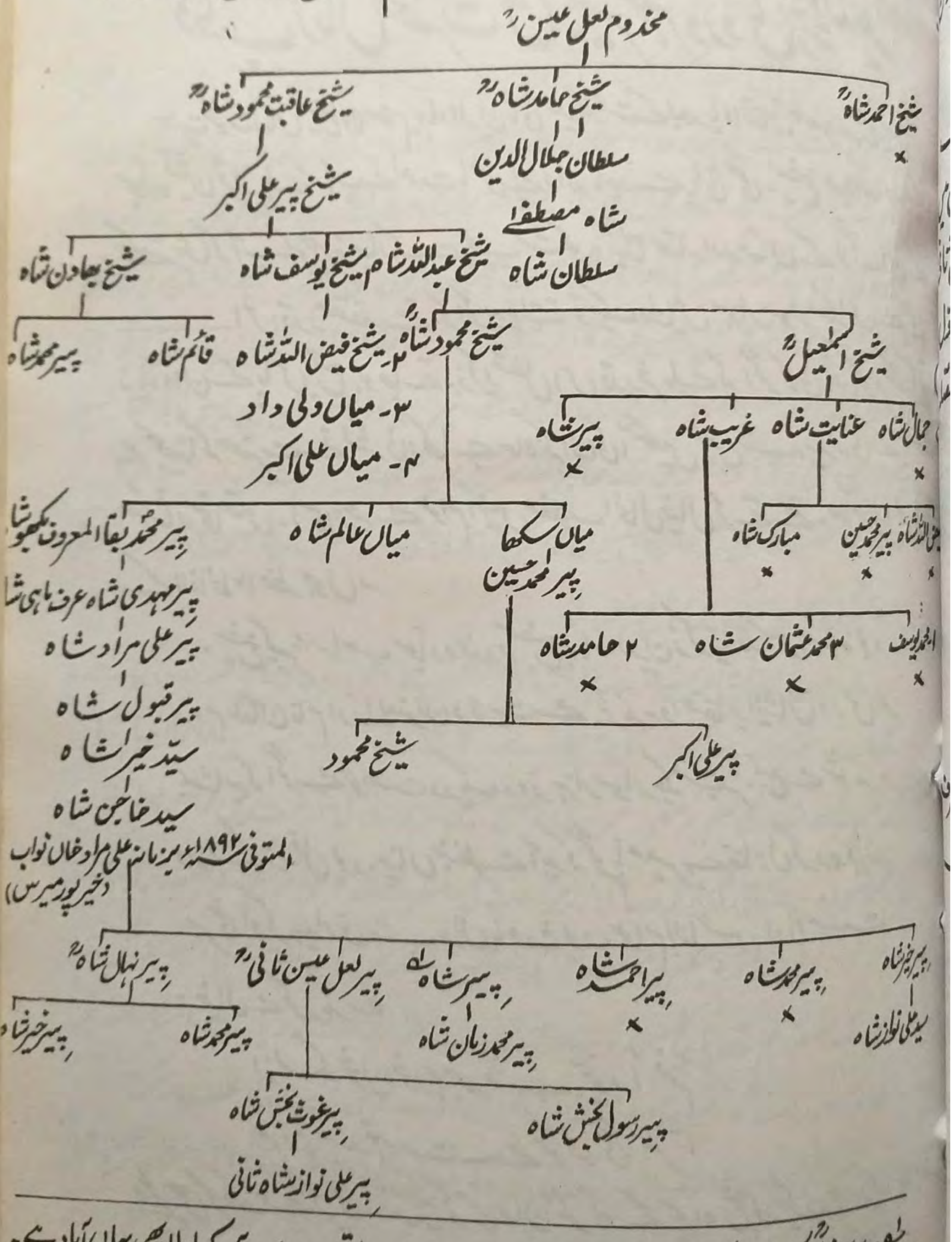

۱؎ پیر سیر شاہؒ کا مقبرہ گوٹھ دلورداری متعلقہ شاہ داد پور میں واقع ہے اور آپ کی اولاد بھی یہاں آباد ہے۔

قطب زماں حضرت شیخ کبیر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت غوث زماں شیخ الاسلام بہاء الدین ثانی علیہ الرحمتہ کے بعد بالاتفاق حضرت شیخ کبیرؒ سجّادہ نشین قرار پائے۔ آپ نے نعمت باطنی اپنے والد ماجد سے پائی تھی۔ شیخ عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ آپ کے چہرۂ مبارک سے عجیب شکوہ ٹپکتا تھا۔ اور ملتان کے لوگ اُن کے اس قدر معتقد تھے۔ کہ اگر یہ چاہتے تو ایک دن میں ہزار سوار، بلکہ اس سے بھی زیادہ ان کے پاس جمع ہو جاتے۔ ذکر و شغل اس قدر فرماتے کہ اگر کوئی اُن کو دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ حضرت نے نشہ پی رکھا ہے۔ حالانکہ ان کی آنکھیں محض شب بیداری کے باعث سُرخ رہتی تھیں۔ اسی وجہ سے عوام اُنہیں مغلوب الحال خیال کرتے تھے۔ علامہ بدایونی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

شیخ کبیرؒ صاحب سجّادہ مخدوم شیخ بہاء الدین زکریّا قدس سرّہٗ بود۔ مردم ملتان نام او را بعنوانِ ولایت سے بُرند۔ واعتقادِ ایشاں در حق او بمثابہ کہ اگر مے خواست در یک روز ہزار سوار بلکہ بیشتر جمع مے شوند۔ واز بسکہ شاغل بود۔ چناں بنظر مے آید کہ گویا معبرے تناول کردہ واز سرخی او کہ بیداری شب مدام باعث بود۔ عوام الناس او را مست خیال مے کردند ؎

از بسکہ خون خورم ہمہ شب بیخود اُفتم
مردم نہند تہمت مے خوارگی مرا

آگے چل کر لکھتا ہے کہ میں نے شیخ کو حسن خان ٹکریہ کے ہمراہ فتح پور سیکری میں دیکھا تھا حضرت

نے ۲۸ جمادی الاوّل ۹۹۵ھ بروز شنبہ دارِ فانی سے عالمِ قدس کو انتقال فرمایا۔ اور اپنے آباءِ کرام کے مقبرے میں سپردِ خاک ہوئے!"

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کا فتح پور تشریف لے جانا کس سلسلے میں تھا۔ اکبری دربار میں سہروردیہ سلسلے کے بے شمار خدّام موجود تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی استدعا پر بادشاہ کی اصلاح کے لیے تشریف لے گئے ہوں۔ جیسا کہ ماثر الامراء کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہباز خان کنبوہ کی دین کے معاملے میں بادشاہ سے سخت جھڑپ ہوئی تھی۔ اور اکبر بے تحاشا بے دینی کی طرف کھچا چلا رہا تھا۔ حسین خان ٹکریہ کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ مولانا جمالیؒ کے صاحبزادے شیخ گدائی اور ان جیسے ہزاروں ارادتمند اس نواح میں موجود تھے۔ نیز اُن کا اپنا خاندان بھی یہیں آباد تھا۔ شیخ بہاؤ الدین مفتیِ اعظم آگرہ اور ان کے صاحبزادے شیخ جنیدؒ کی بڑی شہرت تھی۔ اور شیخ ابوبکر حاکمیؒ کی شخصیت بھی رُوحانی دلچسپیوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ ان کی علمی اور رُوحانی مصروفیتوں کا کسی تذکرہ میں سراغ نہیں ملتا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے عبدالرحیم خانخانان سے متعلق ایک ایسا واقعہ درج کیا ہے۔ جس سے حضرت کے کشف کا پتہ چلتا ہے۔ لکھتا ہے کہ جب عبدالرحیم خانخانان بادشاہ کے حکم سے سندھ کی مہم پر مقرر ہوا۔ تو وہ شیخ حسین لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پانچسو سو روپے نذار گذار کر دُعا کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ "ملک ٹھٹھہ را بپانصد روپیہ نزد تو فروختیم، مظفر و منصور خواہی شُد اما بعد ازیں از کسے ولی استمداد نکنی۔!"

یعنی ملک ٹھٹھہ ہم نے پانچ سو روپے میں تیرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ انشاء اللہ تو مظفر و منصور آئے گا۔ لیکن اس کے بعد کسی دوسرے ولی سے امداد طلب نہ کرنا۔

عبدالرحیم خان خانخانان لاہور سے روانہ ہو کر ملتان پہنچا اور حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ قدس سرہٗ کے آستان قدسی نشان پر فاتحہ پڑھا اور حضرت مخدوم شیخ کبیر المنیر بالا پیر کی خدمت

میں مبلغ یکصد روپے نذر گذارے۔ حضور نے نذرانہ قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ "ملک عشقش از پیش گاہ حسین لاہوری بتو عطا گردیدہ است حالا حاجت نذرانہ گرفتن نیست۔" یعنی ملک عشق آپ کو شیخ حسین لاہوری کی سرکار سے عنایت ہو چکا ہے۔ اس لیے نذرانہ قبول کرنے کی ضرورت نہیں رہا۔ اس واقعہ سے حضرت کے روحانی مرتبہ کی نشاندہی ہوتی ہے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شجرہ اولاد امجاد شیخ احمد کبیر رحمتہ اللہ علیہ

شیخ کبیر بالا پیرؒ

شیخ شہر اللہؒ — شیخ محمد قائمؒ — شیخ فتح محمدؒ — شیخ فیض اللہؒ

اولاد امجاد شیخ کبیر رحمتہ اللہ علیہ

جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہے۔ حضرت شیخ کبیرؒ کے چار صاحبزادے تھے۔

شیخ شہر اللہ۔ شیخ محمد قائمؒ۔ شیخ فتح محمدؒ۔ شیخ فیض اللہؒ۔

اگر آپ کے بڑے فرزند ارجمند شیخ شہر اللہ تھے۔ اور یہی جانشینی کے حقدار تھے۔ لیکن آپ نے حق جانشینی شیخ محمد قائم کو تفویض کر دیا۔ شیخ فیض اللہؒ کا پہلے سے انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے شیخ محمد قائمؒ صاحب سجادہ قرار پائے۔ جب شیخ شہر اللہؒ سفر سے واپس آئے تو انہوں نے سجادگی کا دعویٰ کیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اور سجادگی شیخ محمد قائم کے لیے مسلم ہو گئی۔

خلاصۃ الاحباب کے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

"منقول است کہ فرزند کلاں شیخ کبیر شیخ شہر اللہ بودہ است

دبسبب سیر مریداں بیرون تشریف شریف فرمودہ بودند۔ کہ بعد ایشاں،

وفات شیخ کبیرؒ واقع شد۔ و شیخ فتح محمدؒ دستار سجادگی وجانشینی پدر بزرگوار

خود بشیخ محمد قائم دادہ۔ چوں شیخ شہر اللہ از سفر باز آمد بعد از تعزیت و

فاتحہ خوانی مناقشہ وخصومت دستار و سجادگی وجانشینی پدر درپیش کرد۔

وعاقبت الامر سجادگی وجانشینی بر شیخ محمد قائم مستقیم ماند تاحال برادلاد

ایشاں قائم است!"

اب ہم شیخ شہر اللہ اور شیخ فتح محمدؒ کی اولاد کا ذکر کرتے ہیں۔ شیخ محمد قائم چونکہ صاحب سجادہ ہیں۔ ان کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

شیخ شہر اللہؒ

آپ شیخ کبیرؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ والد ماجد کے انتقال پر گھر میں موجود نہیں تھے۔ اس لیئے برادری نے شیخ محمد قائم کو سجادہ نشین تسلیم کر لیا۔ آپ واپس آئے تو سجادگی کا دعویٰ کیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بایں ہمہ آپ نے شیخ محمد قائم کی سجادگی کو تسلیم نہ کیا اور برابر دعویٰ مخدومی کرتے رہے۔ بعض نسب ناموں میں انہیں بھی سجادہ نشین ظاہر کیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد قائم نے منصب سجادگی میں انہیں برابر کا شریک کر لیا ہو گا۔ اور صورت حال ایسی پیدا ہو گئی ہو گی۔ کہ شیخ شہر اللہ نائب سجادہ کے طور پر جملہ امور انجام دیتے ہوں گے۔ یا ممکن ہے کہ شیخ محمد قائم نے یہ وصیت کر دی ہو کہ جب تک شیخ شہر اللہ صاحب زندہ ہیں۔ میری اولاد میں سے کسی کو صاحب سجادہ نہ بنایا جائے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ شیخ شہر اللہ صاحب کسی نہ کسی

طرح سجادگی سے وابستہ رہے۔ مگر یہ شرف آپ کی زندگی تک ہی تھا۔ آپ کے وصال پر سجادگی واپس شیخ محمد قائمؒ کی اولاد میں منتقل ہو گئی۔

شیخ محمد قائم شاہ سجادہ نشین بارگاہِ غوثیہ ملتان

شیخ محمد قائم شاہ علیہ الرحمتہ کی مسند نشینی کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اگرچہ ان کے بڑے بھائی شیخ شہر اللہ بڑے اثر و رسوخ کے بزرگ تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد قائمؒ ان سے بھی زیادہ دھڑلے کے انسان تھے۔ کیونکہ شیخ شہر اللہ کا تمام اثر و رسوخ اُن کی جلالتِ قدر کے آگے ماند پڑ گیا۔ اور وہ آباء کرام کی مسند شیخ محمد قائم سے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اگرچہ شیخ شہر اللہ نے آپ کی کافی مخالفت فرمائی تھی۔ اور انہوں نے سجادگی لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا۔ بایں ہمہ شیخ محمد قائمؒ نے بڑے تدبر کا ثبوت دیا۔ انہوں نے نہ صرف شیخ شہر اللہ اور ان کی اولاد کو اپنی کچہری میں دائیں جانب بیٹھنے کا شرف بخشا۔ بلکہ اپنے بعد شیخ شہر اللہ کے حق میں سجادگی کی وصیت بھی کر دی۔ جس سے فریقین میں صلح اور آشتی کی فضا قائم ہو گئی۔

شیخ محمد قائم بڑے عابد انسان تھے اور وہ صرف مریدوں کے نہیں۔ بلکہ ملتان کے تمام باشندوں کے ملجا و ماویٰ تھے۔

ایک دفعہ ملتان کے دو آدمی حضرت کی خدمت میں آئے۔ دونوں ایک مکان پر اپنی ملکیت کا حق جتاتے تھے۔ حضرت سے داد خواہ ہوئے۔ آپ نے اپنے ایک ملازم کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ کہ جا کر اس مکان کے ستون سے پوچھو کہ اس مکان کا اصلی مالک کون ہے۔ وہ جس کا نام

لے مکان کا قبضہ اسے دِلا دو۔ چنانچہ ملازم نے ان دونوں آدمیوں کی موجودگی میں ستون سے دریافت کیا۔ اُس نے ایک آدمی کا نام دیا۔ جس پر مکان کا قبضہ اُسے دے دیا گیا۔ پیر صاحب نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

قطبِ حق یہ شیخ محمد قائم است
آنکہ فیضش بر مریداں دائم است

نورِ چشمِ غوثِ دیں شیخ کبیرؒ
عارفِ اسرارِ یزدانِ قدیر

دو کس از سکنانِ ملتان آمدند
درمیانِ خدمتش حاضر شدند

بہر یک خانہ نمودندے نزاع،
جمع دیگر کردہ باشاں اجتماع

حضرت مخدوم راگفتند شاں!
درمیان ہر دو تو حکم رَاں!

خادمے راگفت آں شاہ! آں بروٗ!
درمیانِ خانۂ ایشاں بشو۔!

از ستونش پُرس کایں خانہ زکیست
گوید او تحقیق کز علّت بریست

خادمے اور فت باآں خاصماں
گشت مستفسر ستوں را بر عیاں

اُستین خانہ اش گفت آں ستوں
از فلاں کس ہست اے قدرت فزوں

خانہ باآنکس تعلق یافت زُود!
منفعل واپس شد آں ثانی جود

صد ہزاراں زیں نمط خارق ازواست
شہر ملتان را ہمہ رونق ازواست

از ازل باشد سلامم تا ابد
بر مزارِ پاک آں قدسی جسد!

شیخ محمد قائم علیہ الرحمتہ کے جسدِ اطہر کو حضرت غوث الکونین کے قدموں میں سپردِ خاک کیا گیا۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر آپ کی وصیت کے بموجب شیخ شہر اللہ کو سجّادہ نشین

تسلیم کر لیا گیا اور جب وہ عمر طبعی ختم کر کے عدم آباد کو رخصت ہوئے۔ تو بموجب معاہدہ سجادگی
پیر شیخ محمد قائم علیہ الرحمتہ کے گھرانے میں منتقل ہو آئی۔ اور بالاتفاق آپ کے بڑے صاحبزادے
شیخ کبیر ثانیؒ مسند آرا ہوئے۔

پیر قائم الدینؒ

وھو نکل لائق ودیرہ آباد م گیا پیر قائم الدین کی خانقاہ زیارت گہ خواص وعوام ہے۔ آپ کا شجرہ مقالات
قطبیہ نے اس طرح دیا ہے۔ پیر قائم الدینؒ بن پیر رکن الدینؒ بن پیر چراغ الدینؒ بن پیر فتح دینؒ
بن پیر قائم الدینؒ بن شیخ کبیر المنیر ملتانیؒ، اس سے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت شیخ قائم الدین اوّل کے
تین صاحبزادے تھے یعنی شیخ کبیر ثانی، شیخ شمس الدین المعروف محبوب حقانی اور پیر فتح دین۔
رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

تذکرہ

قطب دوراں عارفِ زماں حضرت شیخ کبیر ثانی قدس سرہٗ

سجادہ نشین بارگاہِ غوثیہ۔ ملتان

شیخ کبیر علیہ الرحمتہ اپنے بزرگوار شیخ شہر اللہؒ کے وصال پر مسندِ غوثیہ پر رونق بخش ہوئے۔
آپ بڑے خدا رسیدہ اور باکرامت انسان تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کو آپ کے زمانے میں کافی فروغ ہوا۔
کہتے ہیں ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور بولا حضرت اگر آپ مجھے لوح و قلم کا مشاہدہ کرا دیں
تو میں آپ کا مرید بن جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اوپر دیکھو۔ اس شخص نے سر اٹھا کر اوپر نظر کی
تو اسے لوح و قلم نظر آگئے۔ اور وہ صدق دل سے آپ کا مرید ہو گیا۔ اس واقعہ کو پیر قادر بخشؒ

نے اس طرح سے نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں سہ

قطبِ عالم حضرت شیخ کبیرؒ
اوبُود سلطان و ملتانش سریر

نورِ چشم شیخ محمد قائم است
ہست دُنیا روزی و او حاتم است

فاضلے آمد درونِ خلوتش
از سعادت یافت رہ در صحبتش!

گفت مے آرم ارادت حالیا
لیک بنما لوحِ محفوظِ خدا

حضرت مخدوم گفتا بر کشا
دیدۂ قدرت نگر بر آسما؛

دید آمد در نظر لوح و قلم
از ازل ہم تا ابد شد مرتسم

لوح مروارید ابیض بودہ است
طول و عرضش کم کسیے پیمودہ است

واں قلم یاقوت احمر در نظر
حرف و خطش روشنائی بصر

فاضل آں دید و مرید پیر شُد
در ولایت شیخ عالمگیر شُد

ایں چنیں دارد کرامت بیکراں
شرح آں جملہ نمودن کے تواں

اے خُدا برساں سلام عاجزاں
با چنیں قطبِ معظم امتناں!

یہ دورِ شاہ جہاں بادشاہ کا تھا۔ صوبہ ملتان شہزادہ مراد بخش کی جاگیر میں تھا۔ شہزادہ نے ملتان شہر کو کافی ترقی دی۔ قلعہ اور شہر کی فصیل کو دوبارہ بنیاد سے چوٹی تک تعمیر کرایا۔ قلعہ کے اندر مسجد جامع کی مرمت کرائی۔ اور لوہاری دروازہ کے باہر جو پل شہر کو قلعہ سے ملاتی تھی۔ اسے خشت داہک سے پختہ تعمیر کرایا۔ اور پاس ہی ایک مسجد، چاہ اور حمام تعمیر کرائے۔ چاہک اور حمام کا تو اب نشان نہیں رہا لیکن مسجد موجود ہے اور حمام والی مسجد کہلاتی ہے۔ دولت دروازہ کے باہر باغ عام و خاص، کچہری اور مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مسجد اب جماعت اہلحدیث کے قبضے میں ہے اس نے مسجد کے

وسیع احاطے میں ضرورت کے مطابق مدرسہ کی عمارتیں تیار کرالی ہیں۔ کچہری کی عمارتیں حوادث دہر کا شکار ہو چکی ہیں۔ البتہ باغ نے اپنے وجود کو ناموافق حالات کے باوجود قائم رکھا ہے۔ یہ تمام عمارتیں پانچ چھ سال کے عرصہ میں ہی مکمل کرلی گئی تھیں۔

الغرض شہزادہ مراد کا دور بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مواضعات ایلم پور اور لنگانہ جو قدیم سے بطور چراغ کے طور پر حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا علیہ الرحمتہ کی خانقاہ مبارک کے حق میں وقف چلے آتے تھے۔ سابقہ حکام نے اپنی صوبیداری کے زمانہ میں ضبط کر لیے تھے۔ شہزادہ نے دوبارہ اس آستانِ قدس کے نام واگذار کردیئے۔ اسی طرح خانقاہ شیخ محمد یوسف گردیزی کے نام موضع ڈِتہ درامیں کو اب موضع گھوٹہ کہتے ہیں اور موضع سانجل واگذار کیے اور سجادگان کے نام پٹہ معافیات کی تجدید ہوئی۔ جو اب تک ان کے خاندان میں بطور ریکارڈ محفوظ چلے آتے ہیں۔

شیخ کبیر علیہ الرحمتہ ۲۰ شعبان ۱۰۵۳ھ کو فوت ہو کر اپنے آباءِ کرام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

مدینۃ الاولیاء ملتان کی مکمل تاریخ (دو جلدوں میں)

پہلی جلد میں عہد قدیم سے مغلوں کے ابتدائی دور تک اور دوسری جلد میں اکبری عہد سے عہد حاضر تک کے حالات مستند حوالجات سے دیئے گئے ہیں۔ امراء پر مشائخ کے حالات کو ترجیح دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ والوں کا شہر ہے اور اسی خصوصیت سے اسے جنوبی ایشیا کے تمام شہروں پر شرف حاصل ہے۔

قیمت جلد اوّل -/۲۰ روپے ═══ جلد دوم -/۳۰ روپے

ملنے کا پتہ:۔ قصر الادب۔ رائیٹرز کالونی ملتان

شجرۂ طیبہ آل امجاد حضرت شیخ محمد قائم علیہ الرحمتہ

شیخ محمد قائم بن شیخ کبیر

شیخ کبیر ثانی — شیخ شمس الدین محبوب خدا — شیخ فتح دین

شیخ بہاء الدین ثانی — شیخ ...الدین — شیخ محمد زمان — شیخ وجیہہ الدین — شیخ محمد باقر

شیخ محمد غوث — شیخ کبیر المعروف ورایا منگو شاہ

شیخ چراغ دین

شیخ رکن الدین

پیر قائم الدین

(درصونکل)

شیخ محمد زمان — شیخ بہاء الدین المعروف بھاون شاہ

شیخ محمد غوث قریشی — شیخ ولایت شاہ — شیخ قائم شاہ

مخدومہ بی بی بانو — شیخ یوسف شاہ

باغ شاہ — پیرے شاہ — بی بی راجی — بی بی رانی

شیخ عماد الدین

شیخ ضیاء الدین — شیخ باقر شاہ — شیخ محبوب شاہ

شیخ علیس شاہ

شیخ بہاء الدین ثانی
محمد قائم
۱۰۹۰

محمد زکریا

شیخ کبیر

شیخ محمد زکریا

شیخ شمس الدّین محبوبِ خُداؒ

اس دَور کے زاہدِ مرتاض اور حضرت شیخ کبیر ثانی علیہ الرحمتہ کے چھوٹے بھائی شیخ شمس الدین محبوبِ الٰہی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپ گوشہ نشین و درویش تھے۔ آپ کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ آپ کی حویلی میں پانی کی مشکیں ہر وقت بھری رہتی تھیں ہر نماز کے وقت غسل کرتے تھے۔ اور کپڑے تبدیل کرتے تھے۔ ہمہ وقت باوضو رہتے تھے۔ کیونکہ شاہجہانی سکے پر کلمہ شریف اور خلفائے راشدین کے اسماءِ گرامی منقّش تھے۔ اس لیئے بغیر وضو اس سکے کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ اپنی دنیا کے آپ بادشاہ تھے۔ ان کے ہاں ہر وقت اوراد نوافل اور تلاوت کلام پاک کا چرچا رہتا تھا۔ بدن ہمہ وقت معطر رہتا۔ آپ زندگی بھر مجرد رہے۔ اس لیئے اولاد کا سلسلہ نہیں چلا۔ عوام اُن کا بیحد احترام کرتے۔ اور محبوبِ خُدا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ تاریخ وفات کا علم نہیں۔ مزار پُر انوار روضہ مطہرہ حضرت قطب الاقطاب شاہ رکنِ عالم علیہ الرحمتہ میں ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

قطب العارفین حضرت شیخ بہاء الدّین قریشیؒ

شیخ کبیر ثانی علیہ الرحمتہ کے پانچ صاحبزادے تھے۔

۱۔ مخدوم شیخ بہاء الدّین رحؒ ۲۔ شیخ ضیاء الدّین محمدؒ

۳۔ شیخ محمد زمان رحؒ ۴۔ شیخ وجیہہ الدین محمدؒ

۵۔ شیخ محمد باقرؒ

شیخ محمد باقر لاولد فوت ہوئے۔ شیخ وجیہہ الدین اور ان کے بھائیوں کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ کیونکہ وہ اور ان کے صاحبزادگان۔ بترتیب مراتب منصب سجادگی سے سرفراز

ہوئے ہیں۔ یہاں حضرت کے سب سے بڑے صاحبزادے مخدوم شیخ بہاء الدین کا ذکر کیا جاتا ہے جو بارگاہِ غوثیہ کے صاحب سجادہ تھے۔

حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین اپنے آباء کرام کی طرح بڑے باخدا اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے بدن میں شدّت کی خارش ہوتی ہے۔ جسم کو کھجلانے سے ناخن زخمی ہو جاتے ہیں۔ بدن سے خون ٹپک پڑتا ہے۔ مگر آرام نہیں آتا۔ حضور میرے حال پر خاص توجہ فرمائیں۔

حضور وضو فرما رہے تھے۔ چلمچی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس کا پانی پی لو۔ آرام ہو جائے گا۔

وہ ارادتمند بلا کراہت چلمچی کا سارا پانی غٹا غٹ پی گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی خارش سے اُسے نجات مِل گئی!

اورنگ زیب مُلتان میں

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرّہ کی ذات والاصفات سے پہلے ملتان ہندوؤں کا گڑھ تھا۔ کوئی اسے کشیپ پوری سے موسوم کرتا۔ اور کوئی پرہلاد پوری کا نام دیتا تھا۔ سورج مندر کی شہرت بھارت کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے درشنوں کے لیے متھرا اور بنارس سے ہزاروں ہندو آتے اور نذریں چڑھاتے تھے۔ لیکن جب حضرت شیخ الاسلام نے اس کفر گڑھ میں توحید کے چراغ روشن کیے۔ تو پھر یہ تمام اسلامی دنیا کا مرکز بن گیا۔ بن گیا۔ یہ شرف اور تقدس آج تک اسے حاصل ہے اور مدینۃ الاولیاء کہلاتا ہے۔ نہ صرف مشائخ طریقت آتے ہیں بلکہ اُمراء اور سلاطین بھی اگر اس جانب کا سفر کریں تو ملتان اُنہیں اپنی توجّہ جاذبہ سے کھینچ لیتا ہے اور جب نو واردوں کی نظر قلعہ معلّٰی کے دو کوہ وقار مقبروں پر پڑتی ہے۔

تو ان کی نگاہیں فرطِ ادب سے جھک جاتی ہیں اور وہ بے اختیار ان بارگاہوں میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ سلاطینِ ماضیہ کی طرح جب اورنگ زیب نے ملتان کا رُخ کیا۔ تو وہ ۱۷ محرم ۱۰۶۸ھ کو ارکانِ دولت کے ہمراہ شیخ الاسلام کے روضۂ اقدس پر بھی حاضر ہوا اور مزار پُرانوار پر عقیدت کے پھول چڑھائے۔ حضرت مخدوم بہاءالدین صاحب سجادہ نشین اپنے اعزا و اقارب کے ہمراہ پہلے سے موجود تھے۔ بادشاہ نے انہیں اور خدام خانقاہ مبارک کو انعام و اکرام سے نوازا۔ بادشاہ ملتان میں صرف پانچ دن رہ سکا پہلے روز اس نے امرا اور شرفائے شہر سے ملاقات کی۔ دوسرے روز مشائخ کرام کے مقابر پر حاضری دی۔ دو یوم مزید قیام رہا۔ ان میں مشائخ شہر اور امراء کو انعامات و خلاع فاخرہ سے نوازا گیا۔ پانچویں دن بادشاہ واپسی کے انتظامات میں مصروف رہا۔

اورنگ زیب نے اگرچہ ۱۰۶۹ھ میں ہندوستان کی بادشاہت کا تاج اپنے سر پر رکھ لیا تھا۔ مگر جب تک شاہجہان زندہ رہا۔ وہ اپنے آپ کو بادشاہ کا نائب ہی سمجھتا رہا امورِ مملکت میں باقاعدہ بادشاہ سے مشورے لیتا اور اُن پر عمل کرتا تھا۔ ۱۰۷۶ھ میں شاہجہاں کا انتقال ہو گیا۔ تو رمضان ۱۰۷۶ھ میں اورنگ زیب نے حسب ضابطہ تخت شاہی پر جلوس کیا۔ ہندوستان میں تاریخی زمانہ سے اس وقت تک کوئی ایسا بڑا بادشاہ نہیں گزرا جیسا کہ اورنگ زیب تھا۔ اس کی سلطنت آسام سے بلخ اور کشمیر سے راس کماری تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور پورے پچاس سال اس نے کمالِ طنطنہ اور شوکت و اجلال سے فرمانروائی کی۔ اس نے ۹۰ برس کی عمر پائی تھی۔ اخیر عمر تک بینائی اس کی درست رہی۔ حواس خمسہ اچھی طرح سے کام کرتے رہے۔ اور ساری عمر جہاد بالسیف کی نذر کر دی۔ وہ خدا ترس، عابد، زاہد اور عالم شہنشاہ تھا قرآن مجید پہلے حفظ تھا۔ تخت شاہی پر قدم رکھا تو صحاح ستہ حفظ کر لیے اپنی ذات کے لیے خزانۂ شاہی سے کچھ قبول نہیں کرتا تھا۔ کلام اللہ کی کتابت سے ۳۵۰ روپے

حاصل ہوئے تھے۔ وہ شہنشاہ نے غرباء میں تقسیم کرا دیئے۔ ٹوپیاں کاڑھنے سے پانچ روپے مہینہ کی بچت ہوتی تھی۔ یہی رقم اس نے تجہیز و تکفین کے لیے رکھی۔ آخری وقت تک کوئی نماز قضا نہیں کی۔ دم نکل گیا۔ مگر تسبیح ہاتھ میں ہی رہی۔ اورنگ زیب نے ۲۸ ذی قعدہ ۱۱۱۷ھ کو وفات پائی۔ اور وصیت کے مطابق حضرت زین الدین قدس سرہٗ کی درگاہ شریف کے جنوب مغربی گوشے میں دفن ہوا۔ شہنشاہ کا مزار بالکل سادہ اور کچا ہے۔ قبر بظاہر ایک تودۂ خاک ہے۔ مگر اس میں وہ کشش ہے کہ لاکھوں پکی قبریں اور گنبد اس پر نثار ہوں۔ اس سادگی کے باوجود قبر سے اتنا جلال ٹپکتا ہے کہ جو بھی زیارت کو جاتا ہے۔ اس پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ خدام اور چوبدار ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔ اور اب بھی نگاہ روبرو، ادب سے، تفاوت سے، آداب بجالاؤ۔ پکارتے رہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ شہزادہ نے اپنے باپ کے کئی عرس خود کیے اور کئی سال تک نواب حمید الدین خان قبر پر جاروب کشی کرتے رہے۔

شہزادہ معظم شاہؒ

اورنگ زیب کے زمانہ میں لشکر خان، تربیت خان اور سیف خان کے بعد شہزادہ معظم شاہ کو صوبہ ملتان مرحمت ہوا۔ یہ شہزادہ کافی عرصہ تک ملتان میں مقیم رہا۔ اس کی عادتیں بہت شستہ اور اخلاق نہایت حمیدہ تھے۔ یہ شہزادہ اکثر بھیس بدل کر رات کو شہر کے گلی کوچوں میں گشت کیا کرتا تھا۔ ایک رات مخدوم شاہ محمد یوسف گردیزی رحؒ کے آستانہ پر حاضر رہ کر صاحب سجادہ کی عبادت و طاعت کا مشاہدہ کرتا رہا۔ صبح کو دربار میں فخر کے طور پر اس واقعے کا ذکر کیا۔ اور اسپ مع ساز و پانچ سو روپے نقد نذر کے طور پر اس خدایاد مخدوم کی خدمت میں بھجوا دیئے۔

نواب محمّد سعید قریشیؒ

اسی زمانے میں ایک قریشی نوجوان منظرِ عام پر آتا ہے۔ جس کے بارہ میں قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس کا حضرت زکریّا علیہ الرحمتہ کے خاندان عالیشان سے نسبی تعلق بھی تھا۔ یا نہیں۔ لیکن عقیدت وارادت میں اپنے معاصرین سے وہ بہت آگے بڑھا ہوا ہے۔ حضرت غوث العالمین قدس سرّہٗ کی شان میں اس نے ایک قصیدہ اپنی کلیات میں درج کیا ہے۔ جس سے اس کی حسنِ ارادت کا عکس ٹپکتا ہے۔ لکھتا ہے ؎

شہ ممالک حق الیقیں بہاءالدین ۔ کہ رحمتے ست بعالم ز کردگارِ رحیم
زروئے فخر زند نوبت شہنشاہی ۔ زفیضِ مقدم او ملتان بہفت اقلیم
شہے کہ خاک درش را زفخر جا دادند ۔ شہاں برافسر دیہم خود چو درِّ یتیم!
تراست ملک و ملک ہر دو بندۂ قربال ۔ تراست دین و دُنیا ہر دو خانہ زاد قدیم
کسے کہ پیروِ خُلق حمیدۂ تو بود! ۔ منزّہ آمد چو روح از صفات ذمیم
مرا کہ کعبۂ مقصود شد حریم درت ۔ خدا نصیب کند طواف آں خجستہ حریم

بجز جناب تو دارالشفائے داند
دلم کہ از مرضِ یاس گشتہ است سقیم

نواب محمد سعید قریشی اپنے آپکو "پیرو شیخ عراقی" کہتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے "کلیات" کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

" در اوائل حال پر اختلال کہ درد طلب گریبان گیر خاطرِ ایں حقیر در طلب شدہ، اکثر اوقات از طواف مزارات متبرکہ مشائخ دارالامان خطۂ ملتان کہ مسقط الراس ایں احقر الناس است، اکتساب انواع سعادات و اقتباس

اقسام برکات نمودہ بجہت استفادہ و استفاضہ لبا ایّام و لیالی بصد ہزار
درد نالی دراں اماکن فیض مواطن مے گذرایند خصوصی بآستان بوس
روضہ منوّرہ مطہرہ قدوۃ الاولیا برہان الاصفیاء، قطب الاعظم، غوث الاکرم
حضرت شیخ بہاء الدین زکرّیا و حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح فیض اللہ
قدس سرہما کہ والی و الائے گروہ سعادت پژدہ اولیائے آل ولایت
اند...... سعادت اندوز دائمی و چراغ افروز دولت ابدی بود۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ نواب محمد سعید خان قریشی کا اصل وطن ملتان ہے۔ وہ شروع سے ہی فقر و تصوّف کی طرف مائل تھے۔ اور حضرات مشائخ سہروردیہ رحمہم اللہ علیہم کے مقابر کی زیارت اور ان کی روح صادقہ سے استفاضہ کیا کرتے تھے۔

آگے لکھتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث العالمین قدس سرّہٗ کے سجّادہ نشین مخدوم شیخ بہاء الدین ؒ ان کے گھر میں تشریف لے آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں "اپنا دیوان مرتب کرو۔" چنانچہ اس فرمان کی تعمیل میں اس نے اپنے تمام کلام کو کلیات کی صورت میں مرتب کیا۔

نواب محمد سعید خاں کے اوائل حال کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ اس وقت لوگوں کے سامنے آتا ہے جبکہ وہ سلطان مراد بن شاہ جہاں کا مصاحب ہو کر احمد آباد گجرات گیا اور تھوڑی مدّت میں شہزادہ کا مقرّب بن گیا۔ اور اس کی مدح میں بلند پایہ قصائد لکھے وہ سخنوری کے سب اقسام کا ماہر تھا۔ روزمرہ اس کا صاف اور طرزِ کلام ایسا تھا۔ کہ ملوک و خوانین ایک لمحہ کی صحبت میں اس پر فریفتہ ہو جاتے تھے اس لیے کہ وہ حاضر جواب، بدیہہ گو تعبیر و علم فراست کا ماہر تھا۔

ایک دفعہ عید کے موقع پر جشن مسرت منایا جا رہا تھا اور تمام شعرائے دربار

اپنے اپنے قصائد سنا رہے تھے۔ شہزادہ مراد نے چشم و ابرو کے اشارہ سے سعید خان سے پوچھا۔ کہ آپ نے بھی کچھ لکھا ہے۔؟

خان صاحب کچھ لکھ کر نہ لائے تھے۔ لیکن موقع ایسا آگیا تھا۔ کہ انکار وابا گستاخی و توہین کی صورت اختیار کیے جا رہے تھے۔ اس لیے خان صاحب نے خاموشی سے جیب سے ایک کاغذ نکالا۔ اور شہزادہ کا اشارہ پاتے ہی اسے سامنے کر کے پڑھنا شروع کیا۔

؎

روزِ سعید است لب خشک مے آلود کنید ۔ چارۂ کارِ خود اے تشنہ لباں زود کنید
دیر گاہ است کہ از دیرِ مغاں دور ترم ۔ زود باشید بہ کف جام مے آمود کنید
حرف بے حرفۂ واعظ نتواں کرد بگوش
گوش بر زمزمۂ چنگ و نے وعود کنید

شہزادہ کو محمد سعید خان کا یہ کلام بہت پسند آیا۔ اور ان سے کہا کہ یہ کاغذ ہمیں دے دو۔ کاغذ ہاتھوں میں لے کر جو دیکھا تو بالکل صاف تھا۔ کہیں ایک حرف بھی اس پر لکھا ہوا نہ تھا۔ اس وقت سب کو معلوم ہوا کہ نواب صاحب گھر سے کچھ لکھ کر نہ لائے تھے۔ انہوں نے جو کچھ پڑھا تھا فی البدیہہ پڑھا تھا۔ شہزادہ اور تمام درباری انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس واقعہ کو تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ بادشاہ کو شہزادہ کی غلطیوں کی شکایت پہنچی۔ تو اس نے اپنے ایک معتمد منصبدار علی نقی کو شہزادہ کا دیوان بنا کر احمد آباد بھیجا۔ اور شہزادے کو تاکیدی فرمان میں حکم دیا کہ دیوان کی صلاح و صوابدید سے تجاوز و انحراف نہ کرے۔ دیوان نے تھوڑی سی مدت کے بعد نواب محمد سعید کو موقوف کر دیا۔ وہ شاہجہان آباد پہنچ کر کچھ روز داراشکوہ کی ملازمت میں رہا۔ لیکن جب وہ قتل ہوا تو شہنشاہ اورنگ زیب کی سرکار میں ملازم ہو گیا۔ اور گو منصب کچھ اتنا زیادہ نہ تھا۔ مگر مقرب ایسا

بنا کہ بڑے بڑے اُمراء کو اس پر رشک آنے لگا۔ آخر بادشاہ کے حکم سے وُہ ملتان آیا اور وہاں روز پنجشنبہ اواخر رمضان ۱۰۷۸ھ فوت ہُوا۔ اور اپنے ہی تیار کردہ مقبرے میں دفن ہوا۔ نواب محمد سعید خان قریشی کا مقبرہ متصل بازار چوٹی سرائے محلہ سعید خاں قریشی (ملتان) میں واقع ہے۔

نواب محمد سعید خان کا کلام کلیاتِ سعید خانؒ سے موسوم ہے۔ جو ۲۴۶ اوراق پر مشتمل ہے۔ تقطیع ۱۰×۶ انچ سطور ۱۹ اخط نستعلیق متوسط تاریخ کتابت ۱۱۳۰ھ (سنہ ۷ جلوس فرخ سیر) کلیات کے شروع میں مُصنّف کا اپنا دیباچہ ہے۔ یہ مجموعہ قصائد رباعیات، مثنویات، قطعات، دیوان، غزلیات، مرتب، غرض مختلف اصنافِ سخن پر حاوی ہے۔

سعید خان ایک پختہ کلام شاعر ہے۔ تعجب ہے کہ اس کا کلام اب تک طبع نہیں ہُوا۔ سوائے ایک نفیس قصیدے کے جو حضرت امام علی موسٰی رضا علیہ السلام کی منقبت میں ہے۔ اور جسے شیر خان لودھی نے اپنی کتاب "مراۃ الخیال" میں دیا ہے۔ وہ تین شعر جو اُوپر درج ہیں یہ "شمع انجمن" میں طبع ہو چکے ہیں۔ نواب محمد سعید خان کا مقبرہ ایک باغ میں واقع تھا۔ پاس ہی ایک مکتب اور مسجد تھی۔ اب صرف مقبرہ رہ گیا ہے۔ خالصہ دَور میں باغ میں مکانات تعمیر کر لیئے گئے۔ مسجد ایک کونے میں یادگار کے طور پر باقی رہ گئی ہے اور وُہ مقبرہ کے احاطہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ مقبرہ خستہ حالت میں ہے۔ اس کے چاروں اطراف میں آیاتِ قرآنی دَرج ہیں۔ قبریں گلی ہیں۔ اور تہ خانہ میں ہیں۔ اوپر دوہری قبریں بنی ہوئی ہیں۔

لہ :- مقبرے پر تاریخہائے وفات دخل جنات اور داخل شدہ جنت سعید خانؒ مرقوم ہیں۔ اور نیچے ۱۰۰۱ھ درج ہے۔ ممکن ہے یہ تعمیر مقبرہ کی تاریخ ہو۔

بیرونجات سے علمدوست سیاح آتے ہیں تو انہیں اس مقبرہ کی تلاش میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ خود ہمسایہ لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ اس مقبرہ میں کس پائے کا امیر اور شاعر محوِ خواب ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت مخدوم بہاء الدین ۸ ار جمادی الثانی ۱۰۹۰ھ کو راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ ان کا صرف ایک ہی صاحبزادہ تھا۔ مخدوم شیخ محمد قائم۔ اور وہی آپ کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حضرت مخدوم شیخ قائم الدین علیہ الرحمتہ

مخدوم شیخ قائم الدین المعروف قائم شاہ حضرت مخدوم بہاء الدین کے اکلوتے فرزند تھے نامور باپ کے انتقال پر سجادہ نشین قرار پائے۔ ان کی قلندرانہ طبیعت تھی۔ ملامتی مسلک رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے اورنگ زیب کو یہ خبر پہنچائی۔ کہ مخدوم قائم الدین شراب پیتے ہیں۔ بادشاہ نے ایک خواجہ سرا کو حکم دیا کہ مخدوم کے خلوت خانے میں جاکر بوتل کو مہر کردے۔ اور پھر اس بوتل کو مع مخدوم صاحب حاضر دربار کرے۔ خواجہ سرا نے شاہی حکم کی تعمیل کی۔ اور حضرت مخدوم دربار میں حاضر کیے گئے۔

بادشاہ نے اس بوتل کو حضرت مخدوم کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اسے کھولیے۔

حضرت مخدوم نے بوتل کی مہر توڑی۔ اور شراب کو ایک پیالے میں انڈیل دیا۔ شراب دودھ کی مانند ہوگئی۔ بادشاہ نے اسے چکھا تو میٹھا دودھ ہی تھا۔ لیکن جب حضرت نے اپنے لیئے وہی شراب پیالے میں ڈالی۔ وہ مرغ کے خون کی طرح بالکل سرخ ہوگئی۔ بادشاہ جو اب شراب کی کنہ پہنچ چکا تھا۔ اس نے وہی شراب طلب کی۔ مگر حضرت نے دینے سے انکار کر دیا۔ فرمایا۔ کہ آپ کے لیئے وہی دودھ کافی ہے اب

اس واقعہ کو شیخ قادر بخش کی زبان سے سُنیئے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

غوثِ عالم قطبِ اقطابِ جہاں — قائمِ حق ثانیِ پیرِ زماں!
قرۃ العینِ بہاءُ الدین بود — صاحبِ تعظیم ہم تمکیں بود
در زمانِ آں ولی بے شک و ریب — فرمانروائی داشتے اورنگ زیب
گفت غمازے بسلطاں بے حجاب! — حضرتِ مخدوم مے نوشد شراب
حکم شد خواجہ سرائے بر رود! — درمیانِ خلوتِ رازش رود
مہر سازو شیشۂ آں بادہ را — آوُرد آں شیشۂ نکشادہ را
ہم بیارد حضرتِ مخدوم را — پیش آں شاہنشہ با اعتلا!
رفت ناظر پیر را آورد زُود — شیشۂ با مہر را ہم بر بکشود
شاہ بگرفت و بدست پیر داد — گفت شہ ایں شیشہ را باید کُشاد
حضرت مخدوم مہرش بر کشود — بادہ را اندر پیالہ ریخت زود
بادہ شد مانند شیرِ باصفا — داد مخدوم جہاں شاہنشہ را
خورد شاہنشہ کہ شیریں شیر بود — بوئے عنبر داشت ایں تاثیر بود
چوں برائے خود مے اندر جام کرد — سرخ چوں خونِ خروش آشام کرد
شاہ را شد باز شیریں خوش مذاق — بادہ بہر مرشد در عشق طاق
شاہ بہرِ من ہم بادہ دہ! — شیر چہ بود بادۂ حق دادہ بہ

گفت نبود در نصیب ایں شراب
شیر بہتر با تو اے عالیجناب

پیر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم نے شیر پال رکھے تھے۔ لیکن ان پر سواری نہیں فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم صاحب لاولد فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ۲۲ ذی الحج ۱۰۹۶ھ ہے۔

شیخ ضیاء الدین محمد ثانی علیہ الرحمتہ

یہ شیخ ضیاء الدین محمد حضرت مخدوم بہاء الدین ثالث علیہ الرحمتہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور طریقت و معرفت میں خاص مقام رکھتے تھے۔ ایک دفعہ اُن کے خادم نے عرض کی۔ کہ حضرت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ اس رات تیرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ خادم خوشی خوشی گھر گیا۔ رات کو اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک عظیم الشان عمارت کے آگے لوگوں کا ہجوم ہو رہا ہے۔ ایک خادم اندر سے نکل کر بلند آواز سے بولا۔ اے مسلمانو! ملتان کے مخدوم کا خادم کون ہے۔ اُسے پیغمبر آخر الزمان طلب فرما رہے ہیں۔ خادم یہ آواز سُن کر آگے بڑھا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ ایک تخت پر حضرت رسولِ خدا تشریف فرما ہیں۔ اور خلفائے راشدین۔ صحابہ کرام اہلبیت عظام۔ حضرت محبوب سبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی حضرت غوث الخلائق بہاء الدین زکریّا اور دوسرے اکابر مشائخ پروانہ وار شمع نبوّت پر فدا ہو رہے ہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خادم سے فرمایا۔

اے بھائی! مخدوم ضیاء الدینؒ نے مجھ سے التجا کی ہے۔ کہ تجھے اپنی زیارت کرا دُوں۔ یہ سُن رکھو۔ کہ میرے دوست اور ان کے مرید سب بہشت میں جائیں گے۔ تیری جگہ بہشت میں میرے قریب ترین ہے۔ شیخ کے خادم کو سمن کے چند پھول دے کر رخصت فرمایا۔ بیدار ہو کر اس نے دیکھا تو وہ پھول بالکل تر و تازہ اس کے پاس رکھے تھے پیر قادر بخشؒ نے اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں اس طرح نظم کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

شہ ضیاء الدین محمد ثانی است　　آنکہ قصر فیض را او بانی است
عمِّ پیر ما محمد قائم است　　نام پاکش در جہاں تا دائم است
خادمے گفتش کہ اے پیر بزرگ　　نیست کس مانند تو قطب سترگ!
خواہم از لطف تو دیدارِ رسولؐ　　التماس بندہ را فرما قبول!
حضرت مخدوم گفتش شب ترا　　مے شود حاصل مراد و مدعا
رفت آں خادم بخانہ شادماں!　　خفت چوں ہنگام شب صلوٰۃ خواں
دید دربارے معظم آستاں　　در جلو خانہ ستادہ مردماں
یک لبا دل خوشتر آمد اندروں　　گفت باصوۃ علی کائے مسلموں
خادم مخدوم ملتان کیست آں　　خواندہ اش پیغامبر آخر زماں
رفت خادم دید بزم باصفا　　بر سرِ مسند نشستہ مصطفیٰؐ
چار یار و دیگر اصحابش ہمہ　　اہل بیت و پاک احبابش ہمہ
شاہ غوث المعظم و مرشد شہاب　　ہم بہاء الحق رکن مستطاب
از مشائخ چوق چوقے فوج فوج　　نیروئے مجلس چو دریا موج موج
گفت پیغمبرؐ بخادم کائے اخی!　　شہ ضیاء الدین بمن شد ملتجی
تا زیارت دادمت از لطف خاص　　بشنو اکنوں ایں کلام اختصاص
پر توی باشد بہشتی یار من　　ہم مریدانش تمامی بے سخن
ہم ترا در خلد جا نزد من است　　حاصلت ہر مدعا نزد من است
بعد ازانش داد گلہائے سمن　　کرد رخصت زاں بہا از انجمن
گشت چوں بیدار گلہا نزد او　　ہم چناں موجود با خوش رنگ و بو
ہکذا اکثر کراماتش بود　　جملہ آں دلربا دلکش بود

مخدوم شیخ وجیہہ الدین قریشی علیہ الرحمتہ

سجادہ نشین بارگاہِ غوثیہ

شیخ ضیاء الدین محمد ثانی کے وصال پر ان کے بھائی شیخ وجیہہ الدین بارگاہِ غوثیہ کے صاحب سجادہ قرار پائے۔ ان کا ایک فرزند میاں وریا تھا جو عالم شباب میں فوت ہو گیا۔ اس لئے مخدوم وجیہہ الدین کے انتقال پر سجادگی شیخ ضیاء الدین محمد کے صاحبزادے مخدوم زکریاؒ کو منتقل ہو گئی۔

مخدوم محمد زکریا علیہ الرحمتہ

مخدوم محمد زکریا علیہ الرحمتہ اپنے چچا بزرگوار مخدوم شیخ وجیہہ الدین کے انتقال پر مسند آرائے سجادگی ہوتے۔ آپ کا صرف ایک صاحبزادہ تھا شیخ کبیر آپ کی زندگی میں عالم بقا کو رخصت ہو گیا تھا۔ ان کے دو معصوم بچے محمد زکریا اور ریس شاہ بھی صغر سنی میں ہی خلد بریں کو سدھار گئے خدا کی شان جس پاک شخصیت کا اپنا بھرا پرا گھر اناز رخصت ہو گیا۔ جس وجود گرامی کا اپنا گلشن خزاں کی نذر ہو گیا۔ وہ دوسروں کے لیے امید گاہ اور دکھی دلوں کا سہارا تھا۔ لوگ آتے۔ دعائیں کراتے اور شاد کام رخصت ہوتے تھے۔

شیخ عماد الدین قریشی رحمتہ اللہ علیہ

آپ ضیاء الدین محمدؒ کے صاحبزادے اور مخدوم محمد زکریاؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کے بڑے صاحب اثر بزرگ تھے۔ پیر قادر بخش قریشی کی بیعت کا سلسلہ ان کے حلقے سے مخدوم محمد زکریا علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے۔ انہوں نے حضرت کی شان میں مدح سرائی تے

ہوئے اس کرب اور درد کا اظہار کیا ہے۔ کہ کوئی مؤرخ یا شاعر ایسے خدا یاد درویشوں کے حالات جمع کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اس لیئے دنیا ان کے علم و فضل اور کمالاتِ روحانی سے ناواقف ہے۔ کوئی فیضی ہوتا کہ ان کے فیوض و برکات کو حیطۂ تحریر میں لے آتا۔ مولانا روم جیسا کوئی صاحبدل ہوتا تو ان کے کارہائے زریں کو مثنوی کے رنگ میں اجاگر کرتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

سرِ سردار جملہ اولیاء
شیخ عماد الدین محمدؒ پیر ما

ابنِ ربِّ قطب عالم زکریا ست
از برادر وارثِ فقر و فنا است

از بزرگان فضلہا دارم بسے
از خوارق ہاش گفتہ ہر کسے

گر نمایم شمۂ از وے بیاں!
ہمچو شاہنامہ شود جلدے کلاں

مولوی روم باید تا کند!
شرح آں در مثنوی یکیک سند

اندریں دوراں بودے عطارؒ کو
تا نویسد اندک از اوصاف او

انوری باید کہ آرد در قلم
وصف پیر پاکدامن زیبا شیم

حیف قاآنی باید مردہ پیش ازیں
ورنہ بنوشتے صفاتِ پاک دیں

عرفی معروف اندر روزگار
مینوشتے مدح پیرِ نامدار

گر فیضی زندہ بودے در جہاں
فیض او را شرح دادے از بیاں

دید چوں شوکت زشانِ شوکتش
در بخارا ماند اندر حیرتش!

عصمت از معصومیش متحیّر است
وصفش از افکارِ صائب برتر است

ناصر دینِ خدا شد آں ولی!
عاجز از اوصاف او ناصر علی

یا الٰہی صد تحیّت صد درود!
بر مزارش ساز از بندہ درود

پیر صاحب کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ عماد الدین علیہ الرحمۃ بڑے مخیّر انسان تھے۔ محتاج اور مساکین کو بے دریغ دیتے تھے۔ اور ان کے جود و سخا سے ایک جہان مالامال تھا — ! رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ضیاء الدین محمد ثالثؒ

شیخ عماد الدین علیہ الرحمۃ کے تین فرزند تھے۔ شیخ ضیاء الدین۔ شیخ باقر شاہ اور شیخ محبوب شاہؒ۔ شیخ عماد الدین نے اپنے بڑے بھائی مخدوم محمد زکریا علیہ الرحمۃ سے نعمت باطنی پائی تھی اور یہ نعمت ان کے بڑے صاحبزادے شیخ ضیاء الدین کو پہنچی۔ پیر قادر بخش صاحب نے ان کا بڑے شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ ان کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ پیر صاحب بڑے مالدار انسان تھے۔ لیکن بایں ہمہ ان کا پاک دِل ہر وقت اپنے مولا کی یاد میں مصروف رہتا تھا۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے خبر تھے اور ان کا طائرِ خیال ہمہ وقت عالم ملکوت کی سیر میں مصروف رہتا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

قطبِ حق واقفِ زسِرّ کبریا — آں ضیاء الدین ثالث پیر ما
نورِ چشم شاہ عماد الدین ماست — چوں بہاء الحق محبوبِ خداست
رکن ملتان حضرت مخدوم شرع — محرم اسرار جملہ اصل و فرع
طائر قدسی نشکار دام او — عقل اوّل مست گشت از جام او
عمراں پیراں داشت آں پیر رفیع — لا اوبالی ہمچو طفلانِ رضیع !
ملک و مال و دولتِ بسیار داشت — لیک با حق در دِل خود کار داشت
کار پرداز اں بکارش مشتغل — او بحق مشغول غیر از غش دغل
ظاہر او سالکانہ مے نمود ! — باطنش را جذبۂ مولا ربود !

بود در دنیا ز دنیا بے خبر — سیرِ ملکوتش بخاطر جلوہ گر
وصفہائے او بسے دادے تمام — گشت ظاہر بر خواص و بر عوام
گوش کن اے عشقباز سہرورد
شائق افشائے رازِ سہرورد

شیخ ضیاء الدین محمدؒ سے نعمت باطنی پیر محبوب شاہ کو منتقل ہوئی۔ اُن سے شیخ شہر اللہ الملقب بہ پیر نور شاہ نے اکتساب فیض کیا۔ ان سے پیر غلام رکن الدین نے اور ان سے یہ دولت پیر سید میر عالم علیہ الرحمتہ کے حصے میں آئی۔

حضرت سیّد میر عالم سہروردی

حضرت سید میر عالم سہروردی علیہ الرحمتہ حضرت شیخ شہر اللہ الملقب بہ پیر نور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ شریعت مصطفویؐ کے عاشق زار اور اپنے دور کے بہت بڑے عابد، جود وسخا میں حاتم ثانی اور زہد وورع میں بایزید کی صحیح تصویر تھے۔ ان کی زندگی کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے ایک مرید پیر قادر بخش قریشی علیہ الرحمتہ کو مشائخ سہرورد کے حالات منظوم کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ پیر صاحب اپنی کتاب "گل بہار" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:-

میر عالم مظہر فیض و کرم — سیّد والا ہمم زیبا شیم
کرد فرمائش زذرّہ پروری — بندۂ منشی را شفیع قادری
کہ بدانش شہرۂ ہندوستاں — طوطیٔ شیریں نوائے بوستاں
شجرۂ پیرانِ پاکِ سہرورد — مے بباید مر ترا التحریر کرد
اندک اندک از کرامات ہمہ — بر نویس اوصاف درجات ہمہ

غلعت و نعمت عنایت ساز مت / صد مروّت صدر عایت ساز مت
حسب ارشاد مربّی ایں کتاب / کردہ ام تصنیف از بہرِ ثواب

پیر قادر بخش صاحب نے اپنے شیخ طریقت کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہے جس کے جستہ جستہ اشعار درج ذیل ہیں ؎

میرِ عالم فیض منظر مہربان / کامیاب و کام بخش و کامران
در جوانی پیر اُو را دیدہ ام / مثل او در دہر کم بشنیدہ ام
عاشقِ حسن رسول اللہ بود / از تمامی سرِّ حق آگاہ بود
روز و شب اندر قیام و در قعود / کار او ہرگز نباشد جز درود
مظہر الطاف و اکرام و عطا / صاحبِ اقبال و منظورِ خدا
ہمتش چوں حاتم از وے ہم فزوں / وصف او از دانش و عقلم فزوں
کار او در روز و شب جود و سخاست / ایں چنیں توفیق کو دیگر کراست!
تابع شرع محمد مصطفےٰؐ است / دوستدار چار یارِ باصفا است

نور رویش شہر را گلشن نمود!
کوچہ و بازار را روشن نمود

(الیٰ آخرہٖ)

پیر شیخ غلام رکن الدین قریشی علیہ الرحمۃ

پیر غلام رکن الدین کا اجمالی ذکر ہو چکا ہے۔ کہ سید میر عالم سہروردی جیسے خدا یاد درویش ان کے ارادتمندوں میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں آپ بہت سے گھرانوں کے مورث ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ پیر منوّر شاہ اور پیر عماد الدین۔ پیر منوّر شاہ لاولد تھے

اور پیر عماد الدین کے چار فرزند تھے۔

۱- پیر غلام بہاء الدین　　۲- پیر غلام صدر الدین

۳- پیر محمد حسین　　۴- پیر ضیاء الدین

پیر غلام بہاء الدینؒ کا صرف ایک صاحبزادہ تھا —— پیر رکن الدین اور وہ لاولد انتقال فرما گئے۔ پیر محمد حسین اور پیر ضیاء الدین بھی بے اولادی کا داغ سینے میں لیئے عالم باقی کو رخصت ہوئے۔ اب شیخ غلام صدر الدین علیہ الرحمۃ ہی رئیس خاندان تھے اور مسند سجادگی پر مخدوم محمد غوث رح رونق افروز تھے۔ انہیں سجادگی ایسے مخدوش حالات میں ملی تھی۔ کہ ملتان کا حکمران نواب مظفر خان دو طاقتوں کے درمیان بُری طرح پس رہا تھا۔ ایک طرف تو وہ شاہ کابل کا باجگذار تھا اور اُسے برابر خراج ادا کرتا تھا۔ دوسری جانب لاہور کے سکھ تھے۔ جو اس سے ناقابل برداشت جرمانے وصول کرتے تھے۔ رنجیت سنگھ کی کافی عرصہ سے ملتان پر نظر تھی۔ وہ ۱۸۰۲ء سے برابر اس تاریخی شہر پر حملے کر رہا تھا۔ ہر حملے کے وقت نواب تو قلعے میں محصور ہو جاتا۔ اور سکھ ملتان شہر اور اس کے مضافات پر چھا جاتے۔ مسلمانوں کو خوب لوٹتے اور ان کی عزتیں برباد کرتے۔ اسلامی یادگاریں مٹائی جا رہی تھیں اور مساجد کو گوردواروں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ مسجد نواب علی محمدؐ خان میں گرنتھ رکھوا دیا گیا۔ سکھو حملا اور اس میں کچہری لگاتا تھا۔ مسجد کی پیشانی کے یہ اشعار اس حقیقت کے شاہد ہیں۔

بماند در کفِ سنکھاں بسال سی و چہار
اسیر و بند کہ می کرد ماہ و سال فغاں
چوں کرد نور محمدؐ کشادہ از بندش
بتافت ہمچو ستارہ زِ ظلمت سنکھاں

ملتان سے مہاجرت

اس وقت حضرت غوث العالمین کی حملہ آل امجاد قلعہ میں دونوں خانقاہوں کے درمیان رہائش رکھتی تھی۔ ان کی پوری آبادی محلہ شیخانہ سے موسوم تھی جب سکھوں نے ملتان پر حملہ کیا اور قلعہ میں لوٹ مار شروع کی تو محلہ شیخانہ کی تمام آبادی خانقاہوں میں منتقل ہوگئی۔ اور ان کا مال واسباب سکھوں نے لوٹ لیا۔

سکھوں کی فوج میں فیروز پور کا ادو خان نامی ایک ڈوگرا چھے عہدے پر ملازم تھا۔ اس نے پیر صاحبان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ ملتان میں سخت بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ خدا معلوم فاتح افواج کے کیا ارادے ہیں۔ امن قائم ہونے تک اگر آپ کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں تو میں آپ کو حفاظت سے پہنچانے کا ذمہ لیتا ہوں۔

پیر صاحبان نے قادر پور راں میں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ مقام ملتان شہر سے پندرہ میل مشرق کو اس سڑک پر واقع ہے۔ جو لاہور کو جاتی ہے۔ ادو خان نے قادر پور کے زمینداران کو اطلاع دی جس پر وہ فوراً سواریاں لے کر پہنچ گئے اور پیران عظام اور ان کے بال بچوں کو عزت وآبرو سے سوار کر کے قادر پور میں لے گئے۔ پیر صاحبان کا ارادہ یہی تھا کہ امن قائم ہونے پر ملتان واپس تشریف لے جائیں۔ لیکن جب مکانات ہی نہ رہے۔ تو مکیں جا کر کیا کرتے اس لیئے شیخ بہاء الدین اور شیخ صدر الدین (رحمہم اللہ علیہم) دونوں نواب صاحب بہاول پور کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اور نواب صاحب نے انہیں ضلع بہاول نگر میں چند مواضعات گذارہ کے لیئے دے دیئے نیز جو یہ قوم کے مریدوں نے بھی کافی نذر و نیاز مقرر کردی۔ اس لیئے دونوں بھائی اس جگہ مقیم ہوگئے اور اپنے جد اعلیٰ کے نام کی نسبت سے غوث پور نام کا ایک گاؤں آباد کیا۔ کچھ عرصہ بعد دونوں بھائی مارواڑ کی طرف اپنے مریدوں کے ہاں روانہ ہوگئے۔ ادھر

ملتان میں مخدومہ راج بی بی شدید طور پر بیمار ہوگئیں۔ انہوں نے اپنے ان عزیزوں کی سخت ڈھنڈیا کرائی۔ جب کوئی پتہ نہ چلا تو اس نے مخدوم شاہ محمود کے نام سجادگی کی وصیت کردی۔ اور مخدومہ کے انتقال پر نئے سجادہ نے تمام املاک پر تصرف کر لیا۔

ادھر ریاست کشن گڈھ میں ٹونکرہ کے مقام پر شیخ بہاءالدین کا انتقال ہوگیا۔ اور انہیں ایک پہاڑی پر دفن کردیا گیا۔ جب حضرت شیخ صدرالدین محمدؒ سفر سے واپس ملتان آئے۔ اور بی بی صاحبہ کی وفات سے مطلع ہوئے تو انہوں نے جاگیرات حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیے مایوس ہو کر واپس تاور پور تشریف لے گئے۔ اور صبر و سکون سے زندگی بسر کرنے لگے۔ مخدوم غلام رکن الدین پسر مخدوم غلام بہاءالدین نے ۳ مئی ۱۸۸۳ء کو پولیٹیکل ایجنٹ لدھیانہ کو درخواست دی۔ اور سجادگی کے لیے ممکن حد تک کوشش کی۔ مگر چونکہ مخدومہ راج بی بی کا وصیت نامہ بحق شاہ محمودؒ موجود تھا۔ اس لیے حکومت نے اس پر غور نہ کیا۔ اور یہ مقدمہ زائدالمیعاد ہو کر ختم ہوگیا۔

شجرہ پیر چنن دین شاہؒ متعلقہ ص ۱۶

آپ نے موضع پھاگلہ۔ پونچھ (کشمیر) میں سکونت اختیار کی اور توحید کے چراغ روشن کیے۔

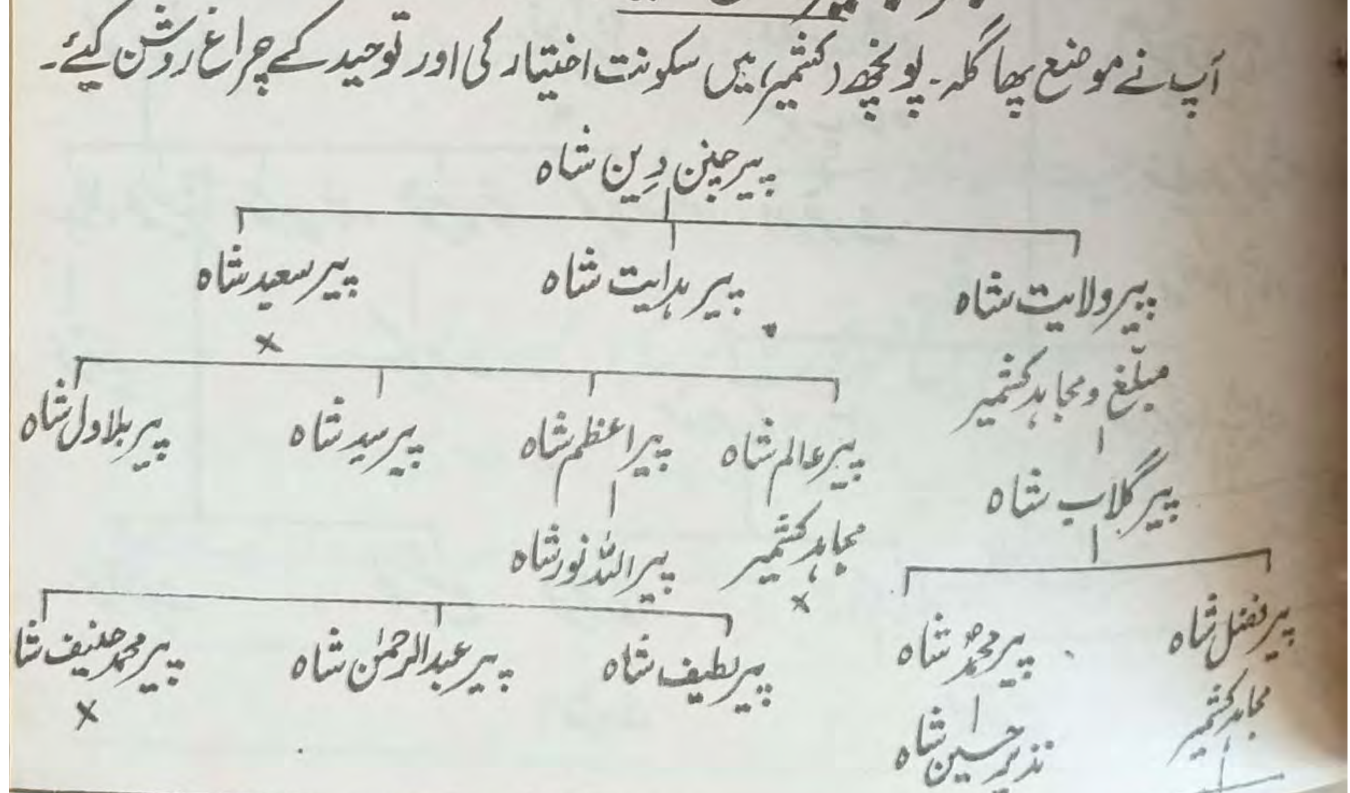

شجرہ آلِ امجاد مخدوم ضیاء الدین محمد بن مخدوم شیخ کبیر ثانیؒ

- شیخ عماد الدین محمدؒ
  - شیخ ضیاء الدینؒ ثالث
    - شیخ شہر اللہ الملقب بہ نور شاہ
  - شیخ باقر شاہ
    - شیخ غلام رکن الدین
      - پیر منور شاہ ×
      - شیخ عماد الدین
        - مخدوم غلام بہاء الدینؒ
          - مخدوم رکن الدینؒ ×
        - مخدوم غلام صدر الدین
          - ۱ شیخ ضیاء الدین
            - محمد نور شاہ
              - سرور شاہ
                - محمد نذیر
              - محمد نصیر شاہ
                - محمد اشرف
                - محمد شفیع
              - احمد حسن شاہ
              - محمد حسین شاہ
                - اکبر غوث
              - محمد یوسف شاہ
            - پیر فضل شاہ ×
          - ۲ شیخ عماد الدین ×
          - ۳ شیخ وزیر الدین شاہ
            - ولایت شاہ
              - محبوب شاہ
                - انور غوث
          - ۴ شیخ کبیر
            - مخدوم شہاب الدین
              - مخدوم نذیر احمد
              - مخدوم منظو...
                - علی غوث
                - محمد غوث
            - مخدوم عارف شاہ
              - مخدوم کبیر شاہ
              - محمد غوث
                - احمد غوث
          - ۵ محبوب شاہ
            - گنج بخش شاہ
              - ضیاء الدین شاہ
                - محمد افضل شاہ
          - ۶ باقر شاہ
        - پیر محمد حسین ×
        - پیر ضیاء الدین ×
  - پیر محبوب شاہ ×
- مخدوم محمد زکریاؒ صاحبِ سجادہ
  - شیخ کبیرؒ
    - محمد زکریاؒ ×
    - عیسن شاہ ×

مخدوم شیخ محمدؐ زمان قریشی ؒ

مخدوم شیخ محمد زمان علیہ الرحمتہ کے حالات تفصیلی طور پر معلوم نہیں ہو سکے۔ صاحب تذکرۃ الملتان کی عبارت سے اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مخدوم نے ایک باغ لگوایا تھا۔ اور وہ خاصہ مشہور رہا۔ جو نواب مظفر خاںؒ کے زمانے میں محمد خان ملے زئی کے تصرّف میں آیا۔ اور پھر انگریزوں نے یہی باغ صادق محمد خان صاحب کو دے ڈالا تاریخ مذکور کا اصل متن ملاحظہ ہو:۔

"بالجملہ ازاں باغات یکے موسوم محمد زمان قریشی والا کہ زیادہ از یک نیم صد سال تعمیر شدہ بود در عمل نواب مظفر خان بتصرف محمد خاں ملے زئی در آمدہ بود حال از سرکار عالی بصادق محمد خان بادوزئی عطا شدہ است آبادان است۔"[1]

تذکرۃ الملتان کا سن تصنیف ۱۲۷۰ھ ہے اس سے ڈیڑھ سو برس پہلے کا عرصہ ۱۱۲۰ھ ہی ہو سکتا ہے۔ یہ زمانہ فرخ سیر کا ہے۔ اسی زمانے میں ہی مسجد پھلاں ہٹ اور مسجد مائی پاک دامن تعمیر ہوئیں۔ ملتان کی صوبیداری پر بتدریج نواب خان، زمان نواب شیر افگن اور عقیدت خان فائز رہے۔

مخدوم شیخ محمد غوث قریشی علیہ الرحمتہ

مخدوم شیخ محمد زمان قریشی علیہ الرحمتہ کا صرف ایک فرزند تھا۔ مخدوم شیخ محمد غوث جو غوث الملک مخدوم کے لقب سے ملقب تھے۔ والد ماجد کے انتقال پر صاحب سجادہ مقرر ہوئے انہوں

[1] تذکرۃ الملتان قلمی ص ۲۱

نے بھی ایک باغ لگایا تھا جس پر نواب مظفر خاں کے زمانہ میں سردار محمد خان بلے زئی نے تصرّف کر لیا تھا۔ انگریزوں نے ممدوح سے یہ باغ چھین کر سردار حاجی غلام مصطفےٰ خان خاکوانی کو مرحمت کیا۔ صاحب تذکرۃ الملتان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"دیگرے باغ محمد غوث والا است، کہ آنہم در ہنگام صوبہ داری نواب مذکور (مظفر خان) بتصرّف محمد خان مومی الیہ در آمدہ بود کہ حالا از سرکار عالی بہ حاجی غلام مصطفےٰ خاں خاکوانی مرحمت شدہ است۔" لہ

مخدوم محمد زمان قریشی علیہ الرحمۃ کا باغ اس جگہ تھا۔ جہاں اب سردار عبدالجبار خان صاحب کی نسرین کوٹھی ہے۔ تاریخ کا کیسا عجیب اتفاق ہے کہ یہ باغ بلے زئی سردار کا تھا۔ بادوزئی خاندان سے پھر بلے زئی خاندان میں منتقل ہو گیا۔

مخدوم محمد غوث علیہ الرحمۃ کا باغ ملتان کچہری کے شمال میں تھا۔ جہاں اب خاکوانی حضرات کی کوٹھیاں ہیں۔

مخدوم محمد غوث علیہ الرحمۃ نے دو صاحبزادے اپنی یادگار کے طور پر چھوڑے تھے۔ مخدوم شیخ بہاءالدین المعروف بھاون شاہ اور پیر محمد زمان شاہ۔ مخدوم بھاون شاہ صاحب صاحبِ سجّادہ قرار پائے۔

مخدوم شیخ بہاءالدین قریشی الملقّب بہ مخدوم بھاون شاہؒ

مخدوم شیخ بہاءالدّین صاحب قریشی علوم متداولہ کے ماہر، قرآن حکیم کے مفسّر محدث اور فقیہ تھے۔ آپ کا اکثر وقت آستانہ عالیہ غوثیہ پہ گذرتا تھا۔ لنگر خانے کا

لہ۔ تذکرۃ الملتان فارسی قلمی ص ۲۱

کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ سندھ اور بلوچستان سے جو تاریخی تذکرے نکلتے تھے۔ ان کی سرگرمیوں میں گہری دلچسپی لیتے۔ اور عوام الناس کی اصلاح احوال کے لیئے انہیں تیار کرتے تھے۔ شاہ عنایت اللہ رضوی نصرپوری جیسے اہل اللہ آپ کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ آپ نے ہی شاہ عنایت سگوری سے فرمایا تھا کہ تم شاہ خیر الدین کے آستان پر سکھر میں اعتکاف کرو۔ وہاں تمہیں مرشد طریقت کا نیاز حاصل ہوگا۔ حضرت پیر قائم الدین شاہ قلندر آپ ہی کے مُرید تھے۔ جن کا مفصل تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ صاحب اذکار قلندری لکھتے ہیں کہ راجبہ خانانی کے مشہور درویش فقیر شفیع محمد صاحب ابھی بارہ برس کے تھے۔ کہ انہوں نے ملتان آنا اور حضرت غوث پاک کے آستان قدسی نشان پر حاضری دینا شروع کی۔ چنانچہ انہوں نے اکیالیس بار پاپیادہ سفر کرکے بارگاہِ غوثیہ میں حاضری دی۔ ایک دفعہ جب وہ حضرت مخدوم بہاء الدین علیہ الرحمتہ کے قدمبوس ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بکیرا شریف میں میرے فرزند قائم الدین قلندر کے پاس تمہاری امانت محفوظ ہے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر حاصل کرو۔

دہلی لُٹ گئی!

آپ کے زمانۂ سجادگی میں پاک وہند بالخصوص ملتان پر بڑے انقلابات آئے۔ ایران کی سطوح مرتفع سے نادر شاہ ایک قہار سپہ سالار دہلی کی طرف بڑھا اور اس نے اس تاریخی شہر میں قتلِ عام کرکے خون کی ندیاں بہادیں۔ سات روز تک آدم زاد گاجر مُولی کی طرح کٹتے رہے۔ واپسی نادر شاہ پندرہ کروڑ نقد کوہ نور ہیرا اور شاہ جہاں کے وقت کا بنا ہوا تخت طاؤس لے کر ایران کو واپس ہوا۔ ایران اور ہندوستان کی حد فاصل دریائے سندھ مقرر ہوا۔ گویا دریائے سندھ کا غربی حصہ مملکتِ ہند سے منقطع ہوگیا۔

نواب محمدؐ باقر خان

محمد شاہ کے زمانے میں پہلے شیر افگن خان کو ملتان کا صوبیدار مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد نواب باقر خان کا تقرر ہوا۔ اس نے اپنی صوبیداری کے ایام میں ملتان شہر سے ۲ میل مشرق کی جانب اپنے نام سے ایک گلی قلعہ تعمیر کرایا اور اس میں پختہ مسجد بنوائی۔ نواب محمد باقر خان کو شیخ الاسلام زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ سے بڑی عقیدت تھی اس نے روضہ مطہرہ کے غرب میں ایک کنواں احداث کرایا تھا۔ ساتھ ہی بہت بڑا تالاب تھا۔ جس سے لوگ وضو کرتے تھے۔ نواب محمد باقر خان کا ملتان میں ہی انتقال ہوا۔ اس نے وصیت کی۔ کہ مجھے حضرت شیخ الاسلام زکریا علیہ الرحمتہ کے دروازے کے عین سامنے دفن کیا جائے۔ تاکہ جو بھی اندر سے فاتحہ پڑھ کر نکلے۔ میری قبر پر سے ہو کر گذرے۔ نواب باقر خان نے فرمایا کہ میرا اعتقاد ہے کہ جو بھی حضرت کے مزار پر فاتحہ پڑھ باہر نکلتا ہے۔ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لیئے ان کے قدموں کی برکت سے میری بھی مغفرت ہو جائے گی۔ چنانچہ نواب مرحوم کے دروازے کے عین سامنے دفن کر دیا گیا۔ مگر اس کا تعویذ قدرے مغرب کو ہے۔ تاکہ زائرین کو آنے جانے میں تکلیف نہ ہو۔

محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کے قدموں میں محمد شاہ زنگیلا سو رہا ہے۔ تو غوث پاک کی پائینتی میں نواب باقر خان اور نواب مظفر خان مدفون ہیں۔ تاریخ کا کیا عجیب اتفاق ہے کہ فقر و شاہی ابتداء سے پہلو بہ پہلو چلے آئے ہیں۔ فقر ہمیشہ سر بلند اور امیری ہمیشہ سر نگوں رہی ہے!

اِنَّ فِی ذَالِکَ لَعِبْرَۃً یَا اُولِی الْاَبْصَارُ۔

نواب باقر خان کے بعد سید حسن خان کو ملتان کی صوبیداری تفویض ہوئی۔ اس

کے بعد شیر افگن خان کو عزّ الدولہ کے خطاب سے دوسری بار ملتان کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ تحفۃ الاحباب میں منشی عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں کہ قدیم الایام سے سلاطین اور حکّام پیشین کے زمانے سے برابر یہ دستور چلا آیا ہے کہ جب نیا صوبیدار مقرر ہو کر آتا ہے۔ تو صوبیدار معزول و منصوب دونوں درگاہ شیخ الاسلام بہاءالدین زکریاؒ میں جاتے ہیں۔ اور نیا صوبیدار ضریح مقدس کے سامنے سرکار کی وفاداری کا حلف اٹھا کر قلعے کی چابیاں وصول کرتا ہے۔

مشائخ بھیرہ (متعلقہ صفحہ ۱۶۸)

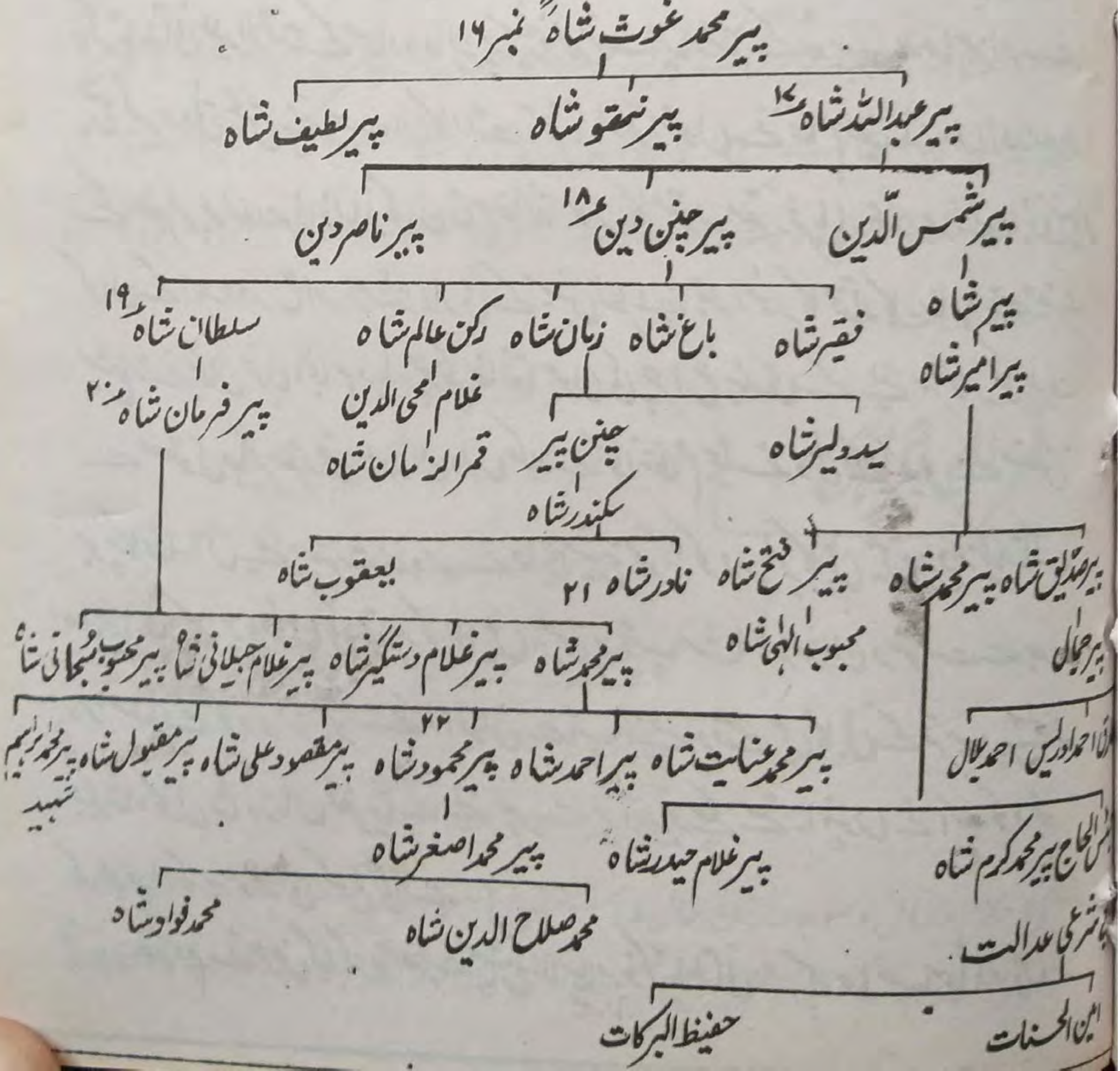

حاجی شیخ محمدؒ علیہ الرحمتہ

شیخ شہر اللہ کی اولاد میں حاجی شیخ محمدؒ صاحبؒ علم وفضل کی وجہ سے بڑی شہرت رکھتے تھے۔

انہوں نے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل اپنے والد ماجد اور علمائے وقت سے کی تھی اور خرقہ خلافت سہروردیہ بھی اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کیا تھا۔ عین عنفوان شباب میں آپ اپنے ارادتمندوں کے بڑے قافلوں کے ساتھ ارض مقدس کو تشریف لے گئے اور فریضہ حج ادا کرنے کے بعد روضہ نبوی صلی اللہ صلی اللہ علیہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان کے مقابر کی زیارت کر کے ڈیڑھ سال بعد ملتان واپس تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کے سجادہ عالیہ پر شیخ محمد غوث علیہ الرحمتہ کے دوسرے صاحبزادے شیخ کبیر رونق بخش تھے۔ جب ان کا وقت آخر آیا۔ تو انہوں نے تمام عقیدتمندوں اور مریدوں کے اصرار پر مخدومہ بی بی مانو کو ان تمام خانقاہوں کا متولیہ مقرر فرمایا۔ مخدومہ نے حاجی شیخ محمدؒ کو ان کے زہد وورع اور رشتہ داری کے پیش نظر اپنے جملہ امور کا مختار کار بنا دیا جسے حضرت شیخؒ نے بکمال خوبی انجام دیا۔ چونکہ خانقاہوں کی چراغ بندی کے لیئے سرکار کی طرف سے معقول جاگیر مقرر تھی۔ اور ان دنوں حکومت کا انتظام بجائے دہلی کے کابل سے متعلق ہو چکا تھا۔ اس لیئے حضرت مخدومہ نے حاجی شیخ محمدؒ کو دربار کابل میں روانہ کیا۔ تاکہ معافیات کے پروانوں کی تجدید کرالائیں۔ جس پر آپ شاہانہ شان و شوکت سے جدید دارالسلطنت کو روانہ ہوئے۔ اتفاق سے آپ ایسے وقت میں کابل کے قریب پہنچے۔ جبکہ شاہ کابل شاہ زمان تفریح کے لیئے شہر سے برآمد ہو چکے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہ سواری کس کی ہے۔؟

خدام نے عرض کیا کہ یہ حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی رحؒ کے صاحب سجادہ ہیں۔

یہ سنتے ہی بادشاہ تعظیم کے لیئے ہودج میں سروقد کھڑا ہوگیا۔ جناب شیخ صاحبؒ قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے۔ اور آپ کا یہ معمول تھا۔ کہ سفر، حضر میں اکثر اوقات قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ بادشاہ کو دیکھ کر آپ نے مصحف مقدس کو بند کیا۔ اور بعد ملاقات بادشاہ کے ہمراہ ہاتھی پر سوار ہو کر کابل میں داخل ہوئے۔

بادشاہ نے آپ کو اپنے قریب شاہی محل میں ٹھہرایا۔ دونوں وقت آپ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ جب اُسے معلوم ہُوا۔ کہ حضرت زکریا ملتانیؒ کی متولیہ ایک مستورہ ہے اور آپ اس کے چچازاد بھائی ہیں۔ تو وہ بڑے متعجب ہوئے۔ فرمایا کہ پردہ نشین خاتون اپنے مُریدوں میں اصلاحِ احوال اور تبلیغ ارشاد کا کام کیونکر انجام دے سکتی ہے۔ جب آپ مخدومہ کے قریبی رشتہ داری اور منصب سجّادگی کے ہر طرح سے حقدار ہیں۔ تو یہ فریضہ آپ کو ہی انجام دینا چاہیئے۔ چنانچہ بادشاہ نے اُسی وقت مخدومہ کی معزولی اور آپ کی تقرری کا فرمان جاری کیا۔ اور تحفے تحائف دے کر بڑے ادب و احترام سے رُخصت کیا۔ فرمانِ شاہی کا متن حسب ذیل ہے:۔

فرمانِ شاہی

بسم اللہ خیر الاسماء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الملک للہ

قرار داد زالسطان

خوشتین یزداں ۔ نگیں

حکم

جہاں را بنام شاہ زماں

آنکہ حکام و عمال و صوبہ داران حال و استقبال دارالامان ملتان بالطاف موفورہ شاہانہ سرفراز گشتہ بدانند کہ چوں قبل ازیں عصمت مآب بی بی مانو رقم مبارک درباب سجّادگی روضات

مقدسات غوث العالمین شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شیخ بہاء الدین بہاء الحق زکریا و مخدوم
شیخ رکن الدین شاہ رکن عالم و مخدومہ بی بی راستی پاک دامن قدس ارواحہم حاصل نمودہ بود ازانجاکہ
بمصداق کلام ملک علام اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَآءِ و بمدلول فرحت انتظام لا یفلح قوم یحکم فیہم
النساء مرداں را در امورات خاصہ ارشاد مسلمین و مسلمات سبقت و امتیازی بر نسواں مے باشد۔
دریں ولا پرتوی از انوار خورشید مکارم خالق ضیا اندوز ساحت آل و آمانی حقائق و معارف
آگاہ سلالۃ المشائخ الکرام بنیجۃ الاولیاء العظام حاجی الحرمین الشریفین مخدوم حاجی شیخ محمد قریشی
الاسدی گردیدہ او را برتبہ تولیت و صاحب سجادگی مزارات مرقومہ سرافراز و ممتاز فرمودیم۔
کہ بلوازیم امر مزبور و مراسم شغل مذکور موقوفی بی بی مانو پرداختہ چنانچہ از نذورات نقدی و جنسی و
مواضعات تیل چراغ و توشہ خانجات ہر سہ روضہ مطہرہ بودہ باشد۔ در کف کفایت از بودہ دیگرے
را دخلے و حرجے بنا شد بمصارف مقررہ مے رسانیدہ باشد و از جملہ نذورات خانقاہ متبرکہ چہارم
حصہ را۔ در وجہ بی بی مانو برساند۔ کہ بمصرف خود و آنچہ املاک زر خرید وغیرہ عصمت مآب مرقومہ را کہ
بجاگیر او مقرر است بدستور معمول بتصرف او واگذاشتہ مزاحم نگردد کہ صرف خود نمودہ۔
مرفہ الحال بدعائے دوام دولت ابدی الاتصال قیام نماید۔ باید کہ ایشاں از قرار فرمودہ
صاحب سجادگی و تولیت روضات مقدسات را از ابتدا ہٰذہ السنہ مبارک بعد بحقائق آگاہ
مشارٌ الیہ بمعہ۔ ولی بی بی مانوؒ مقرر و خصوص بلا مشارکت و مدخلیت غیر دانستہ دیگرے را با مور مرجوعہ
با دخل ندہند و باختیار او واگذارند و مرفہ الحال بودہ با مور مرجوعہ و دعا گوئے قیام نماید قدغن
لازم دانستہ در عہدہ شناسند۔ فی ۲۰ شہر شوال ۱۲۰۶ھ

فرمان ہذا کے نیچے چودہ علماء و مشائخ اور امرائے شاہی کی مہریں ثبت ہیں۔

حاجی شیخ محمد صاحبؒ کی شہادت

حاجی شیخ محمد صاحب ملتان واپس تشریف لائے۔ تو
مخدومہ بی بی مانوؒ صورت حال سے واقف ہو کر سخت

ناراض ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس پاک آستان کا کوئی سجادہ سرکار کے حکم سے مقرر نہیں ہوا۔ سجادہ حضرت زکریا علیہ الرحمتہ کی اولاد مقرر کرتی ہے۔ حکومت اُسے تسلیم کرتی ہے ہم اپنے خانقاہی امور میں افغان گورنمنٹ کی یہ مداخلت کسی صورت برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ ویسے اگر علماء اور مشائخ کو میری سجادگی پر اعتراض ہے۔ تو میں اپنے کسی عزیز کو مسندِ سجادگی تفویض کر دوں گی۔ ایک سال تک یہ چکر چلتا رہا۔ حاجی شیخ محمد صاحب اپنے آپ کو حکومت کی طرف سے مستقل سجادہ نشین سمجھتے تھے۔ مگر برادری کے اربابِ اقتدار انہیں خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مخدومہ بی بی مانوؒ نے جب حالات کو خراب ہوتے دیکھا تو انہوں نے ۵ ار رجب ۱۲۰۹ھ کو اپنے ایک قریبی رشتہ دار شیخ صدر الدین محمد کے حق میں سجادگی کا وصیت نامہ تحریر کر دیا اب بیک وقت دو سجادہ نشین منظرِ عام پر آ گئے۔ ایک ابدالی حکومت کا مقرر کردہ تھا اور دوسرا حضرت مخدومہ بی بی مانوؒ کا۔ دونوں کے درمیان کشیدگی بڑھتی رہی۔ اور حقد و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع تر ہونے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت حاجی شیخ محمد صاحب کا دفعتہً انتقال ہو گیا۔ جسے عوام الناس نے غیر طبعی قرار دیا ــــ انہیں حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالم علیہ الرحمتہ کے مقبرہ کے قریب ہی احاطہ کے اندر دفن کر دیا گیا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مخدوم آخر بہاء الدین اس وقت بارہ تیرہ برس کے تھے۔ مرحوم کی اہلیہ محترمہ اپنے دونوں کم سن بچوں کو ہمراہ لے کر اپنے والدین کے ہاں احمد پور شرقیہ چلی گئیں۔ روانگی کے وقت بی بی صاحبہ کو اپنی برادری کی طرف سے اتنا خوف لاحق تھا کہ وہ سوائے قرآن شریف، شجرات انساب، خاندانی ملفوظات اور فرامین شاہی کے اور کوئی چیز ہمراہ نہ لے جا سکیں۔ موقع کی نزاکت کے پیشِ نظر مخدومہ مانو نے اپنی چچازاد بہن بی بی رانی کو سجادگی کے فرائض تفویض کر دیئے اور جب اس پاکدامنہ کا وقتِ آخر قریب آیا۔ تو انہوں نے اپنی حقیقی بہن بی بی راج کے حق میں تمام خانقاہوں کی تولیت کا تملیک نامہ تحریر کر دیا۔

مخدومہ راجیؒ کا تاریخی وصیّت نامہ

نواب مظفر خان کے دور تک حضرت شیخ الاسلام کی اولاد قلعہ میں دونوں خانقاہوں کے مابین آباد تھی۔ اور یہ محلّہ شیخانہ کہلاتا تھا۔ جب نواب کا خاندان قتل ہو گیا اور سکھوں نے لوٹ مار کا ارادہ کیا۔ تو مخدومہ راجیؒ کے تمام رشتہ دار اپنے اہل و عیال سمیت قادر پور راں کو منتقل ہو گئے۔ اور خود مخدومہ نے اندرون شہر اپنے ایک مکان میں پناہ لی۔ سکھوں نے قلعہ کے تمام مکانات کو خزائن کی تلاش میں منہدم کرا دیا تھا۔ اس لیے حضرت غوث پاک کی اولاد امجاد نے واپس آنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ جب مکان ہی نہ رہے تھے۔ مکین کس لیے آتے۔ حضرت مخدومہ نے ہر چند ہر طرف قاصد دوڑائے۔ مگر شیخ صدرالدین محمد ولد شیخ عمادالدین کا سُراغ تک نہ ملا۔ وہ بزرگوار اپنے مریدوں کے ہاں مارواڑ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ مخدومہ کی علالت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ اور انہیں منصب سجّادگی کا زیادہ فکر رہنے لگا۔

ایک دِن تونسہ شریف کے بہت بڑے ولی حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمتہ چشتی نظامی، حضرت مخدومہ کی عیادت کے لیئے تشریف لائے۔ اُم المریدین نے پردہ کرا کر حضرت کو حرم سرا میں بُلایا۔ دورانِ گفتگو میں حضرت مخدومہ نے فرمایا کہ مجھے موت سے زیادہ حضرت غوث العالمینؒ کی مسندِ سجّادگی کا فکر ہے۔ میرے تمام عزیز خالصہ گردی سے خائف ہو کر یہاں سے ہجرت کر گئے ہیں۔ اب مَیں حیران ہوں۔ کہ یہ بارِ امانت کس کے سپرد کر دوں۔ اس وقت شیخ حسن شاہ صاحب قریشیؒ مخدومہ کے ماموں زاد بھائی کے کمسن صاحبزادے محمود شاہ صحن میں کھیلتے پھرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس عزیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ مَیں نے اس برخوردار کو بارہا حضرت شیخ الاسلامؒ کی گود میں دیکھا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اس بچّے کو سجّادگی تفویض کر دیں۔

حضرت خواجہ صاحب کی اس تقریر سے حضرت مخدومہ کا تمام تردّد دور ہو گیا۔ اور انہوں نے چند ایام کے بعد علماء، مشائخ اور عمائدین شہر کی موجودگی میں شیخ حسن شاہ صاحب قریشی کے صاحبزادے شاہ محمودؒ کے حق میں سجادگی کا تملیک نامہ تحریر کر دیا۔ یہ دستاویز خاصہ طویل ہے۔ جستہ جستہ اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۷ ربیع الثانی ۱۲۳۸ھ

منکہ خادمۃ الفقراء مخدومہ بی بی راجی بنت غفران پناہ شیخ ولایت شاہ بن مغفرت نشان مخدوم شیخ بہاء الدین ثانی اولاد حضرت غوث الثقلین حضرت مخدوم شیخ بہاء الحق والدین زکریا مرحوم قوم قریشی الاسدی ام۔

اقرار صحیح شرعی نمودم بدیں وجہ کہ تملیک کردم و مالک گردانیدم منصب سجادگی و مخدومی و تولیت مزارات متبرکات حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا و حضرت مخدوم شیخ رکن عالمؒ و حضرت سلطانۃ المشائخ بی بی راستی پاک دامنؒ قدس سرھم العزیز بجمیع تعلقات و املاک و چاہات آباد و ویران از موضع میاں پور کھاوڑ وغیرہ و وجہ تیل چراغ و دھرم ارث سرکار عالی کہ متعلق مخدومی اند و جاروب کشی و چراغ افروزی و پخت لنگر عزل و نصب مجاوران وغیرہ کار ہائے مزارات مذکورہ کہ من مقرہ مذکورہ مقرر شدہ آمدہ و مدت بسیار بمنصب سجادگی و مخدومی سرفراز و مشرف گشتہ در سائر عہد ہا متصرف بودہ ام۔ برضا و رغبت خود بلا اکراہ و اجبار بل ابتغاءً لمرضات اللہ و خالصۃً لوجہ اللہ مشیخت و شرافت پناہ برخوردار کامگار نور چشم میاں شاہ محمودؒ خلف مشیخت دستگاہ برادرم شیخ حسن شاہ بن رضوان مرتبت ماموں شیخ بڈھن شاہ قوم قریشی الاسدی اولاد حضرت غوث الثقلین بہاء الحق والدین زکریا مرحوم کہ نظر بر قرابت قریبہ فرزند ارجمند بلطف ہائے خویش خواندہ و مقرر ساختہ ام و چوں میاں شاہ محمود صغیر و خورد سال است لہٰذا شیخ حسن شاہ مذکور بولایت الابویۃ از قبل میاں شاہ محمود قبول ایں تمام اقرار نمودہ و برقومات السدر تمام و کمال از قبل میاں شاہ محمود مذکور ولد خود با قباض من در

قبض خود آورد و متصرف گردید ـــــ فَصَارَ التَّمْلِيْكُ صَحِيْحًا شَرْعًا جَائِزًا نَافِذًا لِاَنَّهَا مُشْتَمِلًا عَلَى الْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ۔ اللہ تعالیٰ تجویز ایں منصب و تملیک جمیع مملکات را بر برخوردار میاں شاہ محمود مبارک کناد و میمون گرداناد۔ آمین ثم آمین۔ الی آخرہٖ۔

مہر مخدومہ بی بی راجیؒ ـــــ مہر مخدوم شیخ محمد راجو گردیزی ـــــ مہر خانصاحب علی محمد خان خدکہ

مہر سید غلام رسول شاہ صاحب گردیزی ـــــ مہر سید وارث شاہ ـــــ مہر سید مبارک شاہ

مہر سید موسیٰ شاہ گیلانی ـــــ مہر شیخ محمد شاہ قریشی ـــــ مہر میاں عبداللہ تاجر ـــــ

مہر حافظ احمد یار برادر مفتی محمد عظیم ـــــ مہر میاں موسیٰ نائب قاضی ملتان ـــــ

مہر بابو باج سنگھ ـــــ مہر ملک سیوارام ـــــ مہر چوتھ رام

اس تملیک نامہ کی رُو سے پیر حسن شاہ صاحب نے اپنے فرزند ارجمند مخدوم شاہ محمود کے متولی کی حیثیت سے ہر سہ خانقاہ جات کی سجادگی کا انتظام سنبھال لیا۔ اور حضرت مخدومہ راجی علیہ الرحمتہ سکون و اطمینان سے دار الفناء سے دار البقاء کو تشریف لے گئیں۔ اور اُن کے ساتھ ہی مخدوم محمد زمان قریشی علیہ الرحمتہ کی اولاد ذکور و اناث کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ اور مسندِ سجادگی مخدوم شیخ محمد یوسف علیہ الرحمتہ کے چھوٹے بھائی خواجہ خلیلؒ کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔

شجرہ نسب مخدومہ راجیؒ و مخدوم شاہ محمودؒ

۱۔ شیخ الاسلام حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

۲۔ حضرت مخدوم شیخ صدر الدین عارفؒ

۳۔ حضرت مخدوم عماد الدین محمد المعروف شیخ اسمٰعیل شہیدؒ

۴۔ مخدوم شیخ صدر الدین محمد حاجی رحمتہ اللہ علیہ

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۵- مخدوم شیخ رکن الدین اسمٰعیل سمرقندی

۶- مخدوم شیخ عماد الدین کبیر بھوڑ رح

۷- مخدوم شیخ محمد یوسف فرمانروائے ملتان

۸- مخدوم شیخ شرف اللہ رح

۹- مخدوم شیخ بہاء الدین رح

۱۰- مخدوم شیخ الکبیر المنیر رح

۱۱- مخدوم شیخ محمد قائم رح

۱۲- مخدوم شیخ کبیر ثانی رح

۱۳- مخدوم محمد زمان رح

مخدوم شیخ محمد غوث

مخدوم شیخ بہاء الدین — شیخ محمد زمان شاہ

مخدوم بہاون شاہ رح

شیخ محمد غوث قریشی — پیر ولایت شاہ — پیر قائم شاہ

مخدوم بی بی رانی رح — مخدوم بی بی راجی

بہاون شاہ — مخدوم شیخ کبیر — مخدوم بی بی مانو

۷- خواجہ خلیل رح

شیخ ابابکر معروف مونگر شاہ — ۸- شیخ رحمت اللہ رح

۹- شیخ رکن الدین المعروف شیخ محمود — میاں ابراہیم رح معروف شیخ جیہ — شیخ عثمان رح

شیخ فیض اللہ رح

۱۰- پیر جمن شاہ رح — پیر محمد شاہ رح

۱۱- شیخ محمد معروف رح — شیخ عبدالعزیز رح — شیخ عبدالخالق رح — پیر سائیں ڈتہ

۱۲- شیخ محمد شریف رح — شیخ محمد لطیف رح

شیخ محمد ظریف رح — شیخ محمد علیم

۱۳- شاہ لطف اللہ رح

۱۴- پیر محمد شاہ

۱۵- پیر بڈھن شاہ

۱۶- پیر حسن شاہ

میاں درگاہی شاہ

حسن شاہ

شیخ فرید شہید — عاقل شاہ

محمد شریف

۱۷- مخدوم شاہ محمود — شیخ پیر شاہ

نواب شیخ ریاض حسین قریشی

شیخ بہاون شاہ — شیخ ولایت حسین — شیخ مرتضیٰ حسین — شیخ عاشق حسین — شیخ مقبول حسین

شیخ منظور حسین — شیخ نفضل حسین — شیخ فدا حسین — نواب صادق حسین قریشی — فرید الدین حسین قریشی

شیخ نثل حسین

شیخ محمد زکریا — شیخ ریاض حسین — ڈاکٹر الطاف حسین — شیخ مقصود حسین

مخدوم حسن بخش — مخدوم بہاول بخش

شیخ احمد کبیر — نواب شیخ مرید حسین قریشی — شیخ محمد شاہ

پیر خورشید احمد قریشی — مخدوم محمد سجاد حسین قریشی موجودہ سجادہ نشین

پیر آفتاب احمد قریشی

مخدوم زادہ شیخ مرید حسین — مخدوم زادہ شاہ محمود

مخدوم آخر بہاء الدینؒ

مخدوم آخر بہاء الدین رح کو عالم طفلی میں ہی والد ماجد کے سایہ سے محروم ہونا پڑا۔ اور وہ والدہ ماجدہ کے ہمراہ ایسے عالم میں آباء کرام کے شہر سے نکلے۔ کہ سوائے چند اہم کاغذات کے اور کوئی چیز ہمراہ نہ لے جا سکے۔ طبع لطیف پر یہ صدمہ سخت شاق گذرا۔ اگرچہ نواب بہاول پور نے آپ کی بڑی حوصلہ افزائی کی۔ بایں ہمہ آپ کو کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

بالعموم آپ چھ ماہ بیٹ پکھ (ضلع ملتان) اور چھ ماہ احمد پور شرقیہ میں بسر کرتے تھے۔ آپ شریعت مطہرہ کے سختی سے پابند تھے۔ اور ملزموں کو بموجب احکام شرع شریف سخت سزا دیا کرتے تھے۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۶۳ھ کو آپ نے احمد پور شرقیہ داعی اجل کو لبیک کہی۔ صاحبزادگان کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی تدفین ملتان میں ہو۔ مگر نواب محمد فتح خان والئی بہاول پور نے منت سماجت کر کے آپ کے جسد اطہر کو احمد پور میں دفن کرا دیا۔ اور مزار پُرانوار پر قبہ بھی تعمیر کرایا۔ جو زیارت گاہ خلائق ہے۔

مخدوم شیخ کبیر الدین قریشی

مخدوم شیخ کبیر الدین حضرت مخدوم بہاء الدین آخر قدس سرہٗ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ والد ماجد کے انتقال پر ان کی رسم دستار بندی ادا کی گئی۔ جس میں نواب بہاول پور، امرائے ریاست اور علماء و مشائخ شریک ہوئے۔ حضرت مخدوم بڑے سجیع اور خوبصورت نوجوان تھے۔ سر کے بال کھلے اور لمبے۔ ڈاڑھی مشروع اور گھنی مذہباً اہلسنت والجماعت تھے۔ آپ کو اعلیٰ نسل کے گھوڑے پالنے کا شوق تھا۔ اور آپ کے اصطبل کی

شاہ پسند اور ناز پری گھوڑیوں کی دور دور تک شہرت تھی۔

سجادگی کا تنازعہ

حضرت مخدوم کے والد ماجد کے انتقال کے بعد مخدومہ بی بی راج رحمہم اللہ علیہا نے حقوق گدی خانقاہ جات ملتان مخدوم شاہ محمود کو ہبہ کر دیئے تھے۔ قادر پور راں اور غوث پور کی قریشی برادری کی تحریک پر مخدوم شیخ کبیر الدین مدعی بن کر ملتان پہنچے۔ اور مخدوم شاہ محمودؒ سے سجادگی کے سلسلے میں گفت و شنید کی۔ لیکن پیر عاشق شاہ نے جو دونوں مدعیان سجادگی کے قریبی رشتہ دار تھے۔ درمیان میں پڑ کر صلح کرا دی ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۰۱ھ کو حضرت مخدوم اپنا اکلوتا فرزند شیخ اللہ بخش شاہ یادگار چھوڑ کر راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ اور والد ماجد کے شرقی پہلو میں دفن ہوئے۔

مخدوم اللہ بخش شاہ بڑے مخیر بزرگ تھے۔ آپ کو تقریباً ایک لاکھ روپیہ ترکے میں ملا تھا جو اس دور میں بہت بڑا خزانہ تھا۔ لیکن آپ نے چند دنوں میں ہی خدا کے نام پر اڑا دیا۔ آپ بڑے شجاع انسان تھے۔ لیکن عمر کے آخری دور میں بیمار پڑ گئے۔ اور ۲۲۔ شوال ۱۲۸۲ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی اہلیہ مخدوم بادلی بی بی بھی بڑی سخی تھی۔ اس نے نامور خاوند کے لنگر کو بڑی عمدگی سے قائم رکھا اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ کو اس عارفہ نے بھی جام مرگ نوش کیا۔

مخدوم محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ

آپ مخدوم اللہ بخش شاہ کے چچا زاد بھائی، پیر مبارک شاہ کے فرزند ارجمند اور اپنے آباء کرام کے سچے جانشین تھے۔ ان کے دم قدم سے علم و عرفان کے چراغ ہر جگہ روشن تھے۔ افسوس کہ ان کی وفات سے فقر و تصوف کی مسندوں پر اوس پڑ گئی۔ اپنی وفات پر حضرت مخدوم صاحب

اپنے خاندان اور سلاسل پیرانِ تصوف کی تمام برکتیں اور سعادتیں سمیٹ کر ہمراہ لے گئے۔ اور توحید کے جو چراغ پکھی پیرن اور احمد پور شرقیہ میں جگمگا رہے تھے۔ وہ بادِ صرصر کے جھونکوں سے بجھ گئے۔ اور اب بلا شبہ ؎

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

نسب نامہ اولادِ امجادِ شیخ شہر اللہؒ

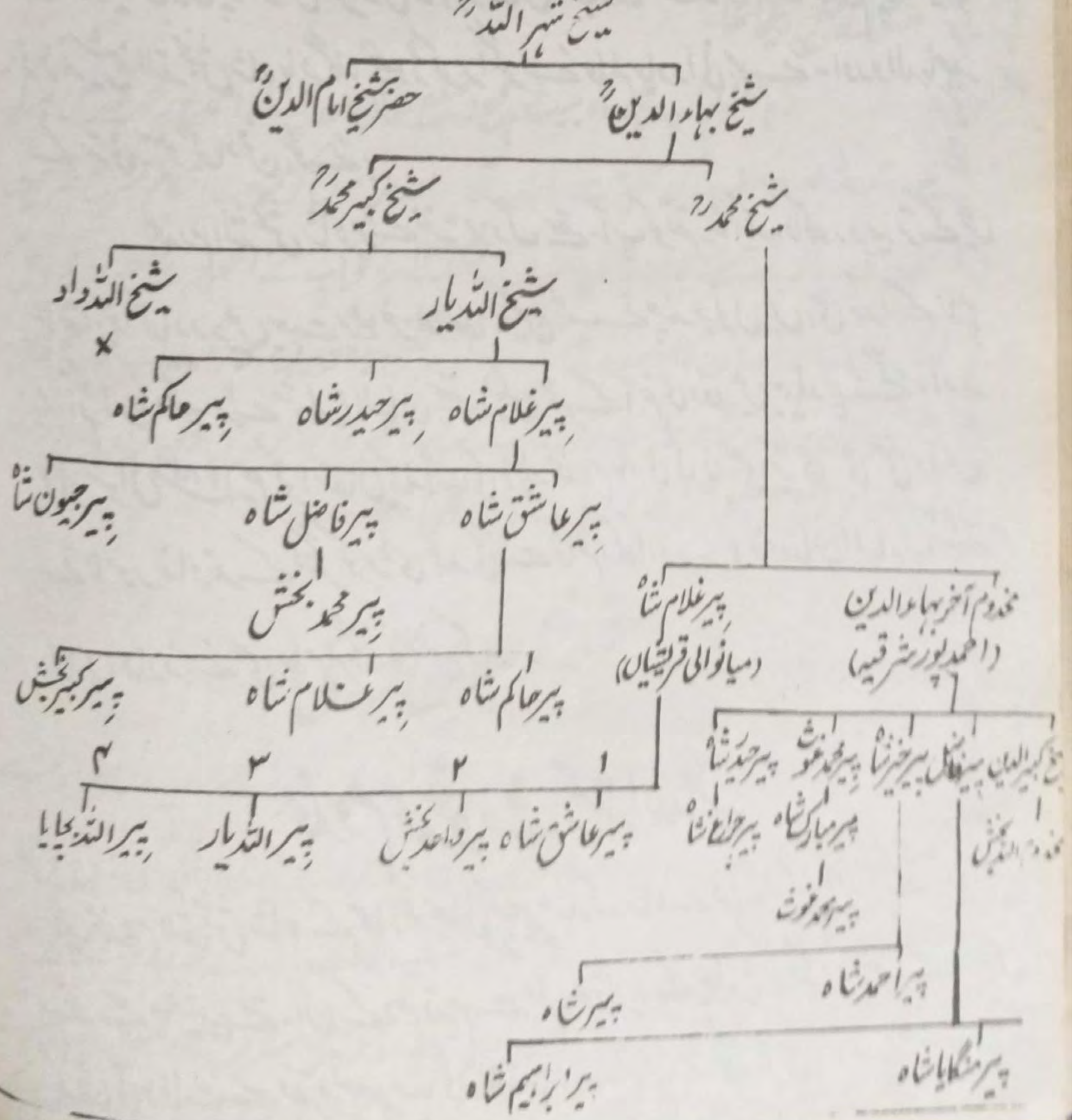

تذکرہ

خاندانِ شیخ فتح محمدؒ شاہ علیہ الرحمتہ

پسر ثالث

حضرت مخدوم شیخ کبیر علیہ الرحمتہ

شیخ فتح محمد صاحب کا اجمالی ذکر پہلے آچکا ہے۔ کہ آپ نے والد بزرگوار کے انتقال پر حقوق سجادگی اپنے حقیقی بھائی شیخ محمد قائم علیہ الرحمتہ کو منتقل کر دیئے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ قطب الدین اور شیخ صدر الدین محمدؒ رحمہم اللہ علیہم۔

شیخ شہر اللہ سندھ ور

اب ہم یہاں پہلے شیخ قطبُ الدین علیہ الرحمتہ کی اولاد امجاد کا ذکر کریں گے۔ شیخ قطب الدین کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ ان کے صاحبزادے شیخ اسمٰعیل علیہ الرحمتہ تھے۔ اور ان کے شیخ شہر اللہ رہ جنہوں نے آبائی شہر عروس البلاد ملتان کو چھوڑ کر سندھ میں مستقل طور پر طرح اقامت ڈالی۔ آپ سے پہلے آپ کے خاندان کے ایک بزرگ شیخ فاضل شاہ علیہ الرحمتہ سندھ میں بمقام بکیرہ[1] پہنچ چکے تھے۔ مخدوم کی آمد کے وقت یہاں کا زمیندار ارباب شیر بیگ[2] بکیر اتھا۔ اس نے حضرت کے قدموں میں

---

[1] بکیرا شریف کھسیانہ واہ کے بائیں کنارے ایک بلند ٹیلے پر ٹنڈوالہ یار سے بطرف چھ میل جنوب مغرب کو واقع ہے۔ اس کے اصل باشندے بکیرا ذات کے ہیں۔ اس لیئے یہ نام پڑا۔

[2] ارباب شیر بیگ کی قبر مخدوم ولایت شاہ کے بنگلے کے قریب مسجد کے صحن میں واقع ہے۔

آنکھیں نچھاور کر دی تھیں۔ حضرت مخدوم کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ سات صاحبزادیاں تھیں۔ مخدوم شہر اللہ
آپ کے ہاں جا کر مقیم ہوئے تو حضرت نے انہیں دامادی میں لے لیا۔ سوء اتفاق سے وہ مستورہ
فوت ہو گئیں۔ تو مخدوم فاضل شاہ رح نے اپنی دوسری معصومہ ان کے حبالۂ نکاح میں دے دی۔
مخدوم فاضل شاہ ۱۴ رجب المرجب ۹۷۶ھ کو فوت ہو گئے۔ اس لیئے مخدوم شہر اللہ رح آپ کے صاحب
سجادہ بنے۔ مخدوم شہر اللہ رح اپنے آباؤ کرام کی طرح فقر و ولایت میں خاص مقام رکھتے تھے۔ انہوں
نے درویشی کی مسند کو خوب رونق دی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو بڑے شاندار
طریقے پر انجام دیا۔ ان کے چھوٹے بھائی پیر محمد شاہ صاحب بھی اس جدّوجہد میں آپ کے برابر
شریک رہے۔ مخدوم شہر اللہ رح کے دو صاحبزادے تھے۔ مخدوم سراج الدین اور پیر قائم الدین۔ یہ
دونوں بزرگوار دنیائے معرفت کے شمس و قمر تھے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے انہیں پسران
کا لقب دیا ہے۔

صاحب اذکار قلندری نے مخدوم شہر اللہ رح کے بارے میں ایک عجیب واقعہ درج کیا
جسے ان کے بڑے خلیفے میون لال کی کرامت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں ایک دفعہ
مخدوم شہر اللہ شاہ ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں کوئی شادی کی تقریب تھی۔ اس لیئے اپنے حرم پاک
کو بکیرا شریف کہلا بھیجا کہ فلاں تاریخ کو مع فرزندان اور خدّام خاص آجاؤ۔ لیکن شادی کی تاریخ
بالکل قریب تھی۔ اور اس موقع پر پہنچنا محال تھا۔ اس لیئے تمام خدّام مخدوم صاحب رح کے بڑے خلیفے
میون لال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ صورتِ حال بیان کی۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی فکر نہ کرو

نے ۔ مخدوم شہر اللہ رح کو ۱۱۲۹ھ میں دہلی کے بادشاہ نے سات جاگیروں کی نذر کی تھی۔ اسناد میں آپ
کے نام کے ساتھ تینوں صاحبزادگان شاہ سراج الدین، شاہ قائم الدین، شاہ شمس الدین کے علاوہ
بھتیجوں شیخ اسمٰعیل بن شیخ صدر الدین اور راجنانی پیروں میں سے پیر محمد شاہ کا نام بھی درج تھا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بیان کرتے ہیں کہ شادی کی رات کو مخدوم کے اہل و عیال بکیرا سے جو نکلے۔ آگے ملتان شہر کا حرم در دروازہ نظر آیا۔ تمام سندھیوں میں مشہور ہے۔ کہ اس رات بکیرا کا حرم اور ملتان شہر کا حرم دروازہ دونوں آمنے سامنے رہے۔ صبح کو جدا ہو گئے۔ اس رات بکیرا شریف کی ایک نائن نا سازگی کے سبب ملتان رہ گئی تھی۔ وہ بکیرا نہ آسکی۔ اس کی اولاد اب تک ملتان میں ہے۔ اور سندھیوں کی حجامت بناتی ہے

مخدوم شاہ سراج الدین

مخدوم شہر اللہ ؒ کے بعد مسند ارشاد مخدوم شاہ سراج الدین کے حصے میں آئی۔ آپ واقعی نفر و ولایت اور دین اسلام کے سراج تھے۔ آپ کے اثر و نفوذ نے تمام سندھ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کلہوڑوں نے آپ کی جاگیر پر دست تصرف کرنا چاہا۔ آپ دہلی تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے آپ کا بڑا احترام کیا۔ اور گذر اوقات کے لیے معقول اراضیات کا پروانہ عطا کیا۔ جس پر کلہوڑہ حکومت کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ صاحب تحفتہ الکرام نے بھی اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ مخدوم شاہ سراج ؒ کو دربار دہلی میں بڑا اعزاز دیا گیا تھا۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"شاہ سراج الدین رشد سے کلی کردہ در حضور بادشاہ
فراواں اعزاز اندوخت" [1]

مخدوم شاہ سراج الدین کے دو فرزند تھے۔ پیر فاضل شاہ ؒ اور مخدوم مہر شاہ ؒ۔ مخدوم فاضل شاہ بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ عوام پر ان کا بڑا اثر تھا۔ لاولد فوت

---

[1]: تحفتہ الکرام جلد سوم صفحہ نمبر ۱۵۹

ہوئے۔ ان کے بعد ان کے نامور بھائی مخدوم مہر شاہ نے مسندِ رشد و ارشاد کو عزت دی۔ اور بکیرا شریف کی سرزمین کو نورِ معرفت سے منور کر دیا۔ صاحب تحفتہ الکرام لکھتے ہیں کہ:۔

"مخدوم فاضل شاہ رشد سے نیکو کردہ لاولد در گذشت بعد از و برادرش (مخدوم) مہر شاہ بر مسند و ممود بزرگان بر آمدہ و حالتے نیکو بہم رسانیدہ از و شاہ قائم الدین خلف نامدار یادگار، کہ اکنوں بجائے آبا متمکن است۔"

یعنی مخدوم مہر شاہ رح نے اپنا وقت بڑی عمدگی سے گزارا۔ اور ایک نور العین (مخدوم) شاہ قائم الدین چراغِ خاندان کے طور پر چھوڑ گئے۔

مخدوم قائم الدّین قلندرؒ

مخدوم قائم الدّین قلندر علیہ الرحمتہ مخدوم مہر شاہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ ۱۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملتان پہنچ کر حضرت محمد غوث[له] علیہ الرحمتہ سجادہ نشین بارگاہِ غوثیہؒ کے دستِ بابرکت پر بیعت ہوئے۔ اور مخدوم عبدالحمید صاحب ٹالہ کنڈی سے تربیت پائی۔ مخدوم عبدالحمید صاحب مخدوم اسحٰق کے صاحبزادے تھے۔ جو قوم کے بھٹی اور حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے خاندان میں مرید تھے۔ صاحب تحفتہ الکرام نے ان کے فضل و کمال کی بڑی تعریف کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"مخدوم اسحٰقؒ از مریدان خاندان شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی است در فضیلت و کمال طاق از اصل اولیائے خالق خلاق بودہ کرامات و آیاتش از شمارہ شمار بیرون الی آخرہ۔"

ان کے تمام صاحبزادے خدا رسیدہ اور ولی کامل تھے۔ مخدوم عبدالحمید مخدوم اسحٰق علیہ الرحمتہ کی اولاد میں سے تھے۔ اور سہروردی مسلک رکھتے تھے۔ اُن کی توجہ اور شفقت نے مخدوم

له:۔ آپ مخدوم بہاء الدین رابعؒ کے فرزند تھے۔

قائم الدین کو کندن کی طرح چمکا دیا تھا۔ اور ابھی آپ عالم وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔ کہ حضرت مخدوم بھاون شاہ ملتانی، شاہ عنایت[1] رضوی اور شاہ عبد اللطیف بھٹائی رحمہم اللہ علیہم نے سندھیوں کو یہ مژدہ سنا دیا تھا۔ کہ عنقریب بکیرہ میں ایک مردِ قلندر نے ظہور کرنا ہے۔ اس کے فیض صحبت سے ہزاروں مردان خدا بیک طرفۃ العین وادی سلوک کو طے کر لیں گے۔ مخدوم مہر شاہ علیہ الرحمۃ کے انتقال پر جب آپ نے مسندِ ارشاد کو زینت دی تو ہر طرف سے سعید روحیں مور و ملخ کی طرح اس چشمۂ فیض پر جمع ہو گئیں۔ یہ میر فتح علی خان ٹالپر کا زمانہ تھا۔ وہ اپنے بھائیوں سمیت کئی بار دُعا طلبی کے لیئے حاضر ہوئے۔ پیر محمد راشد شاہ (لکیاری)، پیر احمد شاہ (بدین)، پیر محمد غوث شاہ (کامارہ) حضرت میر مرتضیٰ شاہ (ٹنڈہ سائیں داد) جیسے اکابر اولیاء اللہ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ مخدوم عبد الحمید علیہ الرحمۃ اپنی عمر کے آخری لمحات میں بڑے متفکر تھے۔ کہ فقر و ولایت کی امانت کس کے حوالے کروں۔ آخر ان کی نظر انتخاب حضرت قلندر پر ہی پڑی۔ خود بکیرا شریف آئے۔ اور امانت اس "امین الاخلاق" کے سپرد فرمائی۔

حضرت مخدوم شاہ قائم الدین تارک الدنیا درویش تھے۔ آپ نے اپنے لیئے کوئی مکان تعمیر نہ کرایا۔ ساری زندگی ایک درخت کے نیچے بسر کر دی۔ اکثر یہ مصرعہ زبان زد رہتا تھا۔ ع

برگ سبز است تحفۂ درویش

---

[1]۔ سید عنایت شاہ رضوی نصر پوری ملتان میں بیعت ہونے کے لیئے آئے تھے۔ مخدوم بھاون شاہ صاحب سجادہ نے فرمایا۔ بھائی تیرا پیر تو ابھی پیدا نہیں ہوا۔ عرض کی کوئی علامت۔۔!! ارشاد ہوا سکھر میں شاہ خیر الدین کے مزار پر اعتکاف کرو۔ وہاں ایک گھوڑا سوار نمودار ہو گا۔ وہی آپ کو سیدھے راستے پر ڈال سکے گا۔ چنانچہ رضوی صاحب کافی دنوں تک حضرت شاہ خیر الدین کے آستان پر معتکف رہے۔ ایک دن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶ پر)

بلاشبہ آپ ایسے قلندروں میں سے تھے جن کے حق میں خواجہ حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ہے ؎

بردرِ مے کدۂ رنداں قلندر باشند
کہ ستانند و دہند افسر شہنشاہی
خشت زیر سر و بر طارم ہفت اختر پاد!
دستِ قدرت نگرو منصب و رتبہ جاہی

آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ کو کئی بزرگوں نے مکہ مکرمہ اور ملتان میں براہ العین دیکھا۔ حالانکہ آپ بکیر اشریف میں ہوتے تھے۔

میر فتح علی خان تالپور قلندرؒ کے حضور میں

میر حسن علی خان صاحب حسنؔ نے اپنی کتاب میں ایک حکائیت نظم کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس وقت کلہوڑوں کو شکست دے کر میر فتح علی خان تخت نشین ہوا۔ تو اس نے اپنے بھائیوں کو دُعا کے لیئے قلندر صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب انہوں نے حاضر ہو کر دُعا کے درخواست کی تو آپ نے فرمایا:۔ "جاؤ! ہم نے خیری کو دَر دیا"۔۔۔۔ بی بی خیر النساء میر فتح علی خان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ہے۔ جن کے نام سے حیدرآباد میں ایک مسجد موسوم ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵ سے آگے) جبکہ مطلع سخت ابر آلود تھا۔ ایک شہسوار نورانی لباس میں نمودار ہوا۔ رضوی صاحب بڑے خوش ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ جب وہ سوار جانے لگا تو رضوی صاحب نے پوچھا۔ کہ حضرت کا اسم مبارک کیا ہے!؟" فرمایا" میں قائم الدین قلندر ہوں۔ ابھی میں اس دُنیا میں ظاہر نہیں ہوا۔ میرے والد ماجد پیر مہر شاہ صاحب ہیں۔ جو بکیر اشریف میں رہتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ شہسوار آنکھوں سے اوجھل ہو گیا!

تالپور حضرت کے اس جملے سے ناراض ہو گئے اور حیدر آباد جا کر میر صاحب کو تمام واقعہ کہہ سُنایا۔ کہ قلندر صاحب نے دُعا کی بجائے گالیاں دی ہیں۔

میر صاحب دانا آدمی تھے۔ اُس نے کہا کہ آپ قلندر صاحب کے اشارے کو نہیں سمجھ سکے۔ اور وہ خود حاضر ہوا۔ آپ نے پھر وہی جملہ دُہرایا۔ میر صاحب نے عرض کی۔ "حضور! "دَر" تو آپ ہیں۔ کیونکہ ہم سب آپ کی اولاد ہیں۔ فرمایا۔ "کٹن چوَد تو جیت گیا۔"

کٹن یہ چود سندھی میں ایک گالی ہے۔ مگر آپ کا یہ تکیہ کلام تھا۔"

تھوڑی دیر بعد بکریوں کا ایک ریوڑ وہاں سے گذرا۔ آپ نے میر صاحب سے فرمایا کہ کون سی بکری پالنی چاہیئے۔

میر صاحب نے ایک دُبلی بکری کی طرف اشارہ کر کے عرض کی کہ یہ بکری پالنے کے لائق ہے۔

فرمایا۔ "تم پالو۔ ! اور جا کر سنبھالو۔"

پھر ارشاد کیا۔ "تیری ماتحت رعایا فرمانبردار رہے گی۔"

میر فتح علی خان اس بشارت سے بیحد خوش ہوا۔ اور حضرت کے قدم چوم کر حیدر آباد چلا گیا۔ سندھ کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ میر فتح علی خان کا دَور ایک کامیاب دور تھا!

نیل کا بیوپار کرو

ایک بار سید میر محمد شاہ صاحبؒ کو سرکاری لگان ادا کرنے کے لیئے کچھ رقم درکار تھی۔ مگر ان کی جیب میں صرف ایک چونّی تھی۔ لگان کی ادائیگی کا فکر سوہانِ رُوح بن رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ تو مرشد کریم کی طرف روانہ ہوئے اور ابھی بیٹھنے پائے بھی نہ تھے کہ حضرت نے فرمایا کہ "میاں سید! جا کر نیل کا بیوپار کرو۔" یہ فرمان سنتے ہی ٹنڈو الہ یار کی طرف چل دیئے۔

راستے میں اونٹوں کی ایک قطار دیکھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ نیل بیچنے جارہے ہیں۔ سیّد صاحب نے بھاؤ طے کرکے سب نیل خرید لیا۔ اور وہ چوّنی پیشگی کے طور پر طے دی۔ اور وہ نیل وہاں اُتارنے کو کہا۔ چنانچہ شتر بانوں نے تمام نیل اتار دیا۔

ابھی یہ معاملہ طے کیئے تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ٹنڈو الہ یار کے بیوپاری نیل خریدنے کے لیئے آگئے۔ شتر بانوں نے کہا کہ ہم تو سارا نیل سید صاحب کو بیچ چکے ہیں۔ اگر آپ نے خریدنا ہے تو ان سے بات کیجئے۔ وہ حضرت کی طرف متوجہ ہوئے۔ سید صاحب نے کچھ نفع لگا تمام نیل ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور روپیہ لے کر نیل والوں کی رقم ادا کر دی۔ میر محمد شاہ صاحب نفع لے کر سیدھے حضرت کی خدمت میں آئے اور تمام روپیہ حضور کے آگے رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم لے جاؤ اور اپنا لگان ادا کرو۔'

کیا ہمیں ہاری رکھو گے؟

ایک دن میر محمد شاہ اپنے کھیت میں دہقانوں سے کام کرا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت قلندر صاحب آنکلے اور فرمانے لگے ،۔

''میر محمد شاہ! کیا ہمیں ہاریؔ رکھو گے۔؟''

سیّد صاحب نے عرض کیا کہ" قبلہ! ہم خود حضور کے ہاری ہیں۔ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں۔؟'

آپ نے فرمایا" نہیں نہیں ہم ضرور آپ کے ہاری بنیں گے۔"

ؔ۔ ہاری بمعنی مزدور

سید صاحب حضرت کے مزاج سے واقف تھے۔ اس لئے انکار مناسب نہ سمجھا۔ اور "ہاں" کر دی۔

فرمایا۔ "میر صاحب! کلہاڑی لا دو۔ ہم جنگل کاٹیں گے۔"

سید صاحب نے فوراً ایک کلہاڑی لا کر پیش کی۔ آپ نے اس سے ایک چھوٹا سا درخت کاٹ گرایا۔ اور فرمایا کہ "ہم نے اپنے حصہ میں حد ڈال دی ہے۔" اس کے تھوڑے عرصہ بعد ۱۱۹۵ھ میں مدد خاں نامی ایک پٹھان نے سندھ پر حملہ کیا۔ لوگ اپنے کھیت اور گھر بار چھوڑ کر جنگل میں چھپ گئے۔ اور جب یہ غدر فرو ہوا۔ اور لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے۔ تو کسی نے بھی اپنا کھیت سلامت نہ پایا لیکن میر محمد شاہ صاحب کے کھیت جوں کے توں بخیریت کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ پرندوں نے بھی نقصان نہیں کیا تھا۔ سید صاحب نے کٹائی کر کے تمام گندم فروخت کر دی۔ اور حضرت کے حصہ کی رقم لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک چونی اٹھائی۔ باقی رقم میر صاحب کو واپس کر دی۔

چودہ امانتوں والا فرزند

ہنگورجہ ریاست خیر پور میرس کے سید ناصر علی شاہ آپ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ایک عرصہ تک بکیرا شریف میں رہ کر ریاضتیں کرتے رہے۔ اور فقر و ولایت کے بلند مقام پر فائز ہو کر اپنے گاؤں واپس تشریف لے گئے۔ آج تک آپ کی اولاد بکیرا شریف میں ننگے پاؤں حاضری دیتی ہے۔ کمارو شریف کے پیر محمد غوث علیہ الرحمۃ آپ کی خدمت میں آئے اور کچھ دن مقیم رہے۔ ایک دن آپ نے جذب کی حالت میں فقیر داں سے فرمایا کہ پیر محمد غوث کو کوٹھی میں بند کر دو۔ صبح کو پیر صاحب کو کوٹھی سے نکال لائے اور آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ محمد غوث! تمہیں ایک چودہ امانتوں والا بوڑھا بچہ

عطا ہو گا۔ کچھ عرصہ بعد پیر صاحب کے گھر میں ایک بچہ تولد ہوا۔ جس کے سر کے بال سفید تھے۔ اور وہ نادر زاد ولی تھا۔ پیر محمد غوث صاحب مولود مسعود کے لیئے دعا چاہی۔ فرمایا کہ آپ حضرت امام زین العابدین کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے سر پر ہر وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ رہتا ہے۔ آپ کو کسی کی دعا کی کیا ضرورت ہے۔

دشمن کا خطرہ ٹل گیا

۱۱۹۵ھ میں مدد خان پٹھان سندھ کے قصبات کو لوٹتا ہوا بکیرا کے قریب آگیا۔ لوگوں نے حضرت قلندر صاحب سے عرض کیا کہ اپنے گاؤں کی حفاظت فرمایئے۔ دشمن سر پر آچکا ہے۔ آپ نے ایک چٹکی خاک کی اٹھائی۔ اور اس پر سورہ قریش دم کر کے مدد خان کی طرف پھینک دی۔ قدرت الٰہی سے ایسی گھٹا ٹوپ آندھی آئی۔ کہ مدد خان راستہ بھول کر آگے نکل گیا اور بکیرا اس کے شر سے بچ گیا۔

وفات

حضرت شاہ قائم الدین قلندر علیہ الرحمۃ نے ۱۳ شعبان ۱۲۱۵ھ کو بچاسی برس کی عمر میں دارِ فانی سے عالم بقا کو انتقال فرمایا۔ وفات سے پہلے وصیت کی کہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر کے زمین ہموار کر دی جائے۔ پھر فرمایا کہ مردہ بدست زندہ اگر لوگ چاہیں تو ایک جگہ سے نکال دوسری جگہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت کے وصال کے بعد جب آپ کا روضہ مبارک تعمیر کرایا گیا۔ تو قبر شریف روضہ کے عین درمیان میں نہ آسکی۔ اس لیئے قبر کو کھول کر تابوت نکالا گیا۔ اور دوبارہ روضہ کے درمیان میں دفن کیا گیا۔ اس طرح سندھی کی بات پوری ہو کر رہی!

مخدوم امام بخش علیہ الرحمتہ

چونکہ حضرت شاہ قائم الدین قلندر علیہ الرحمۃ نے تمام عمر عالم تجرد میں بسر فرمائی تھی۔ اس لیئے

ان کے وصال کے بعد آپ کے عم زاد بھائی مخدوم امام بخش شاہ صاحب آپ کے صاحب سجادہ قرار پائے ۔۔۔ چونکہ آپ اکثر پالکی میں سوار ہوتے تھے۔ اس لیئے صاحب محمل یعنی ڈولی والے سائیں کے لقب سے مشہور ہوئے۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت مخدوم شہر اللہؒ کے زمانے سے آستان بکیرا شریف سے متعلق چند جاگیریں چلی آتی تھیں۔ کلہوڑوں نے اپنے دور میں ان پر تصرف کرنا چاہا۔ مگر بادشاہ دہلی نے مخدوم شاہ سراج الدین کے تشریف لے جانے پر ان جاگیروں کے بارہ میں تازہ احکامات صادر فرمائے۔ چنانچہ کلہوڑے پھر کسی قسم کا تصرف ان جاگیروں میں نہ کر سکے۔ میر صاحبان نے بھی اپنے زمانہ اقتدار میں ان جاگیرات، کو بحال رکھا۔ مگر جب میر نصیر خان کا زمانہ آیا تو اس نے کہا کہ حضرت مخدوم صاحبان کی رہائش بکیرا شریف میں ہے جو میر شیر محمد خان تالپور کی حدود میں ہے اور جاگیر حیدرآباد اسٹیٹ میں ہے۔ اگر مخدوم صاحبان حیدرآباد اسٹیٹ میں جہاں جاگیر واقع ہے۔ منتقل ہو آئیں تو جاگیر انہیں مل سکتی ہے۔ ورنہ بحق ریاست ضبط رہے گی۔ یہ زمانہ مخدوم امام بخش شاہ "صاحب محمل" کا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم جاگیروں کے لالچ میں اپنے آباء و اجداد کی ہمسائیگی اور ان کے مقبروں کی جاروب کشی سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ اس پر میر صاحب نے جاگیر بحق تالپور سرکار ضبط کر لی۔ قدرت الٰہی سے اسی عرصے میں ۔۔ انگریزوں نے حملہ کر کے حیدرآباد پر قبضہ کر لیا۔ بکیرا کی جاگیر کے ساتھ تالپوروں کے گھر سے حکومت بھی رخصت ہو گئی۔

مخدوم امام بخش شاہ صاحب بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ سہروردی سلسلے کو ان کی کوششوں سے بڑا فروغ ہوا۔ اور ہزاروں کفار اور ہنود حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حضرت مخدوم امام بخش شاہ نے ۱۴ ماہ جمادی الاول ۱۲۸۳ھ کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔ اور حضرت قلندر صاحب کے مقبرہ میں دفن ہوئے ایک معتقد نے آپ کی تاریخ وفات

اس طرح موزوں کی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں)۔ ص

دریغ آں امام بخش شاہِ پیر بظاہر فقیر و بمعنی امیر
زدیر کہن چونکہ شد مرتحل بباغِ جناں گشت آندم مسیر
بباغِ فضیلت گلِ باصفا! بچرخِ سعادت چوں بدرِ منیر
تنک سیرت و سیّد ذی شرف ہمیشہ خداوند اورا نصیر
ز اولادِ امجاد غوث زمان ہم او بود از آلِ پیرانِ پیر
چوں جستم سنِ رحلت آنجناب
بگفتار سروشم قطبِ بے نظیر
۱۲۸۳ھ

مخدوم شہر اللہؒ سے لیکر مخدوم مہر شاہ تک تمام سجادگان ایک مقبرے میں دفن ہیں مخدوم فاضل شاہؒ اور مخدوم شہر اللہؒ دونوں پہلو بہ پہلو محوِ خواب ہیں۔ مخدوم فاضل شاہ کا مزار پُر انوار دائیں جانب ہے۔ دوسرا مقبرہ قلندر صاحبؒ کا ہے جنوب میں پیر فاضل شاہ بن محمد شاہؒ کا مقبرہ ہے۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت مخدوم کے ۲ صاحبزادے تھے۔ پیر الٰہی بخش شاہؒ جنہوں نے والد ماجد کی موجودگی میں سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ دوسرے مخدوم اللہ بخش تھے جو والد ماجد کی وفات کے بعد صاحبِ سجادہ بنے۔ تیسرے پیر غلام نبی شاہ صاحب تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے محمد جمال شاہ تھے۔ جو آپ کی زندگی میں انتقال کر گئے۔ پیر غلام نبی شاہ نے ۲۱ شوال ۱۳۱۲ھ کو عالم فانی سے عالم باقی کو انتقال فرمایا۔

مخدوم اللہ بخش شاہ علیہ الرحمۃ ۱۸ برس مسند ارشاد پر نوع انسانی کو صراط المستقیم پر گامزن کرنے کے بعد ۱۸ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ کو راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

حضرت مخدوم کو واہب العطایا نے تین فرزند عطا فرمائے تھے۔ مخدوم امام بخش شاہ

پیر شاہ، صدر الدین شاہ عرف جان محمد شاہ مؤخر الذکر دونوں حضرات نے والد ماجد علیہ الرحمۃ کی زندگی میں انتقال کیا۔ مخدوم پیر امام بخش شاہ عرف پیر صدیق محمد شاہ اپنے آباء کرام کی مسند پر رونق بخش ہوئے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ پیر غلام نبی شاہ پیر احمد شاہ اور پیر تاج محمد شاہ موجودہ صاحبزادگان ان مخادیم کی اولاد ہیں۔ اور علوم ظاہری و باطنی میں خاص ادراک رکھتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شجرہ نسب مشائخ بکیرا شریف

شاہ فتح محمد علیہ الرحمۃ

شاہ قطب الدینؒ — شاہ صدر الدینؒ

شاہ اسمٰعیلؒ — (جد خاندان قریشی غوث پور)

شاہ شہر اللہ سندھوؒ — پیر محمد شاہؒ

شاہ سراج الدینؒ — شاہ قائم الدینؒ — پیر سیف الدین شاہؒ

مخدوم مہر شاہؒ — پیر فاضل شاہ ثانیؒ — پیر امام بخش شاہؒ (صاحب محمل)

مخدوم شاہ قائم الدین قلندرؒ

مخدوم اللہ بخش شاہؒ — پیر غلام نبی شاہؒ — پیر الٰہی بخش شاہؒ

پیر محمد جمال شاہؒ

مخدوم امام بخش شاہؒ عرف پیر صدیق شاہ — پیر شاہؒ — پیر صدر الدین شاہؒ عرف جان محمد شاہ

پیر غلام نبی شاہؒ — پیر احمد شاہؒ — پیر تاج محمد شاہؒ

تذکرہ

خاندانِ قریش غوث پور۔ ملتان

حضرت شاہ فتح محمد علیہ الرحمتہ کے ایک صاحبزادے شاہ قطب الدین اور ان کی اولاد امجاد کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب ان کے دوسرے فرزند ارجمند پیر صدر الدین علیہ الرحمتہ اور اُن کی اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پیر صدر الدین کے پانچ صاحبزادے تھے۔ شیخ شہاب الدین اور گلاب شاہ لاولد فوت ہوئے۔ شیخ شرح اللہ شہر اللہ کے ایک بیٹے — پیر قطب الدین تھے۔ جن کے صرف ایک صاحبزادے پیر عنائیت شاہ تھے۔ وہ بھی لاولد انتقال فرما گئے۔ شیخ اسمٰعیل کے پانچ صاحبزادے تھے۔ مگر ان کا سلسلہ دوسری پشت سے آگے نہیں چلا۔ پیر صدر الدین رح کے بڑے صاحبزادے شیخ عبد النبی تھے۔ ان کی چوتھی پشت میں ایک اور پیر صدر الدین رح گذرے ہیں۔ وہی غوث پور قریشی کے بانی مبانی ہیں۔

پیر صدر الدین شاہ کے دو صاحبزادے، پیر محمد حیات شاہ اور پیر مراد شاہ بڑے با اثر بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کا سرکار دربار میں بھی بڑا مرتبہ تھا۔ دونوں بھائی وائسرئیگل درباری تھے۔ حکام اور عوام دونوں کا بڑا احترام کرتے تھے۔

پیر محمد حیات کے بڑے صاحبزادے، پیر غلام رکن الدین سہروردی مسلک کے بڑے مبلغ تھے۔ انہوں نے "گلزار معرفت" نام سے ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ جس میں طریقت کے اسرار و رموز پر خوبصورتی سے بحث کی ہے سنہ ۱۹۰۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور آبائے کرام کے پہلو میں محو خواب ہوئے۔

پیر غلام رکن الدین کی اولاد میں پیر محمد حسین، پیر برخوردار اور پیر دوست علی زندہ موجود اور صاحب اولاد ہیں۔ پیر برخوردار شاہ صاحب خانقاہ پیر صدر الدین دواقع غوث پور) کے صاحب سجّادہ ہیں۔

پیر محمد حیات شاہ کے دوسرے صاحبزادے پیر روشن چراغ تھے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ جن میں پیر لعل شاہ لاولد فوت ہوئے۔ پیر ارشاد علی شاہ ضلع کے بڑے زمیندار تھے اور ۱۹۱۶ء سے میاں چنوں کے ذیلدار چلے آتے تھے۔ نیز میونسپل کمیٹی میاں چنوں اور ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کے ممبر بھی تھے۔

پیر ظہور حسین شاہ

آپ پیر ارشاد علی شاہؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ میاں چنوں کے ممتاز زمیندار، میونسپلٹی کے صدر، ڈسٹرکٹ کونسل ملتان کے ممبر اور صوبائی اسمبلی کے رکن تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم مرید حسین صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین بارگاہ کے نسبتی فرزند ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ آپ کا اکثر وقت مخدوم محمد سجاد حسین صاحب قریشی کے ساتھ بسر ہوتا تھا۔ اور دونوں کا آپس میں بڑا پیار تھا۔ افسوس آپ کا عین عالم شباب میں انتقال ہوگیا۔ اس وقت مرحوم کے فرزند پیر شجاعت حسین اپنے خاندان کے سربراہ ہیں۔ پیر صاحب کے عم بزرگوار پیر اللہ داد شاہ بھی بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ سات بیٹوں کے باپ تھے جن میں پیر نذر حسین شاہ اچھی سوجھ بوجھ کے نوجوان ہیں۔

ریڈیائی تبصرہ

مجھے یہ دیکھ کر دلی خوشی ہوئی ہے کہ کلامِ فریدؒ بڑے خوبصورت اور عمدہ انداز میں ہمارے سامنے آیا ہے اس سرائیکی شاہکار کے لیئے ہمارے بزرگ مولانا نور احمد خان فریدی مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے سخت محنت کر کے سرائیکی عوام کے لیئے عام طور پر اور اردو دان طبقہ کے لیئے خاص طور پر ... خدمت انجام دی ہے

عزیز الرحمٰن، پروڈیوسر ریڈیو پاکستان ملتان

شجرہ نسب خاندانِ قریش غوث پور ۔ ملتان

شاہ فتح محمدؒ علیہ الرحمۃ

شیخ صدرالدینؒ

شیخ عبدالنبیؒ ، شیخ اسمٰعیلؒ ، شیخ شہاب الدینؒ ، شیخ گلاب شاہؒ ، شیخ شرح اللہؒ

شیخ قطب الدین

شیخ عنایت شاہ

شیخ صدرالدینؒ ، امام دینؒ ، سیف الدینؒ ، نصرت شاہؒ ، شرف الدینؒ

محبوب شاہؒ ، زیتون شاہ ، کبیر شاہؒ ، گلاب شاہؒ

شیخ عبدالرحیمؒ ، شیخ عبدالحکیمؒ ، شیخ فتح محمدؒ

شیخ عنایت شاہ

پیر شاہ محمد ، پیر کمال محمد

پیر مراد شاہ ، پیر عالم شاہ ، پیر ولایت شاہ ، پیر محبوب شاہ

پیر ابراہیم شاہ ، پیر بہاول بخش ، پیر رحم شاہ

پیر صدرالدینؒ ، پیر نبی شاہؒ

پیر محمد حیات شاہؒ ، پیر مراد شاہؒ ، پیر عبداللہ شاہؒ

پیر دولت شاہؒ ، پیر فیض اللہؒ ، غلام بہاءالدینؒ ، پیر غوث بخشؒ

پیر اللہ دتہ ، پیر عبدالحق ، محمد علی شاہؒ ، حبیب شاہؒ

امام شاہ ، فتح شاہ ، قائم شاہ ، مبارک شاہ ، غلام قاسم شاہ

پیر غلام رکن الدین ، پیر روشن چراغ ، پیر ابراہیم شاہ ، پیر احمد شاہ

سوار شاہ ، لعل شاہ ، پیر ارشاد علی ، پیر اللہ داد شاہ ، غلام رسول شاہ

پیر ظہور حسین ، کرم شاہ ، رحم شاہ ، عطا حسین

پیر محمد حسین ، پیر برخوردار ، پیر دوست علی ، شجاعت حسین ، جعفر حسین ، محبوب حسین ، شمشاد علی ، واحد علی ، فدا حسین ، ظفر علی

خاندان مخدوم صدر الدینؒ

کوٹ مخدوم اور غوث پور کی قریشی برادری

مخدوم صدر الدین محمد علیہ الرحمتہ نے اپنی بقیہ زندگی غوث پور ضلع بہاول نگر میں بسر فرمائی۔ اور یہیں راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ ان کے بعد مخدوم ضیاء الدین اور ان کے بعد مخدوم نور شاہ صاحب گدی نشین ہوتے۔ ان کی وفات پر مخدوم محمد نذیر شاہ صاحب سجادہ ہوئے۔ ان کے بعد یہ شرف و مجد مخدوم نصیر شاہ صاحب کے فرزند ارجمند محمد اشرف شاہ کو عطا ہوا۔ لیکن چونکہ آپ کمسن ہیں۔ اس لیے آپ کے چچا مخدوم احمد حسن شاہ صاحب اس وقت کوٹ مخدوم اور غوث پور کی جملہ قریشی برادری کے سربراہ اور مختار عام ہیں اور تمام جائیداد کا جو آٹھ نو ہزار بیگھے کے قریب ہے۔ انتظام فرماتے ہیں۔

مخدوم شیخ کبیر علیہ الرحمتہ

قادر پور راں کی کبیرانی شاخ

۱۸۰۸ء کے قریب مخدوم صدر الدین محمد علیہ الرحمتہ کے چوتھے صاحبزادے مخدوم شیخ کبیر مع دو فرزندان مخدوم محمد عارف شاہ اور مخدوم شہاب الدین اپنی قدیم اراضی کے سبب قادر پور راں میں منتقل ہو آئے۔

مخدوم شیخ کبیر علیہ الرحمتہ کا وجود اس دور میں بڑا غنیمت تھا۔ وہ اپنے آباء کرام کی

زندہ تصویر اور سلسلہ سہروردیہ کے سرگرم مبلغ تھے۔ مریدوں پر بڑا اثر رکھتے تھے۔ اپنے مریدوں
کی اصلاح احوال کے لیئے ممدوح اکثر سندھ کا دورہ کیا کرتے تھے۔ اور سندھی عوام میں بے حد
مقبول تھے۔ آج بھی جب ان کا ذکر آتا ہے تو لوگوں کی آنکھیں فرطِ عقیدت سے ڈبڈبا
جاتی ہیں۔ آپ کا حسین و جمیل مقبرہ قادر پور راں میں مرجع خواص و انام ہے۔ مخدوم شیخ
کبیر علیہ الرحمتہ کے دونوں صاحبزادے قادر پور راں کے لیئے آیہ رحمت ثابت ہوئے۔ عوام
کی بھلائی کے لیئے آپ نے بڑا قابل قدر کام کیا۔ لوگوں میں تعلیم کا شوق پیدا کیا۔ سکول کو
ترقی دِلائی۔ ہسپتال کا اجراء کرایا۔ اور گاؤں کی اصلاح کی۔

مخدوم محمد عارفؒ

مخدوم محمد عارف شاہ غیر معمولی صلاحیتوں کے بزرگ تھے اور خلقِ خدا کے بڑے ہمدرد
اور خدا یاد درویش تھے۔ اللہ کریم نے آپ کو دو فرزند عطا کیئے تھے۔ مخدوم محمد غوث شاہ
اور مخدوم زادہ محمد کبیر شاہ جو پیری، مریدی، زمینداری اور خانگی امور میں اپنے والد ماجد کے
دستِ راست تھے۔ مخدوم محمد عارف کا اکثر وقت اوراد و اذکار اور مریدوں کی اصلاح
احوال میں گذرتا تھا۔ آپ کو انتقال کے بعد والد ماجد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

آپ کا بڑا صاحبزادہ مخدوم غوث بھی کچھ عرصہ بعد آباءِ کرام کی ارواح صادقہ
سے جا ملا۔ اب ان کا فرزند جگر بند مخدوم احمد غوث بزرگوں کی یاد کو تازہ کیئے ہوئے
ہے۔ اور سندھ میں اپنے زمیندارہ کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

مخدوم شہاب الدینؒ

مخدوم شہاب الدین مخدوم شیخ کبیر علیہ الرحمتہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ نہایت متقی

اور معاملہ فہم انسان تھے۔ نیکی اور خوبی کی زندہ تصویر تھے۔ یہ ملنسار جو ملنے آتا آپ کی خوش اخلاقی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ آپ متواتر بیس سال تک ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کے ممبر اور رفاہِ عامہ کے سرگرم کارکن رہے۔ بلاشبہ آپ خدا کے اُن بندوں میں سے تھے جن کا باطن ظاہر سے زیادہ شاندار ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے لئے جیتے اور فیوض و برکات کی بارش کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۳۰ء میں جب آپ راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ تو قادر پور راں کے تمام ہندو مسلمان اشکبار ہو گئے۔ اس دن کوئی اپنے کام پر نہ گیا۔ پورے قصبے میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ اور آپ کے وجودِ اطہر کو شاندار طریقے سے نامور والد کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مخدوم شہاب الدین مرحوم نے دو۲ صاحبزادے اپنی یادگار چھوڑے۔ مخدوم نذیر احمد یہ آپ کے جانشین ہیں۔ اور محمد غوث و علی غوث ان کے دو ہونہار فرزند زیر تعلیم ہیں۔

مخدوم صاحب کے دوسرے فرزند ارجمند مخدوم منظور احمد بڑے ملنسار، ادیب، اور علم دوست واقع ہوئے ہیں۔ آپ کا وقت زیادہ تر کتب کے مطالعہ اور احباب کی ملاقات میں گذرتا ہے۔ خوش خور، خوش پوش، اور خوش مزاج انسان ہیں۔

مشائخ سہروردؒ ● تذکرہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ ● تذکرہ شیخ الاسلام صدر الدین عارفؒ جلد اوّل
● تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکن عالم ملتانیؒ ● تذکرہ صدر الدین عارفؒ جلد دوم۔
جب سسی پنوں۔ ہیر رانجھا اور مرزا صاحباں کے قصے تعلیمی و بلدیاتی لائبریریوں میں جگہ پا سکتے ہیں تو اہل اللہ کی سیرتوں کو جگہ کیوں نہ ملے اس میں قطعاً مبالغہ نہیں کہ اگر عہدِ حاضر کے فسق و فجور کی دلدل سے نوعِ انسانی کو کوئی چیز نجات دلا سکتی ہے تو وہ اربابِ صدق و صفا کے حالاتِ زندگی ہیں جنہوں نے آج سے سات سو سال پیشتر اپنے غیر معمولی اثر و نفوذ سے کافروں کو مسلمان اور چوروں کو قطب اور ابدال بنا دیا تھا۔

تذکرہ

مخدوم شاہ محمود علیہ الرحمتہ والغفران

سجادہ نشین بارگاہ غوثیہ ملتان

حضرت مخدوم شاہ محمود علیہ الرحمتہ کا نسب پندرہ واسطوں سے حضرت شیخ الاسلام بہاء الحق والدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ سے جا ملتا ہے۔ جیساکہ شجرہ سے ظاہر ہے۔ آپ حضرت مخدومہ راجی علیہا الرحمتہ کے تملیک نامہ کی رُو سے حضرت غوث العالمینؒ قطب الاقطابؒ اور بی بی پاک دامن رضوان اللہ علیہم کی خانقاہوں کے سجادہ نشین قرار پائے۔ دیگر ورثاء نے حقوق سجادگی کے لیئے چارہ جوئی کی۔ مگر چونکہ یہ معاملہ قانونی طور پر زائد المیعاد ہو چکا تھا۔ اس لیئے تمام مقدمات خارج ہوئے اور شاہ محمودؒ کی سجادگی حکومت نے بجا طور پر تسلیم کرلی۔

سکھوں کے عہد میں اراضیات جو مقابرِ مقدسہ کے ساتھ وقف تھیں ضبط ہوگئیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دونوں خانقاہوں کے لیئے ساڑھے تین ہزار روپے سالانہ کی جاگیر مقرر کر دی۔ دیوان ساون مل نے صرف ۱۶۰۰ روپے سالانہ منظور کیئے۔ پھر دربار کی طرف سے مالگذاری اور نقد وظیفہ کی مجموعی معافی دو ہزار تین سو روپے سالانہ تک رہی۔ دیوان ساون مل کے بعد اس کا بیٹا مول راج ملتان کا گورنر مقرر ہوا۔ یہ باپ کی طرح مدبّر اور دور اندیش نہ تھا۔ رعایا اس کے سلوک سے سخت نالاں تھی۔ آئے دِن اُس کے خلاف ریذیڈنٹ کے پاس شکایات پہنچتی رہتی تھیں۔ ہندو اور سکھ اس کی شہ پر مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے۔ مُلتان شہر کی بہت سی مسجدیں مقفل تھیں۔ اور بہت سی مساجد میں اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ مسلمان کسی شادی بیاہ کے موقع پر یا عید الاضحیٰ کی تقریب پر گائے ذِبح کرتے۔ تو ہندو اُن پر حملہ کر دیتے۔ مضافات میں ہر جگہ ہندو محاصل مقرر تھے۔ اور وہ مسلمان کاشتکاروں اور زمینداروں پر تشدّد کرتے تھے۔ جاگیریں جو سالہا سال سے مسلمان

اُمراء کے قبضے میں چلی آتی تھیں۔ سب ضبط ہو چکی تھیں۔ سرکاری مالیہ کی ادائیگی میں اگر بعض ناگزیر وجوہ کے سبب تاخیر ہو جاتی۔ تو انہیں جولان لگا کر کڑکتی دھوپ میں پھینک دیا جاتا تھا۔ اس غرض کیلیئے بعض مقامات پر لمبے شہتیر رکھے رہتے تھے جن میں لوہے کے کڑے پیوست تھے۔ باقی داروں کو ان کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔ غوث الملک کے قریب ایک گاؤں کاٹ گڑھ کے نام سے آج تک اس وحشیانہ سزا کا ثبوت مہیا کرنے کو موجود ہے۔ یہاں بھی کاٹھ لگانے کا انتظام تھا۔ اس زمانے میں جہاں جہاں انگریزی مقبوضات تھے۔ وہاں نہ صرف مذہبی آزادی تھی۔ بلکہ مقابلتہً رعایا کو بھی ہر طرح کا آرام میسر تھا۔ ان دنوں اسلامی حکومت کا تو تصوّر تک محال تھا۔ لیکن جب انگریزوں کی توجّہ ملتان کی طرف دیکھی ـــــ تو اکثر مسلمان اُمراء دل سے یہ چاہنے لگے کہ اگر انگریز آجائیں۔ کم ازکم اس بدنظمی سے تو نجات ملے گی۔ چنانچہ ۱۸۴۹ء میں جب انگریزی افواج نے ملتان پر حملہ کیا۔ تو دوسرے اکابر مسلمانوں کی طرح مخدوم شاہ محمودؒ نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ۲۶ر دسمبر تک سورج کنڈ اور شہر کے مضافات میں غیر منظم طور پر جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ۲۸ر دسمبر کو باقاعدگی کے ساتھ بمبئی اور بنگال کی قلعہ شکن توپوں سے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی گئی اور سارا دن یہ خوفناک توپیں آگ برساتی رہیں۔ توپوں سے گھن گرج کی صدا اتنی شدت سے نکلتی تھی۔ کہ بہاول پور تک سُنائی دیتی تھی۔ ۳۰ر دسمبر کو قلعہ شکن توپ کا ایک گولہ میگزین پر جا پڑا۔ جس سے اتنا زبردست دھماکہ ہوا کہ سولہ ہزار پونڈ بارود بھک سے اُڑ گیا۔ شہر کے بڑے بڑے مکانات اور معابد تباہ و برباد ہو گئے۔ چنانچہ مقبرہ حضرت غوث العالمینؒ، مسجد حضرت قطب الاقطاب، جامع مسجد، مقبرہ علاّمہ قطب الدین کاشانی رحؒ، مقبرہ سلطان حسین خان لنگاہ محلہ شیخانہ، محلہ شاہانہ کے اکثر محلات اس حادثہ فاجعہ کی نذر ہوئے۔ تقریباً آٹھ سو آدمی بھی مارے گئے۔ ۳۱ر دسمبر کو قلعہ کے گودام میں آگ لگ گئی اور سات سو من غلّہ، تیل اور گھی کے ہزارہا کنستروں کے ساتھ جل کر راکھ ہو گیا۔ یکم جنوری ۱۸۵۰ء کو خونی بُرج کی جانب سے ہولناک گولہ باری کی گئی۔ اور کافی نقصان اُٹھانے کے بعد انگریزی فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں۔ دیوان نے ۲۲ر جنوری

۱۸۵۰ء کی صبح کو اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد ملتان میں انگریزی حکومت کا دور شروع ہو گیا۔

مخدوم شاہ محمود علیہ الرحمتہ نے حضرت غوث العالمینؒ اور حضرت قطب الاقطابؒ کے مقابر کی مرمت کیلئے انگریزوں کو توجہ دلائی۔ گورنمنٹ پنجاب نے مبلغ دس ہزار روپے مرمت کے لئے منظور کیے۔ لیکن حکومتِ ہند نے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ وقتی طور پر تو مخدوم شاہ محمودؒ کو انگریزوں کی اس سرد مہری پر افسوس ہوا۔ لیکن جب اُن کی توجہ "مرأۃ المناقب" کے اس فقرہ "خانقاہ شیخ الاسلام از بیت المال بنا نیست" کی طرف مبذول کرائی گئی تو انہوں نے اس گرانٹ کے نہ ملنے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور حضرت غوث پاکؒ کے مقبرہ کی اپنے مریدوں کی مدد سے خاطر خواہ مرمت کرادی۔

حضرت مخدوم شاہ محمودؒ بڑے اثر و رسوخ کے بزرگ تھے۔ اگرچہ سجادگی کے زمانے میں انہیں صبر آزما مراحل طے کرنا پڑے۔ لیکن یہ اپنی خداداد ذہانت اور قابلیت کے طفیل تمام مصائب پر غالب آگئے۔ نہ صرف خاندانی اُلجھنوں سے دامن چھوڑا لیا۔ بلکہ ایسے نازک دور میں جب کہ مسلمانوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اپنی قوم کی صحیح راہنمائی کی۔

خالصہ گردی نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو ختم کر دیا تھا۔ تبلیغی جماعتیں غیر قانونی قرار دے دی گئی تھیں۔ عرس اعراس بجائے خود رہے وہ مقابر جہاں آٹھوں پہر انوار و تجلیات کا نزول ہوتا رہتا تھا۔ کھنڈر بنے پڑے تھے۔ یہ انہی کا دم خم اور اثر و نفوذ تھا۔ کہ مسلمانوں کے دلوں سے نہ صرف خوف و ہراس دُور کیا۔ بلکہ اُن میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ اور وہی مسلمان جو چند سال پہلے غنڈہ عناصر کے ڈر سے مساجد میں اذان دیتے ہوئے جھینپتے تھے۔ اب اُن میں اتنی خود اعتمادی پیدا ہو چکی تھی۔ کہ ۱۸۶۰ء میں جب ہندوؤں نے چندہ جمع کر کے پرہلاد جی کا مندر تعمیر کرایا اور اسکی گمٹی کو مقبرہ شیخ الاسلام سے اُونچا لے جانے کی سعی کی۔ تو شہر میں کہرام برپا ہو گیا اور انہوں نے اسے حضرت غوث پاک کی صریح بے ادبی پر محمول کیا۔ اگرچہ مخدوم شاہ محمودؒ نے مسلمانوں کو سکون

میں لانے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود شدید ہندو مسلم فساد ہو گیا جس پر گورنمنٹ نے ہندوؤں کو مجبور کر دیا۔ کہ وہ پرہلاد جی کی گمٹی کو روضہ مطہرہ سے اوپر لے جانے کی حماقت نہ کریں بالآخر سرمایہ دار قوم کو اپنے تمام حربے استعمال کرنے کے باوجود مسلمانوں کے جذبات کے آگے جھکنا پڑا۔

مخدوم شاہ محمودؒ نے اپنی ذاتی قابلیت سے اس قدر جائیداد پیدا کر لی تھی۔ کہ وہ ملتان کے رئیس اعظم سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح اُن کے چھوٹے بھائی شیخ پیر شاہ صاحب کا شمار بھی بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا۔ محض رفاہِ عامہ کی خاطر انہوں نے بلدیہ ملتان کی اعزازی سیکرٹری شپ قبول کر رکھی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس منصب پر فائز ہو کر انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کو ہندوؤں کی عیارانہ دستبرد سے بچالیا۔ بلکہ وہ مساجد اور محلات بھی مسلمانوں کو واپس دلائے۔ جن پر اس قوم کا سالہا سال سے غاصبانہ قبضہ چلا آتا تھا۔

مخدوم شاہ محمودؒ کے معاصرین سے نہایت گہرے تعلقات تھے۔ لاہور کے فقیر برادران سید نورالدین اور عزیز الدین علیہما الرحمۃ انہیں برادر خورد کہہ کر پکارتے تھے۔ انہوں نے برچھا گردی کے ایام میں خالصہ دربار میں اُن کے حقوق کی حفاظت کر کے دوستی کا حق ادا کیا۔ اپنی برادری کو رشتے ناطے کی دیرپا زنجیروں سے اس قدر مربوط کر دیا کہ مخالفین کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اُن کے مخلصانہ تعلقات میں پھر کسی قسم کا خلا پیدا نہ ہو سکا۔ چنانچہ غوث پور قریشی۔ میانوالی قریشی۔ اور بیٹ پکسیح کے خاندانوں میں اب تک میل ملاپ اور اشتراک عمل کا وہی جذبہ برابر کارفرما چلا آتا ہے۔ صرف قادر پور راں کا ہی خاندان الیسا رہ گیا ہے۔ جن کے مابین مخالفین کی کھڑی کی ہوئی دیوار اب تک حائل ہے۔ اُمید ہے حاضر الوقت مخدوم محمد سجاد حسین صاحب قریشی کا فہم و تدبر اس وقت پر غالب آ کر رہے گا۔ اور حضرت غوث پاکؒ کا پورا خاندان آپس میں شیر و شکر ہو کر ترقی کی راہوں پر گامزن ہو گا۔

"تذکرہ ملتان" کے مؤلف مخدوم شیخ محمد یوسف گردیزی مخدوم شاہ محمودؒ کے معاصر تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت غوث العالمینؒ کے زمانہ سے آج تک بشمول سجادگی ہر سہ مستورات مخدوم شاہ محمودؒ پچیسویں سجادہ نشین ہیں اور اس خاندان کے ہمارے خاندان کے ساتھ نہایت گہرے مراسم چلے آتے ہیں۔ خاص کر مخدوم شاہ محمودؒ جو اس وقت اپنے جدِ اعلیٰ کی مسند پر رونق بخش ہیں۔ میرے ساتھ خاص لطف و عنایت سے پیش آتے ہیں۔ نیز انہوں نے میرے خاندان کے جملہ افراد سے دوستانہ تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔" آخر میں دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم دیر تک انہیں اپنے آباء کرام کے سجادہ پر برقرار رکھے۔ "تذکرۃ الملتان" کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"از حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریاؒ تا بغایت حال مخدوم شاہ محمود ہیومعہ سجادگی ہر سہ مستورات بست و پنجم سجادہ نشین اند۔ واز ابتدائے زماں شیخ بہاء الدین قریشیؒ رابطہ دوستی و اتحاد فیما بین خاندان حضرت مخدوم شیخ محمد یوسف گردیزؒ مستحکم یک جہتی و وداد روز افزوں است و انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نیز ہمچناں برقرار بماند و تزاید پذیرد۔ الحال چوں مخدوم شاہ محمود بر سجادۂ جد بزرگوار خود متمکن است بسا الطاف و توجہات در بارہ ایں اضعف کہ سجادہ نشین جد بزرگوار خودم مصروف دارند۔ و با سائر خاندانِ ایں احقر۔ نیز بسیار ارتباط و دوستی مے دارند۔ بفضلِ الٰہی مستقر بر سجادہ جد بزرگوار خود باشند۔ ایں اضعف نیز دائماً معہ اولاد بر سجادہ جد گرامی خود بفضل و کرم الٰہی متمکن و مستقر باشد۔ آمین یا ربنا کریم۔" (صفحہ ۱۱۱)

وفات ۲۷۔ شعبان ۱۲۶۱ھ بمطابق ۱۸۶۹ء کو ملتان کی یہ محبوب ترین شخصیت رفیق اعلیٰ کو لبیک کہہ گئی۔ آپ کے جسد مبارک کو بڑے اعزاز سے حضرت غوث العالمین قدس سرہٗ کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں آدمی شریک ہوئے اس روز سرکاری عدالتیں دفاتر اور مدارس بطور ماتم داری بند رہے۔

تذکرہ

مخدوم شیخ بہاول بخش قریشیؒ

سجادہ نشین بارگاہ غوثیہ

مخدوم شاہ محمودؒ کے انتقال پر اُن کے بڑے صاحبزادے شیخ بہاول بخش صاحب منصبِ سجادگی کے مالک بنے۔ آپ کی شادی احمد پور شرقیہ کے مشہور رئیس شیخ بہاءالدینؒ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ تقریباً نو ۹ مواضعات میں آپ کی اراضیات پھیلی ہوئی تھیں۔ رفاہِ عامہ کی غرض سے آپ نے بلدیہ ملتان کی ممبری قبول کر رکھی تھی اور کچھ عرصہ شہر کے آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔

آپ کے زمانہ میں دو مرتبہ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ چشتی نظامی ملتان تشریف لائے آنحضرت اپنے زمانہ کے بہت بڑے اہل اللہ اور باکمال صوفی تھے۔ اور جب بھی تشریف لاتے حضرت غوث پاک اور قطبُ الاقطاب رضوان اللہ علیہم کے مقابر پر ضرور حاضری دیتے تھے۔ حضرت مخدوم صاحبؒ کو اُن سے بڑی محبت تھی اور انہیں پختہ ضیافت بھجوایا کرتے تھے۔ مخدوم صاحب کو مریدوں کی اصلاح احوال کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اس غرض کے پیش نظر آپ نے کئی بار سندھ کے دورے فرمائے۔ اور خلیج کچھ کے اُن مقامات تک تشریف لے گئے۔ جہاں سینکڑوں میلوں تک سمندری دلدل تھی۔ اور میٹھے پانی کا نشان تک نہ تھا۔ اس لیئے آپ پانی کی مشکیں بھروا کر ہمراہ لے جاتے تھے۔ آپ کا فرزند جگر بند مخدوم زادہ شیخ محمد شاہ ایک ہونہار نوجوان تھا۔ ۱۸۹۴ء میں بقضائے الٰہی اس کا انتقال ہو گیا۔ مخدوم صاحبؒ اگرچہ بڑے حوصلہ مند انسان تھے۔ لیکن اکلوتے بیٹے کی جوان مرگ کے متحمل نہ ہو سکے۔ اور اس حادثہ فاجعہ کے دو سال بعد آپ بھی عالم فانی سے عالم باقی کو انتقال فرما گئے۔ اور جدِ اعلیٰ کے قدموں میں سپردِ خاک ہوئے۔

تذکرہ

مخدوم شیخ حسن بخش قریشیؒ

سجّادہ نشین بارگاہ غوثیہ

مخدوم بہاول بخش صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے بعد کوئی وارث نہیں چھوڑا تھا۔ اس لیئے آپ کے چھوٹے بھائی مخدوم شیخ حسن بخش صاحبؒ صاحب سجّادہ بنے۔ آپ بہترین سوار اور نیزہ باز تھے۔ نشانہ بازی میں پوری قدرت رکھتے تھے۔ علم و ادب اور شعر و شاعری سے آپ کو خاص شغف تھا۔ بایں ہمہ آپ کا زیادہ تر وقت تاریخ و سیر کی کتابوں کے مطالعے میں گذرتا تھا۔ آپ کے کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔ اور بڑے بڑے صاحب کمال، شعراء اور فضلاء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی سخاوت سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ بیواؤں اور یتیموں کے لیئے وظائف مقرّر تھے۔ اور رفاہِ عامہ کے امور میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ آپ کی علم دوستی، دریادلی اور امیرانہ شان و شوکت کے کئی دلچسپ قصّے اب تک لوگوں میں متداول چلے آتے ہیں۔ آپ نے "انوارِ غوثیہ" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی جس میں اپنے جدِّ اعلیٰ اور سلسلہ سہروردیہ کے حالات درج فرمائے تھے۔

ملتان گزٹیر سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کے زمانہ تک قلعہ ملتان اگرچہ جگہ جگہ سے شکستہ ہو چکا تھا۔ تاہم فوجی بارکوں کے سبب رات کے وقت اس میں داخلہ ممنوع تھا۔ مشائخ سہروردیہ کی خانقاہوں کے خدّام قلعے میں رہتے تھے۔ اور حضرت مخدوم صاحبؒ بھی مجاز تھے کہ جب چاہیں تشریف لے آئیں۔

حضرت مخدوم صاحبؒ کے زمانے تک زائرین گروہ در گروہ اس حالت میں حاضر ہوتے تھے ــــــــ کہ ان کے آگے ایک شخص جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہوتا تھا۔ اگرچہ اب بھی

زائرین کی آمد و شد کی وہی کیفیت ہے۔ لیکن جھنڈا ہمراہ لانے کا دستور نہیں رہا۔

مخدوم شاہ محمودؒ کے زمانے میں جب نواب محمد بہاول خان ثالثؒ ملتان تشریف لائے تھے۔ تو انہوں نے حضرت مخدوم کی خدمت میں ڈیڑھ ہزار روپیہ نذر کیا تھا اور حضرت نے نذر سے کہیں زیادہ یعنی ایک زنجیر فیل اور اسپ خاصہ عنایت فرمایا ساتھ ہی نواب صاحب اور اُن کے پُورے عملہ کے لیے لنگر غوثیہ سے پختہ ضیافت بھجوائی۔ مخدوم شیخ حسن بخش صاحب کے زمانے میں ۲۵ فروری ۱۹۰۷ء کو نواب صادق محمد خان صاحب عباسی تشریف لائے۔ اور شیخ الاسلام زکریاؒ اور حضرت قطب الاقطاب رحمہم اللہ علیہم کے آستانہائے قدسی نشان پر حاضری دے کر ایک ہزار روپیہ حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں نذر کیا۔ مخدوم صاحب نے معمول کے مطابق نواب صاحب اور اُن کے عملہ کو لنگر سے پختہ ضیافت بھجوا[illegible]۔ اور ایک عنان اسپ اور ایک وست باز بھی پیش کیا۔

مخدوم صاحب انجمن اسلامیہ کے صدر انجمن اتحاد المسلمین کے نائب صدر اور رؤسائے پنجاب کی یونین کے ممبر تھے۔ اوّل اوّل آپ کو سب رجسٹرار کا عہدہ تفویض ہوا تھا چونکہ نیا عہدہ تھا آپ نے قبول کر لیا۔ مگر منصب سجادگی کے سنبھالتے ہی مستعفی ہو گئے۔ تیرہ۱۳ سال تک آپ شہر کے میونسپل کمشنر اور زندگی کے آخرین لمحات تک آنریری مجسٹریٹ رہے۔ دیوانی عدالت کی حاضری آپ کو معاف تھی۔

حضرت مخدوم کے رہائشی مکانات دہلی دروازہ کے اندر محلّہ غوثیہ میں تھے۔ مرض الموت میں چند دنوں کے لیے حضوری باغ کی کوٹھی میں تشریف لے گئے۔ مگر وفات کے لمحات میں واپس تشریف لے آئے۔ اور فوت ہو کر اپنے بڑے بھائی مخدوم بہاول بخش علیہ الرحمتہ کے پہلو میں آسودہ ہوئے۔

تذکرہ

نواب مخدوم شیخ مرید حسین صاحب قریشی

سجادہ نشین بارگاہِ غوثیہ

مخدوم شیخ حسن بخشؒ کے ۲ دو صاحبزادے تھے۔ مخدوم مرید حسین اور شیخ احمد کبیر۔ آپ کے انتقال پر مخدوم مرید حسین صاحب آباء کرام کی مسند کے مالک بنے۔ آپ بہترین ادیب فصیح البیان خطیب اور بیدار مغز انسان تھے۔ آپ کی دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ پاک و ہند کی کوئی علمی درس گاہ یا انجمن ایسی نہ تھی۔ جسے آپ کی اعانت حاصل نہ ہو۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۔۔۔ انجمن صلیب احمر۔ یتیم خانہ، لکھنؤ اور انجمن خیر المدارس کو آپ گراں قدر عطیات دیا کرتے تھے۔ حضرت غوث العٰلمین قدس سرہٗ کی ذات بابرکات سے آپ کو والہانہ محبت تھی آپ نے کئی بار مقابر مقدسہ کی مرمت کرائی۔ اور اعراس جو سکھوں کے دور میں بند کردیئے گئے تھے۔ بڑے اہتمام سے دوبارہ منعقد کرائے۔ ان تقریبات میں ہر سال ہزاروں روپے اپنی جیب سے خرچ کیا کرتے تھے۔

قیام پاکستان میں آپ کی مساعیٔ جمیلہ

انگریزی دور میں اپنی غیر معمولی سوجھ بوجھ اور فہم و تدبر کے سبب آپ نے وہ سب اعزازات اور خطابات لے لیئے تھے۔ جو آپ کے والد بزرگوار کو حاصل تھے۔ بلکہ مزید برآں "سر" اور "نوابی" کے خطابات بھی آپ کو ملے۔ ملتان کی سیاسی دوڑ میں آپ تمام حریفوں کو پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ سالہا سال تک مرکزی اسمبلی کے رکن۔ بلدیہ ملتان کے چیئرمین، آنریری مجسٹریٹ اور انجمن اسلامیہ کے صدر رہے۔ آپ کے دور میں بھی اعزازات اور مناصب جلیلہ تھے۔ جو ملکی امراء حاصل کرسکتے تھے۔ آپ کی زندگی

کے آخری دَور میں جب ملکی سیاست نے غیر معمولی کروٹ لی۔ اور ملک کی آزادی کے لیئے کانگریس اور مسلم لیگ نے ٹھوس کام کرنا شروع کیا تو آپ نے ضعیفی کے باوجود مسلم لیگ کو تقویت پہنچانے کے لیئے طوفانی دَورے کیئے۔ ضلع ملتان کے علاوہ سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے سندھ پہنچے۔ اور وہاں لاکھوں مریدوں کو مسلم لیگ کی امداد پر آمادہ کیا۔

مہاجرین کی آباد کاری میں حصّہ

پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی لاکھوں ایسے مسلمان یہاں آگئے جن کو نیزے اور اور بھالے مار مار کر وطن سے نکالا گیا تھا۔ جن کے تن بدن سے کپڑے تک اتار لیئے گئے تھے۔ اپنے ہاں بادشاہ تھے۔ مگر یہاں گدا بن کر پہنچے تھے۔ جن کے دستر خوان پر ہزاروں پلتے تھے۔ اب ان کے پیٹوں پر پتھر بندھے تھے۔ محلوں سے نکلے تھے۔ درختوں کے نیچے دسمبر کا کڑکتا جاڑا بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مخدوم صاحب نے ان کی امداد کے لیئے نہ صرف زرِ خطیر مہاجر فنڈ میں داخل کی بلکہ اپنی اراضیات میں اکثر مہاجرین کی آباد کاری کا خاطر خواہ انتظام بھی کرا دیا۔

پاکستان کے گورنر جنرل بارگاہِ غوثیہ میں

معمارِ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح آپ کے معاصر تھے۔ اور آپ نے سالہا سال تک سنٹرل اسمبلی میں اُن کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ ناظم الدین اور ملک غلام محمد یکے بعد دیگرے بحیثیت گورنر جنرل سرکاری دورے پر ملتان تشریف لائے تو انھوں نے حضرت شیخ الاسلام اور قطب الاقطاب رضوان اللہ علیہم کے مقابرِ مقدسہ پر بھی حاضری دی۔ مخدوم صاحب نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جناب والا کا میرے بزرگوں کے اس خاموش گھر میں تشریف لانا میرے اور میرے خاندان کے لیئے صد ناز و افتخار کا موجب ہے۔ میرے جد اعلیٰ کی وفات آٹھ سو سال کا زمانہ پیچھے چھوڑ آئی ہے۔ اور میرا خاندان اتنے ہی زمانے سے اس شہر میں آباد ہے۔ اس طویل زمانہ

میں کئی انقلابات آئے۔ اور گذرتے رہے۔ زمانہ ماضی کی کئی تاریخی داستانیں افسانہ بن کر رہ گئیں۔ کئی فرمانرواؤں کی کافوری شمعیں جل جل کر ہمیشہ کے لیئے بجھ گئیں۔ لیکن ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

ان کی روحانی فرمانروائی آٹھ سو سال گذرنے کے باوجود آج بھی زندہ ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔ دونوں گورنر جنرل اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ انہوں نے مزارِ نور بار پر اخلاص وعقیدت سے سر جھکا دیا۔ اور دیر تک ہاتھ اُٹھا کر مصروفِ دُعا رہے۔

اس موقع پر جو سندھی مُرید موجود تھے۔ انہوں نے مخصوص نعروں سے پاکستان کے معماروں کا خیر مقدم کیا۔ اور سندھی زبان میں کئی قصائد پڑھے۔ جن کا حاضرین پر خاص اثر ہوا۔

مشائخ سہروردی کی تدوین

خاکسار گمنام سا آدمی تھا۔ اور ملتان سے ۶۰ میل دُور ایک کور دیہہ میں پڑا تھا۔ جنوری ۱۹۵۲ء میں دفعتہً حضرت مخدوم صاحب کا ایک کرم نامہ موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ میں حضرت غوث العٰلمین اور ان کی اولادِ امجاد کی مکمل تاریخ مدوّن کرانا چاہتا ہوں۔ میں ارادہ کر رہا تھا۔ کہ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی طرف رجوع کروں۔ مگر وہ ضعیف العمر اور عدیم الفرصت ہیں۔ اس لیئے متامل ہوں۔ اگر آپ یہ زحمت گوارا کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے گا۔

خاکسار نے سوچا کہ حضرت مخدوم صاحب کے ملنے والوں میں اسد ملتانی، فقیر غلام حیدر لعل دین عاصی نظامی اور عتیق فکری صاحب جیسے بیسیوں اہلِ قلم شامل ہیں۔ کشفی اور ممتاز جیسے شعراء ان کے بنگلہ کے قریب رہتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی نظر مجھ جیسے ہیچمدان پر پڑی ہے۔ تو یہ اللہ کی عنایت ہے۔ اللہ والوں کے حالات اور ان کی تعلیمات مدوّن کرنے میں نہ صرف مخدوم صاحب قبلہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے میری عاقبت بھی سنور سکتی ہے۔ چنانچہ یہ نا چیز اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے بلا توقف ملتان پہنچا۔ مخدوم صاحب خاکسار کو دیکھتے ہی سرو قد

کھڑے ہو گئے۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر احقر کو اپنے سینے سے لگایا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے فرمایا۔ فریدی صاحب! یہ صحیح ہے کہ مُلتان میں علماء، فضلاء، اور دانشوروں کی کمی نہیں۔ میرے مریدوں میں بھی ایسے ادیب، مؤرخ اور محقّق موجود ہیں جو حضرت غوث العٰلمین قدس سرّہٗ کا تذکرہ مدوّن کر سکتے ہیں۔ مگر میں نے آپ کی تازہ تصنیف "سرزمین ملتان" کا مطالعہ کیا ہے۔ آپ کا قلم بڑے ادب سے چلتا ہے۔ اور اللہ والوں کے حالات مدوّن کرنے کے لیئے موزوں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ یہ عظیم خدمت سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس لیئے آرزومند ہوں کہ آپ سے جس قدر جلد ممکن ہو۔ یہ عارفانہ تذکرہ مدوّن کر کے طبع کرائیں۔

خاکسار نے حضرت مخدوم صاحب کی عزّت افزائی کا شکریہ ادا کیا۔ اور عرض کی حضور! یہ بڑا کٹھن کام ہے۔ حضرت غوث العٰلمین کی اولاد امجاد، اعزّا و اقارب، خلفاء اور مریدین تو لاکھوں کی تعداد میں جا وا، سماٹرا سے مصر اور شام تک پھیلے پڑے ہیں اور پھر آٹھ صدیوں کی تاریخ مدوّن کرنے کے لیئے جبکہ ماخذات کا فقدان بھی حائل ہو۔ طویل مدّت چاہیئے۔ کم از کم پانچ سالوں کے لیل و نہار!

یہ سُن کر حضرت مخدوم صاحب نے ایک آہ جگر دوز کھینچی۔ ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ قمیض کی آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے میری طرف بڑی دُکھ بھری نظر سے دیکھا۔ اور فرمایا۔

"فریدی صاحب! میں اس وقت اپنی زندگی کی آخری منزل سے گذر رہا ہوں۔ بہتر سال کے لیل و نہار دیکھ چکا ہوں۔ معصیتوں کے بوجھ میرے کندھوں پر اتنے عظیم بار ہو چکے ہیں۔ کہ دنیا میں رہنے کے لیئے مزید مہلت کا ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اب میری آنکھیں پروردگارِ عالم کے بابِ رحمت پر لگی ہوئی ہیں۔ آپ نے سوانح حیات کی تکمیل کا عرصہ پانچ سال بتایا ہے۔ شاید اس وقت تو میں آگے بڑھ جاؤں گا۔ ہاں البتہ میرے اعزّا و اقارب اسے میری قبر پر

سُنا دیں گے اور میری رُوح دُعا دیتی رہے گی۔ بہر حال خاکسار نے خون پسینہ ایک کر کے تین سال کے عرصے میں حضرت غوث العالمینؒ کی سیرت مدوّن کر ڈالی۔ اور وہ طبع ہو کر حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں پیش ہوئی جسے آپ نے بیحد پسند فرمایا۔ مشائخ سہرورد کے سلسلے کی دوسری تصنیف "صدر الدین عارفؒ" حضرت مخدوم صاحب کے لمحات آخر میں طبع ہوئی۔ اور حضور اسے ملاحظہ فرما کر ہی عالم بقا کو رخصت ہوئے۔ تذکرہ حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ ان کے بعد طبع ہوُا۔ اب "صدر الدین عارفؒ" کی دوسری جلد پریس میں جا رہی ہے۔ یہ مشائخ سہرورد کی آخری قسط ہے۔ اگر بندہ زندہ رہا تو خود مخدوم صاحب کی قبر پر جا کر سنائے گا۔ اور اس طرح ان کی وہ پیشنگوئی پُوری ہو جائے گی۔ کہ میں تو گذر جاؤں گا۔ ہاں البتہ میرے عزیز اسے میری قبر پر آکر سُنائیں گے۔

آستانۂ زکریّا کا اجراء

مشائخ سہرورد کی تدوین کے ساتھ ساتھ حضرت مخدوم صاحب نے حضرت غوث الخلائقؒ کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لیئے "آستانۂ زکریّا" نام سے ایک علمی، اَدبی اور روحانی ماہنامہ بھی جاری کرایا تھا۔ جو اوقاف ایکٹ کے نفاذ تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بجاآوری کے لیئے مصروف کار رہا۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر اس ماہنامہ نے حضرت مخدوم صاحب کو جن الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا۔ ان کے جستہ جستہ فقرات پیش خدمت ہیں:

"بلاشبہ حضرت مخدوم صاحب کا وجود سر تا پا ایک چشمۂ فیض تھا۔ جس سے ہزاروں، عقیدتمندوں نے بقدر ظرف اپنی تشنگی بجھائی۔ ان کے ہاں اپنے، پرائے اور دوست، دشمن کی کوئی تمیز نہ تھی ــــــ ان کی زندگی گوناگوں صفات اور مختلف النّوع کارناموں پر عبارت تھی۔ وہ جس ادارے میں گئے۔ اپنی پُر تاثیر شخصیّت کے نقوش چھوڑ کر آئے۔ جس محفل میں بیٹھے، اپنے، پرایوں کا دل موہ کر اُٹھے۔ وہ جس بزم میں رونق افروز ہوئے۔

اسے زعفران بنا دیا۔ وہ جس سے ملے۔ مخاطب خواہ کتنے مرتبے کا انسان کیوں نہ تھا۔ بے اختیار آپ کے قدموں میں جھک گیا۔ نہ جانے ان کی پُرخلوص و سادہ شخصیت میں یہ بلا کی کشش کہاں سے آ گئی تھی۔ جب وہ جوان تھے۔ ان کی گرمیٔ گفتار سے سنٹرل اسمبلی کا ہال گونج اٹھتا تھا۔ اور جب چوراسی ۸۴ سال کے تھے۔ تو بھی ان کی گھن گرج میں وہی شوکت اور عظمت پنہاں تھی۔ وہ ہزاروں کے مجمع میں اپنی آواز بغیر لاؤڈ سپیکر کے بڑی آسانی سے پہنچا سکتے تھے۔ ان کی آواز میں بلا کا سوز اور ان کے الفاظ میں جادو کی تاثیر تھی۔ وہ جو کچھ بولتے تھے۔ وہی لکھتے تھے اور جو کچھ لکھتے تھے وہی بولتے تھے۔ ان کی تحریر و تقریر میں کسی قسم کا تضاد نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک ادارہ، اور ایک دبستان تھے۔ علمی مذاکرہ اور مطالعہ اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مرحوم نہ جانے ہماری تہذیب کی کتنی قدروں کے امین تھے۔ ہمارے تمدن کے کتنے خطوط انکی کوہ وقار شخصیت سے اجاگر ہوتے تھے۔ ہماری ملت کے کتنے خزانے ان کے سینے میں مدفون تھے۔ مگر آہ —— یہ بلبل ہزار داستان —— یہ مردِ قلندر —— یہ بیباک لیڈر —— مسلمانوں کا یہ متاعِ گراں مایہ —— اور ملّتِ اسلامیہ کا یہ مخلص رہنما —— ۲۸۔ جون ۱۹۶۰ء کی صبح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

اولادِ امجاد

مخدوم صاحب کو واہب العطایا نے آخری عمر میں فرزند جگر بند مرحمت کیا تھا۔ آپ نے نور العین کا نام محمد سجاد حسین رکھا۔ اور ان کی تعلیم و تربیت پر اچھے اتالیق مقرر کیے۔ جوان ہونے پر اُن کی شادی اپنے چچازاد بھائی شیخ مقبول حسین قریشی مرحوم کی صاحبزادی سے بڑے ٹھاٹ کے ساتھ رچائی اور اس پُرمسرت تقریب پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا۔

۱۹۵۵ء تک مخدوم زادہ صاحب کے منکوحۂ معلّی میں صرف دس ۱۰ سال کی بچی تھی۔ اولادِ نرینہ دیکھنے کے لیے اس خاندان کے تمام افراد کی نگاہیں بابِ رحمت کی جانب لگی

ہوئی تھیں۔ انجام کار فیاضِ ازل نے بے شمار دلوں کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں سُن لیں۔ اور ۲۲ جون ۱۹۵۶ء کو مخدوم زادہ صاحب کے کاشانۂ دولت میں فرزندِ ارجمند تولّد ہوا جس کی پیدائش پر کشمیر سے سندھ تک مسرّت کی لہر دوڑ گئی۔ مولودِ مسعود کا نام شاہ محمود تجویز ہوا۔ مخدوم صاحب بڑے خوش نصیب بزرگ تھے۔ کہ انہوں نے دل کی تمام مرادیں پائیں۔ آپ کی وفات سے چند دن پہلے مخدوم زادہ محمد سجاد حسین صاحب بلدیہ کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ یہ چند در چند ایسی مسرّتیں تھیں۔ جنہوں نے مخدوم صاحب کو عالمِ آخرت کے سفر کے لیئے کامل اطمینان سے تیار کر دیا تھا۔ وہ ہر وقت پیکِ اجل کے منتظر رہتے تھے۔ آخر وہ وقت آیا کہ آپ کچھ عرصہ بسترِ علالت کو سرفراز کرنے کے بعد اپنے والدِ ماجد کے پہلو میں جا لیٹے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقیٰ وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔

ع
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یاد آئے گی تمہیں میری وفا میرے بعد

جون ۱۹۶۰ء کے اواخر میں دفعتہً یہ خبر سُنی گئی۔ کہ حضرت غوث الخلائق شیخ الاسلام بہاءالدین زکریّا ملتانی کے دریا دل سجّادہ نشین حضرت مخدوم مرید حسین قریشی انتقال کر گئے۔ دوست دُشمن جس نے سُنا، دِل پکڑ کر رہ گیا۔ اعزّا، احباب اور ارادتمندوں کو تو اس لیئے دُنیا تاریک معلوم ہوئی۔ کہ انہیں پھر اپنے خاندان میں مخدوم مرید حسین سا رجلِ عظیم پیدا ہونا ناممکن دِکھائی دے رہا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ جب مرحوم عاشق حسین کی جگہ آج تک جوں کی توں خالی پڑی ہے۔ تو پھر مخدوم مرید حسین ایسی عظیم شخصیت پھر کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب مخدوم صاحب کے سانحہ ارتحال کی

اطلاع ان کے چھوٹے بھائی شیخ احمد کبیر صاحب کو ہوئی۔ تو وہ بے تحاشا گر پڑے۔ اور انہیں گہری چوٹیں آئیں۔ جن کے باعث وہ عرصہ تک نشتر ہسپتال ملتان میں زیر علاج رہے۔ ناچیز مُصنّف مُلتان سے تقریباً پچاس میل دُور ایک کور دیہہ میں پڑا تھا۔ جہاں نہ کوئی گاڑی جاتی تھی اور نہ موٹر۔ اخبار کے ذریعے اس حادثہ کی اطلاع ملی۔ مُلتان پہنچا تو ہر شخص کو سوگوار پایا۔ کمرے میں مخدوم زادہ محمد سجاد حسین صاحب درویشانہ ٹوپی پہنے، غم کی تصویر بنے بیٹھے تھے، مجھے دیکھ کر اُٹھے۔ بغلگیر ہوئے۔ ان کی اشک آلود نگاہوں سے ایک ناقابل برداشت درد ٹپک رہا تھا۔ فرمایا:۔

"مخدوم صاحب کسی کے دوست، کسی کے بزرگ اور کسی کے مرشد تھے۔ مگر میرے تو سب کچھ وہی تھے۔ ان کی پدرانہ شفقت عشق تک پہنچی ہوئی تھی۔ سفر میں، حضر میں ان کا سایۂ عاطفت ہمیشہ میری حفاظت کرتا تھا۔ میں بھی اپنی سعادتمندی اسی میں سمجھتا تھا۔ کہ اگر گھڑی تک یا کسی صاحب کو ملنے جاؤں تو اُن سے اجازت مانگوں۔ آؤں تو تمام صورتِ حال اُن کے آگے رکھوں۔"

فرمایا:۔ "اُن کی والہانہ محبت کا ایک ادنٰی سا واقعہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ میرا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ ایک رات حضرت والد ماجد سے رخصت ہو کر سونے کے لیئے گھر کو جا رہا تھا۔ کہ بادل کی ہلکی سی گرج سُنائی دی۔ اور ساتھ ہی بارش کی ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ معاً مخدوم صاحب کی بارعب آواز آئی:۔

"سجّو ــــ!"

"سجّو بیٹا ــــ!!" "واپس آجاؤ ــــ!!!"

میں مکان کے صحن میں پہنچ چکا تھا۔ سڑک کی دُوسری جانب میرا مکان تھا۔ مگر میں رُک

گیا۔ ابھی ابّا حضور کی آواز آرہی تھی۔

"سجّو بیٹا! واپس آجاؤ ـــــــ!!"

چنانچہ میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا واپس پہنچا۔ دیکھا ابّا حضور بے تابی سے مسند پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

دیکھ کر فرمایا" آگے بڑھو ـــــــ!!"

میں آگے بڑھا ـــــــ اور سینے سے لگ گیا۔

ابّا حضور نے سَر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا" دیکھو بیٹا! بارش میں نہیں چلا کرتے۔ دیکھو تمہارے بال بھیگ چکے ہیں۔" ـــــــ!

الغرض مجھے بٹھا لیا۔ اور جب تک بارش کی طرف سے مجھے اطمینان نہ ہو گیا۔ مجھے کمرے سے باہر نہ نکلنے دیا۔!"

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"فریدی صاحب! کل رات کا واقعہ ہے۔ میں بنگلہ سے باہر نکلا۔ بارش کی ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ میرے کانوں میں ایک گونج سی پیدا ہوئی۔ اور ایسا محسوس ہوا کہ حضرت مخدوم صاحب پکار رہے ہیں۔" سجّو۔! سجّو بیٹا واپس آجاؤ!!" ـــــــ

دلی کرب اور بے چینی سے میری ایک آہ نکلی اور میں نے کہا کہ اَب وہ آواز ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ اب میرا کس کو خیال آسکتا ہے۔؟

مخدوم زادہ نے پُرنم آنکھوں سے میری طرف نظر کی اور گلوگیر آواز سے کہا" فریدی صاحب! مجھے اَب معلوم ہوا ہے کہ یتیمی کیا چیز ہے۔ اور ابّا حضور کے انتقال نے مجھے کن کن چیزوں سے محروم کر دیا ہے۔ اب وہ نگاہیں کہاں جو میرے انتظار میں بیقرار رہا کرتی تھیں۔ وہ کان کہاں جو میرے قدموں کی آہٹ کو پہچان لیتے تھے اور جو میری گفتار سے لطف اندوز

ہوتے تھے۔ وہ دل کہاں جس میں میری خیر خواہی کی سچی تڑپ تھی۔ وہ زبان کہاں جو آٹھوں پہر میرے لیئے وقفِ دُعا تھی۔ وہ ہاتھ کہاں جو مجھے کلیجے سے چمٹا لینے کے لیئے بیتابانہ وار آگے بڑھتے تھے۔! اب میں بنگلے سے نکلتا ہوں۔ تو کوئی میرے لیئے بے چین نہیں ہوتا۔ اور آتا ہوں تو کسی کو اپنے لیئے منتظر نہیں پاتا۔!" مخدوم زادہ صاحب دفعتہً رُک گئے۔ گویا کوئی چیز یاد کر رہے ہیں۔ فرمایا۔" آپ کے لیئے حضرت والد ماجد مجھے ہمیشہ سفارش کیا کرتے تھے۔ کہ میں نے بڑی محبّت سے فریدی صاحب کو بُلایا ہے۔ ہر قیمت پر انہیں راضی رکھو۔!"

مخدوم زادہ صاحب کے اس فقرے نے مجھے چونکا دیا۔ اور میری زندگی کے اہم واقعات جو حضرت مخدوم صاحب سے متعلق تھے۔ ایک ایک کر کے آنکھوں میں پھرنے لگے۔ آج سے چونتیس ۳۴ برس پہلے دفعتہً مجھے اطلاع ملی۔ کہ حضرت غوث الخلائق خواجہ بہاءالحق والدین ملتانی قدس سرّہٗ کے صاحب سجّادہ میاں پور تشریف لائے ہیں۔ میں انہیں ملنے کے لیئے دو ۲ میل کا فاصلہ طے کر کے میاں پور پہنچا۔ مخلوقات کے ایک بڑے ہجوم میں مخدوم صاحب کھڑے والپس جانے کے لیئے ارادتمندوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔ بھرا بھرا بدن، گندمی رنگ، روشن پیشانی، موٹی موٹی آنکھیں، چھوٹی سیاہ داڑھی، سر پر سفید دستار، لمبا چغہ زیب بدن، سلوار اور سیاہ بوٹ پہنے حاضرین میں سب سے بلند و بالا دکھائی دے رہے تھے۔ احقر بغیر کسی تعارف کے آگے بڑھا۔ مخدوم صاحب نے بڑی شفقت کے ساتھ سینے سے لگایا اور دُعا کی۔ یہ پہلی ملاقات تھی۔

۱۹۴۰ء میں احقر نے "سرزمینِ مُلتان" کے عنوان سے ملتان شہر کی مختصر سی تاریخ طبع کرائی۔ اس میں حضرت غوث العٰلمین بہاءالدین زکریاؒ اور آپ کے سجّادہ نشین کا ذکر آیا۔ تو میں نے اس میں اپنی ایک خواہش کا اظہار کیا کہ کاش حضرت مخدوم صاحب اپنے فرزند جگر بند کو مصر بھیج کر جامعہ

ازہر میں دین کی اعلیٰ تعلیم دلاتے۔ تاکہ یہ حضرت غوث پاک کے سچے جانشین بن سکتے۔" مجھے یاد ہے کہ حضرت مخدوم صاحب کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اور میری کتاب "سرزمینِ ملتان" کا بڑے اشتیاق سے مطالعہ فرما رہے تھے۔ مخدوم زادہ محمد سجاد حسین صاحب کمسن تھے۔ والد ماجد کے عقب میں کرسی پر بازو رکھے کتاب کے مضمون کو بڑی دلچسپی سے سُن رہے تھے۔ مخدوم صاحب نے ان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا:۔

"سجاد حسین! دیکھو، فریدی صاحب نے کیا لکھا ہے۔؟"

مشائخ کے روحانی تصرفات کا ذکر آیا۔ تو فرمایا:۔

حضرت غوث پاک کا روحانی تصرف

لوگ یہ چیزیں کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ اور سحر و جادو سمجھ کر قسم قسم کی تاویلات کرنے لگتے ہیں۔ مگر بھئی! ہمارا مشاہدہ ہے۔ آنکھوں دیکھی چیز کا انکار کون کر سکتا ہے۔!

اب مخدوم صاحب نے کتاب میز پر رکھ دی۔ آنکھوں سے چشمہ اُتار کر میری طرف دیکھا اور فرمایا:۔ فریدی صاحب! میں آپ کو اپنی زندگی کا اہم واقعہ سناؤں، حضرت والد ماجد کے انتقال پر جب شہر کے علماء اور مشائخ نے حضرت غوثؒ کی دستار میرے سر پر رکھی اور سجادگی کی عزت سے نوازا۔ تو میں سندھ کے دورے پر روانہ ہوا۔ ایک جگہ ڈیرا لگا ہوا تھا۔ ہزاروں سندھی پروانہ وار جمع تھے۔ عصر کے قریب ایک شخص جو میرے قریب غالیچے پر بیٹھا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھا اور بولا:۔

"حضرت! میں نے کچھ تخلیہ میں عرض کرنا ہے۔!"

میں نے کرسی پر بیٹھے سر اُس کی طرف جھکا دیا ــــ "کہو، کیا کہنا چاہتے ہو ــــ!"

اُس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔ جسے صرف میں ہی سن سکتا تھا۔ اُس نے کہا:۔

"مخدوم صاحب! میں نے کتابوں میں پڑھا اور حضرات علماء سے سُنا ہے کہ سندھ کا سارا

علاقہ حضرت غوثؒ کے فیضان سے حلقہ بگوش اسلام ہوا ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے بھی کسی کافر کو مسلمان بنایا ہے۔ ؟!"

حضرت مخدوم صاحب نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "فریدی صاحب! میں اس شخص کی اس گفتگو سے سخت منغّص ہُوا۔ میں نے اُسے مرعوب کرنے کے لیئے جھنجلا کر کہا:۔

"تم کس کے مُرید ہو ——— ؟"

اُس نے انتہائی سکون سے جواب دیا۔ "حضور! مَیں نہ سہروردی ہوں اور نہ آپ کے خاندان کا مُرید ہوں۔ مَیں تو صرف آپ کی زیارت کے لیئے حاضر ہُوا ہوں۔"

اب مَیں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اُسے خاموشی سے کہا۔ "تم نے سچ کہا ہے۔ دُعا کرو کہ خُدا مجھے خلقِ خدا کو راہِ راست پر لانے کی توفیق بخشے۔" یہ کہہ کر میں اُٹھا اور حجرے میں داخل ہو گیا۔ پانی منگوایا، وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی۔ اور پھر مُلتان کی طرف منہ کر کے حضرت غوثؒ کی رُوح پر فتوح سے لپنے لیئے مدد کی درخواست کی۔ ہاتھ اُٹھائے دیر تک گڑگڑا کر روتا رہا۔ بالکل بچّوں کی طرح، بلک بلک کر، یہاں تک کہ میرا قمیص اور رُخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ اتنے میں میری نظر سامنے کی طرف اُٹھی۔ دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ جوڑے دیوار سے لگا کھڑا ہے۔ میں نے گھبرا کر کہا۔

"کون ہو ——— ؟" ——— کیا چاہتے ہو ——— ؟؟"

اس نے کہا۔ "حضور! مَیں ایک ہندو ہوں، مسلمان ہونا چاہتا ہوں !!"

"مسلمان ہونا چاہتے ہو ——— ؟" مَیں نے فکر مند ہو کر کہا اور پھر دِل ہی دل میں سوچا۔ میری زندگی میں یہ پہلا شخص ہے۔ جو اسلام قبول کرنے کے لیئے آیا ہے۔ یہ کیا اسرار ہے۔! کیا میری آنکھیں دھوکہ تو نہیں کھا رہیں! مجھے دھوکہ تو نہیں ہو رہا۔ !! ———

آخر دیکھوں تو ماجرا کیا ہے۔ ؟

اس آدمی سے کہا۔ میرے خادم مولوی خیر دین سے بولو۔ وہ تمہیں دین اسلام کی تلقین کرے گا۔!"

وہ آدمی باہر نکل گیا۔ اور میں دم بخود کان لگائے صورت حال کا اندازہ کرنے لگا۔ مولوی خیر دین کی آواز آرہی تھی۔ وہ اس ہندو کو اسلام کی تلقین کر رہے تھے۔ کلمے کی آواز!! اتنے میں ایک آدمی اور آیا۔ اور مسلمان ہونے کی درخواست کی۔ اُسے بھی میں نے باہر بھیج دیا۔ پے بہ پے کئی آدمی آئے۔ اپنی چوٹیاں منڈوائیں۔ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ باہر سندھیوں میں عقیدت کی ایک بے پناہ لہر دوڑ چکی تھی۔ ان کا اژدہام زور زور سے کلمے دُہرا رہا تھا۔ خوشی میں دیگیں پک رہی تھیں۔ کفگیروں کی کھٹا کھٹ، لوگوں کے نعرے۔ نومسلموں کا ہجوم ——— میں گھبرا سا گیا۔ میزبان کو بلا کر کہا۔ کہ اسٹیشن پر آدمی بھیج کر میرے لیئے فرسٹ کلاس ریزرو کراؤ۔ میں کل ملتان واپس جا رہا ہوں۔!"

رات کو کافی دیر تک ہندو آآ کر مسلمان ہوتے رہے۔! صبح سویرے میں غسل کر، ناشتہ کھا ایک بڑے قافلے کے ہمراہ اسٹیشن کو روانہ ہوا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا لامتناہی سلسلہ اور دائیں بائیں ہزاروں سندھیوں کا بے پناہ ہجوم ——— اس حالت میں بھی کئی ہندو پہنچے، اور مسلمان ہونے کی درخواست کی۔ میں انہیں مولوی خیر دین کے سپرد کرتا، سفر طے کرتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ جس شخص نے کل عصر کو مجھ پر طنز کیا تھا۔ وہ چھوٹی سی گھوڑی پر سوار قافلے کے ہمراہ چل رہا ہے۔ اسٹیشن پر وہ بیتابانہ وار میری طرف لپکا اور قدموں میں گر گیا۔! میں نے اُسے اٹھا کر کہا۔ "بھائی! دھوکہ نہ کھاؤ۔ میں وہی مرید حسین ہوں جسے تُو نے کل سرزنش کی تھی۔ یہ جو تم دیکھ رہے ہو۔ کسی اور قوت کا اعجاز ہے۔"

اسٹیشن پر لوگوں کا ایک جم غفیر میرا منتظر تھا۔ گاڑی آئی تو لوگ انجن کے آگے لیٹ گئے۔ کہ جب تک ہم اپنے پیر کو نہ مل لیں گے۔ گاڑی کو نہیں جانے دیں گے۔!

خیر جوں توں کر کے ہم مُلتان پہنچے۔ میں سیدھا حضرت غوث الخلائقؒ کے مقبرہ عالیہ پر حاضر ہُوا۔ مزار نور بار کو سر آنکھوں سے لگا کر قطراتِ اشک کا تحفہ پیش کیا ــــــــ

ــــ بعد میں معلوم ہُوا کہ اس روز سندھ کی پوری بستی نے اسلام قبول کیا تھا۔ چنانچہ اس کا نام بھی "بستی شیخاں" پڑ گیا۔ اخبارات و رسائل میں قبولِ اسلام کا یہ واقعہ بار بار چھپا۔ کراچی سے آریہ سماجی تحقیقات پر آئے۔ اور پوچھا کہ آخر تم لوگوں پر کیا بیتی۔ کہ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر اس طرح دیوانہ وار مسلمان ہو گئے ہو!

ــــ ان نومسلموں نے کہا کہ اس پیر صاحب کو تو ہم نے عمر بھر میں پہلی دفعہ دیکھا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ عصر کے قریب جب ہم جوت جگانے لگے۔ تو دفعتہً روشنی میں ایک نُورانی چہرہ نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا ــــ "کیا ابھی تک تمہارے مسلمان ہونے کا وقت نہیں آیا۔! ــــ پس ہم دیوانہ وار وہاں سے بھاگے۔ اور جب تک اسلام قبول نہ کر لیا۔ چین نہ آیا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مخدوم صاحب کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور وہ قمیض کی آستین سے آنسو پونچھنے لگے۔ میرا یہ مشاہدہ تھا کہ جب کبھی مخدوم صاحب اہل اللہ کا کوئی واقعہ بیان کرتے تھے۔ تو فرطِ عقیدت سے اُن کی آنکھیں نم آلود ہو جاتی تھیں۔

میاں مستنصر باللہ ایم اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول مُلتان

مولانا نور احمد خان فریدی نے اسلامی افسانے لکھ کر اس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ کس طرح افسانویت کو حقیقت پر غالب آنے سے روکا جا سکتا ہے۔ مولانا کی یہ کوشش نہایت کامیاب رہی ہے اور میں انہیں اس خوبصورت سی تصنیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مستنصر باللہ۔ ایم۔ اے

۲۰ر نومبر ۵۲ء

مخدوم محمد سجادؔ حسینؒ صاحب قریشی

بارگاہِ غوثیہؒ کے موجودہ سجادہ نشین

آپ نواب مخدوم مُرید حسین قریشی علیہ الرحمتہ کے اکلوتے فرزند اور شیخ الاسلام ـــــ بہاء الدین زکریاؔ قدس سرہٗ کے صاحب سجادؔہ ہیں۔ والد ماجد کے انتقال پر ان کی رسمِ دستار بندی ادا ہوئی۔ جس میں پاکستان کے مُمتاز علماء، مشائخ، اُمراء اور رؤسا شریک ہوئے۔ اور یہ تقریب بڑے اعلیٰ پیمانے پر انجام کو پہنچی۔ مخدوم صاحب کی عمر ۶۰ سال ہے۔ کچھ عرصہ آپ بلدیہ ملتان کے نائب صدر بھی رہ چکے ہیں۔ اس وقت مجلسِ شوریٰ کے رکن اور ملک کے مقتدر رئیس ہیں۔ لیکن بے حد شریف اور انتہائی سادہ۔ یہ میرا خیال نہیں، بلکہ اہلِ ملتان کا کہنا ہے کہ مخدوم صاحب مُلتان کے تمام اُمراء اور رؤسا میں زیادہ شریف ہیں۔ نہایت مرنجانِ مرنج۔ کسی سے شکایت نہیں۔ گلہ نہیں۔ بولنے کا انداز نہایت شیریں، چونکہ سندھیوں کے پِیر ہیں۔ سِندھی بھی رواں بولتے ہیں۔ انگریزی پر خاصہ عبوُر ہے۔ مجلسی زندگی میں رکھ رکھاؤ کے عادی ہیں۔ غصّہ آتا ہے مگر شاذونادر۔ اور وہ بھی قہرِ درویش۔ بجانِ درویش، سیاست سے یہ نہیں چمٹے۔ بلکہ وہ کئی پشتوں سے گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔ چہرہ صاف اور اس پر سیاست کا غبار تک نہیں۔ مزاج میں انکسار۔ دوستوں کے دوست بلکہ دشمنوں کے بھی دوست ـــــ

آپ کے دُو صاحبزادے ہیں۔ مخدوم زادگان شاہ محمود اور مُرید حسین۔ ان کی تربیّت اعلیٰ پیمانے پر ہو رہی ہے۔ بلاشبہ مخدوم صاحب کے بعد ان صاحبزادوں نے حضرت غوث العلمینؒ کی تعلیمات کا امین بننا ہے۔ اس لیئے ضروری ہے کہ مخدوم صاحب ان میں سے جس نُورِ چشم کو فقر و تصوّف کی طرف زیادہ مائل دیکھیں۔ اس کی سہروردی مسلک کے مطابق تربیّت فرمائیں۔

آپ کے اعزّا میں جسٹس پیر کرم شاہ صاحب ایم اے الازہر جج شرعی عدالت واحد ایسی شخصیت ہیں۔ جو جناب کے صاحبزادے کو نہ صرف اعلیٰ دینی تعلیم دلا سکتے ہیں۔ بلکہ درویشانہ مسلک کے مطابق تربیت بھی فرما سکتے ہیں۔ موصوف آپ کے نورِ عین کو ہمہ وقت اپنے پاس رکھیں گے۔ اور اپنا ہم رنگ بنانے میں اس قدر سعی فرمائیں گے۔ کہ آٹھ دس سال کے اندر یہ برخوردار کندن بن کر چمکے گا۔ اور مریدوں کی اس نہج پر تربیت کرے گا۔ کہ ان میں سے کئی سید جلال بخاریؒ، اور کئی عراقیؒ بن کر گم گشتگانِ بادیہ ضلالت کو صراط المستقیم پر چلانے لگیں گے۔

مخدوم صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت غوث العٰلمینؒ حنفی مذہب رکھتے تھے۔ "باب القریش" مخدوم صاحب کا صرف محل ہی نہیں بلکہ یہ سہروردی مسلک کا امین بھی ہے۔ آپ کے ہزاروں مُرید کالے کوسوں کا سفر طے کر کے آپ سے صرف رُشد و ہدایت کی بھیک مانگنے آتے ہیں۔ جب آپ کے بزرگوں کی توجہ سے جنوبی ایشیاء کے لاکھوں کافر حلقہ بگوش اسلام ہو سکتے ہیں۔ تو آپ کی دُعا سے دَروازے پر آئے ہوئے شیدائی سچے اور پکے مسلمان کیوں نہ بنیں۔ سندھ کے کلہوڑے حکمران اور عوام تمام سہروردی مسلک رکھتے تھے۔ میاں نور محمد کلہوڑہ نے وفات سے پہلے جو وصیّت نامہ لکھوایا تھا۔ اس سے کلہوڑوں اور سندھی عوام کے معتقدات پر روشنی پڑتی ہے۔ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارے بزرگ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب پر تھے۔ تم بھی اسی مذہب کو اختیار کرو۔ اگرچہ بعض نافہم لوگ رافضی ہیں۔ اور بعضے خارجی۔ پہلے دو خلفاء سید الاوّلین والآخرین کے خسر اور دو فرزندی کا شرف رکھتے ہیں۔ پس ہم لوگ کس قطار میں ہیں۔ کہ ان چار گوہروں میں سے بعض کو قبول اور بعض سے دِل کو منحرف کریں ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید ؏ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

نیز ہمارے بزرگ طریقہ سہروردیہ پر عامل تھے۔ اگر تم شجرۂ سہروردیہ پڑھو تو دونوں جہان سے بے نیاز ہو جاؤ۔ نور محمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ میرے آباء کرام بھی یہی مسلک رکھتے تھے۔ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کا ہی مسلک بجا طور پر یہ شرف رکھتا ہے۔ کہ یہ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدّیقؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سب کی تعلیمات کا امین ہے۔ گویا سہروردی مسلک میں کوئی چیز خلاف سنّت نہیں ہے۔[1] جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت غوث العٰلمینؒ کی اولاد بجائے سہروردی کے اپنے نام کے ساتھ نقشبندی، قادری اور چشتی لکھواتی ہے۔ تو دکھ ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے آباء کرام کا مسلک کیوں چھوڑا۔ شمالی پنجاب میں حضرت غوث العلمین کی جس قدر اولاد آباد ہے۔ بشمول جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب سب کا مرکزِ توجہ سیال شریف بن چکا ہے۔ بندہ خود چشتی ہے۔ اگر کوئی شخص سلسلۂ عالیہ چشت اہلِ بہشت میں داخل ہو تو مجھے خوشی ہوتی چاہیئے۔ لیکن غوث العلمینؒ کو نائب رسول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہزاروں اقطاب و اوتاد کے مرشدِ ارشد ہیں۔ آخر ان کے ہاں کس چیز کی کمی ہے کہ اُن کے مُرید تو اپنی جگہ رہے۔ ان کی اولاد بھی ان کے سلسلہ سے فرار اختیار کرے۔ آخر کیوں۔؟

اس کی واحد وجہ مرکز کا کمزور ہونا ہے۔ سہروردیہ سلسلۂ میں چلہ کشی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضورؒ نے شروط اربعین نام سے ایک لائحہ عمل تصنیف فرمایا تھا جس میں چلہ کشی کے آداب درج تھے۔ سہروردی مشائخ جس شخص کو مُرید کرتے تھے۔ اسے سب سے پہلے چلہ کاٹنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ حجرۂ اعتکاف میں ہی سالک کی راہنمائی کی جاتی تھی۔ افسوس ہے کہ خالصہ گردی کے دوران چلہ کشی کے یہ حجرے شہید کر دیئے گئے۔ بیعت کرنا کافی نہیں بیعت تو ایک شخص سے حلف لینا ہے۔ کہ وہ سہروردی مسلک کی شرائطِ پوری کرے گا۔

[1]:- اقتباس از منشور الوصیت میاں نور محمد کلہوڑہ والئ سندھ بتحقیق سید حسام الدین راشدی مرحوم۔

مگر یہ پہلو کتنا افسوسناک ہے کہ بیعت کرنے کے بعد مرید کو چھٹی دے دی جاتی ہے۔ اور اس سے کسی قسم کی ریاضت نہیں کرائی جاتی۔ صرف ملتان میں ہی نہیں سہروردی خلفاء کا تقرر مریدوں کے ہر مرکز میں ہونا چاہیئے جو مریدوں کی سہروردی مسلک کے مطابق تربیت کریں۔ موسم بہار میں جب مریدوں کی جماعتیں آئیں تو انہیں الگ الگ کمروں میں بٹھا کر جانچ پڑتال کی جائے۔ ہر جماعت کا خلیفہ ہر مرید کے بارے میں صاحب سجادہ کو رپورٹ کرے۔ مخدوم صاحب ان کی فروگذاشتوں کا احتساب کریں۔ کامیاب مریدوں کی حوصلہ افزائی اور آئیندہ کے لیئے مزید وظائف کی تلقین کی جائے۔

نیاز مند کی دعا ہے۔ کہ خداوند کریم حضرت غوث العلمین قدس سرّہٗ کی تمام آل امجاد کو آفات سماوی و ارضی سے محفوظ رکھے۔ تاکہ توحید کے جو چراغ انہوں نے روشن کر رکھے ہیں۔ وہ تاابد فروزاں رہیں۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا

لہ محکمہ اوقاف پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ خانقاہوں کا جو انتظام سجادہ نشین حضرات کے زمانے میں تھا۔ اُسے بحال کرے۔ اگر زکریا یونیورسٹی۔ "مدرسہ بہائیہ" کی جگہ وجود میں آئی ہے تو اسے دونوں خانقاہوں کے درمیان قلعے پر ہونا چاہیئے اور اس میں مروّجہ نصاب کے ساتھ ساتھ سہروردیہ مسلک کی تعلیم بھی دی جائے۔ وہ حجرات دوبارہ تعمیر کیئے جائیں۔ جن میں سید جلال بخاریؒ۔ میر حسینیؒ۔ مولانا جمالیؒ۔ اور مخدوم جہانیاںؒ جیسے بزرگ معتکف رہے تھے۔ زکریا یونیورسٹی میں شعبہ تبلیغ بھی قائم کیا جائے۔ جس میں تربیت پانے کے بعد فارغ التحصیل علماء توحید کے چراغ روشن کرنے کے لیئے دُنیا میں پھیل جائیں۔

شیخ احمد کبیر صاحب قریشیؒ

آپ مخدوم مُرید حسین قریشی علیہ الرحمتہ کے چھوٹے بھائی اور مخدوم محمد سجاد حسین صاحب قریشیؒ کے چچا بزرگوار تھے۔ اردو۔ فارسی اور انگریزی میں اچھی استعداد رکھتے تھے خاندان کے قدیم رسم و رواج اور اصولِ تقسیم کے مطابق اضلاع ملتان۔ جھنگ، فیصل آباد۔ گجرات۔ جہلم گوجرانوالہ اور شاہ پور کے جملہ مرید آپ کے حصے میں آئے تھے اور یہ لوگ آپ کو روحانی پیشوا جانتے تھے۔ آپ کافی سکنی اور زرعی جائیداد کے مالک تھے۔ اور تقریباً پانچ ہزار روپیہ سالانہ بطور مالگذاری و آبیانہ ادا کرتے تھے تین سال تک آپ بلدیہ ملتان کے صدر بھی رہے نیازمند کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت شیخ صاحبؒ کی صدارت کے ایام میں بندہ ایک ہفت روزہ "صداقت" نکالتا تھا۔ مخالف دھڑے کے لوگ ذاتی مخالفت کی بنا پر میونسپل کمیٹی کی کارگذاریوں پر جا و بے جا اعتراضات کرتے تھے۔ اور بندہ اپنے اخبار میں ان کا مسکت جواب دیتا تھا۔ شیخ صاحب کو اپنے بڑے بھائی نواب مرید حسین سے بے پناہ محبت تھی۔ ہر دوسرے روز بالالتزام انہیں ملنے جایا کرتے تھے۔ اور اگر مخدوم صاحب بیمار ہو جاتے تو پھر ان کا اکثر وقت ان کے ہاں گذرتا تھا۔ آپ نے مرنجان مرنج طبیعت پائی تھی۔ شہر کے شور و شر سے دُور اس بنگلے میں رہتے تھے۔ جہاں آپ کے والد ماجد گاہے گاہے تفریحاً قیام فرمایا کرتے تھے۔ سکون و اطمینان سے بے فکری کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ کہ دفعتہً آپ کے بڑے بھائی مخدوم مُرید حسین کا انتقال ہو گیا۔ اس سانحۂ جان گداز کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۔ مئی ۱۹۶۲ء کو چند ایام علیل رہ کر آپ نے بھی آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اور حضرت قطب الاقطاب شاہ رکنِ عالم علیہ الرحمتہ کے احاطے میں سپردِ خاک ہوئے۔۔!

پیر خورشید احمد صاحب قریشی

وفات ۱۹۸۵ء

آپ شیخ احمد کبیر مرحوم کے اکلوتے صاحبزادے اور مخدوم محمد سجاد حسین صاحب قریشی کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ اردو، فارسی اور انگریزی میں اچھی طرح استعداد رکھتے ہیں۔ شہر کے مقتدر رئیس ہونے کے باوجود آپ کی پوری زندگی انتہائی سادگی سے گذری ہے۔ آپ کا اکثر وقت اپنے کاروباری دفاتر اور زمیندارہ کی دیکھ بھال میں گذرتا ہے اپنے مریدوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا۔ اور ان کی مناسب امداد کرنا اپنا اولین فرض جانتے ہیں۔ اگرچہ ان دنوں آپ ریٹائر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن جوانی میں ڈسٹرکٹ کونسل ملتان کے رکن۔ ملتان سنٹرل کوآپریٹو بینک کے نائب صدر و آنریری سیکرٹری، کوآپریٹو ٹیکسٹائل ملز خانیوال کے نائب صدر۔ کوآپریٹو فارمنگ یونین لمیٹڈ خانیوال کے صدر، اور یونین کمیٹی بی ملتان کے چیئرمین رہے ہیں۔ بڑھاپے کے سبب اب آپ نے اپنا دامن تمام مصروفیات سے سمیٹ لیا ہے۔ اور اپنا ہمہ وقت یادِ الٰہی میں صرف کرتے ہیں۔ بقول ائے ۔ تیری بندہ پروری سے میرے دن گذر رہے ہیں :: نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ!

پیر آفتاب احمد صاحب قریشی

آپ پیر خورشید احمد صاحب قریشی کے جواں سال اکلوتے فرزند ہیں۔ علومِ متداولہ میں اچھی استعداد رکھتے ہیں۔ عمر تقریباً ۴۵ سال ہے۔ آپ کی شادی پیر منظور حسین صاحب کے ہاں ہوئی ہے۔

خدا کے فضل و کرم سے آپ صاحب اولاد ہیں۔ جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ محمد احمد صاحب قریشی ۲۔ شیخ حسن محمود صاحب قریشی

۳۔ شیخ احمد حسنین حیدر صاحب قریشی۔

تینوں برخوردار زمینداره کاروبار میں اپنے والد ماجد اور دادا بزرگوار کے دست راست ہیں۔ عوام کے ہمدرد اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے سرگرم کارکن ہیں۔ ناچیز مصنّف کی دعا ہے کہ خداوند کریم پیر خورشید احمد صاحب ان کے فرزند ارجمند شیخ آفتاب احمد اور ان کے ہونہار پوتوں کو دین و دنیا کی تمام سعادتوں سے بہرہ مند اور آفاتِ سماوی اور حادثات ارضی سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

خاندانِ شیخ پیر شاہ قریشی

شیخ پیر شاہ صاحب قریشی جیساکہ شجرہ سے ظاہر ہے۔ مخدوم شاہ محمود علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ بڑے مدبر اور دانا تھے۔ اپنی ذاتی قابلیت سے لاکھوں روپوں کی جائیداد بنالی تھی۔ اور مراتب و مناصب کے لحاظ سے وائسرائے کے درباری تھے۔ مخدوم شاہ محمودؒ اور آپ کی آپس میں بڑی محبت تھی۔ چونکہ وہ صاحب سجّادہ اور کثیر المشاغل تھے اس لئے لاہور اور دہلی کے درباروں سے متعلقہ امور آپ کو ہی انجام دینا پڑتے تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مخدوم شاہ محمود علیہ الرحمۃ کی بہت سی خانگی اور سیاسی الجھنوں کو حل کرنے میں شیخ پیر شاہ صاحبؒ کے فہم و تدبر کا کافی دخل تھا۔ آپ کے انتقال کی صحیح تاریخ معلوم نہیں۔ قبر شریف مقبرہ حضرت غوث العلمین قدس سرہٗ کی ڈیوڑھی میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

نواب شیخ ریاض حسین صاحب قریشی

نواب شیخ ریاض حسین قریشی پیر شاہ صاحبؒ کے اکلوتے فرزند تھے۔ اردو، فارسی کے بہترین ادیب اور انگریزی میں خاصی استعداد کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے زمانہ میں والد ماجد کی پیدا کردہ جائیداد کو اور ترقی دی۔ اور ان کی وفات کے بعد پراونشل درباری بنے۔ ۱۸۹۲ء میں آپ آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ اور آپ ۱۸۹۶ء میں اعزازی طور پر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے عہدہ پر ترقی پائی۔ کچھ عرصہ آپ نے ضلع بنوں میں کام کیا۔ پھر ٹوچی فیلڈ فورس میں آنریری اسسٹنٹ پولیٹیکل آفیسر مقرر ہوئے۔ اسی سال آپ کو "خان بہادری" کا خطاب ملا۔ اور ۱۹۲۶ء میں "نواب" کے اعزاز سے سرفراز ہوئے آپ کئی سال تک ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کے سینئر وائس چیئرمین رہے۔ اور اس عہدہ کے اہم فرائض کو حیرت انگیز قابلیت اور قابل رشک تدابیر سے نبھایا۔ بقول سید اولاد علی گیلانی مرحوم آپ غیر معمولی دل و دماغ کے مالک تھے۔ آپ کی رائے صائب، فیصلہ منصفانہ اور خیالات آزاد تھے۔ رواداری، رضاجوئی، نکتہ رسی اور اداشناسی آپ کی شان تھی۔

خاکسار مصنّف کتاب ہذا کو ۱۹۳۲ء میں ان کا شرف نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا۔ وہ نہایت سادگی سے ایک پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ ایک چھوٹا سا بکس ان کے آگے پڑا تھا۔ جس پر کاغذ رکھ کر کچھ لکھ رہے تھے۔ میں نے ان دنوں تازہ تازہ ایک ہفت روزہ جاری کیا تھا۔ اس کا پرچہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس کی ترتیب کو پسند کر کے جیب خاص سے معقول رقم بطور عطیہ مرحمت کی۔ اور جب میں اُن سے رخصت ہونے لگا۔ تو قریب بلا کر رازدارانہ لہجہ میں فرمایا:۔

"فریدی صاحب! اخبار باقاعدہ بھیجا کریں۔ اور ایک بات میری یاد رکھیں کہ میرا نام آپ کے اخبار میں کسی ضمن میں بھی نہ چھپے۔ کیونکہ میں نے جس قدر ترقی کی ہے یہ گمنامی کا صدقہ

ہے۔ اگر خالی بہادر بنتے ہی میں منظرِ عام پر آجاتا تو میرے کئی رقیب پیدا ہو جاتے۔ اور نوابی تک پہنچنے کا مجھے موقع ہی نہ ملتا۔“

خدا کی شان! کس مزاج کے لوگ تھے وہ کہ نہ ہر کسی سے مشورہ لیتے۔ اور نہ ہر ایک کو رازدار بناتے۔ دِلوں کے بھید سالہا سال تک سینہ کے صندوق میں ڈھکے رہتے اور جب تک کسی کی آزمائش نہ کر لیتے اسے شریکِ راز نہ بناتے۔ آج یہ حزم و احتیاط کہاں!!

لاریب ؎

عظمتوں کا فسانہ تھے یہ لوگ
یادگارِ زمانہ تھے یہ لوگ

خداوند کریم نے نواب صاحب کو پانچ فرزند عطا کیئے تھے۔

۱۔ شیخ بھاون شاہ مرحوم
۲۔ شیخ ولایت حسین مرحوم
۳۔ شیخ مرتضیٰ حسین مرحوم
۴۔ شیخ عاشق حسین مرحوم
۵۔ شیخ مقبول حسین مرحوم

۱۔ شیخ بھاون شاہ صاحبؒ نے اپنے والدِ بزرگوار کی زندگی میں طویل علالت کے بعد انتقال فرمایا۔
۲۔ شیخ ولائیت حسین صاحب نے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے عہدہ تک ترقی کی۔ مگر وہ بھی عین عالم شباب میں فوت ہو گئے۔
۳۔ شیخ مرتضیٰ حسین نے بھی عالم جوانی میں انتقال کیا۔

صرف دو صاحبزادے کپتان عاشق حسین اور کپتان مقبول حسین صاحب نواب صاحب مرحوم کی آخری عمر تک زندہ رہے۔ ان سے نواب صاحب کو بیحد محبّت تھی۔ دونوں کی تعلیم و تربیّت ایچیسن کالج

لاہور میں ہوئی۔ وہاں سے فارغ ہو کر دونوں صاحبزادوں نے رائل کمیشن پا کر کپتان کے درجے تک ترقی کی۔ لیکن بوڑھے باپ سے بیٹوں کی جدائی گوارا نہ ہو سکی۔ اس لیئے عاشق حسین صاحب استعفیٰ دے کر گھر چلے آئے۔

نواب صاحب ضعیفی کے سبب بالعموم علیل رہا کرتے تھے۔ موسم گرما میں آب و ہوا کی تبدیلی کی غرض سے اکثر شملہ یا مسوری تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ شیخ مقبول حسین اور ان کے اہل و عیال کے ہمراہ کوئٹہ گئے ہوئے تھے۔ مع کپتان مقبول حسین زلزلہ کی نذر ہو گئے۔ سارے کنبے میں سے صرف شیخ مقبول حسین کی دو صاحبزادیاں اور ان کی والدہ ماجدہ بچ سکیں۔

شیخ عاشق حسین صاحب زلزلے کی خبر سنتے ہی فوراً کوئٹہ پہنچے۔ اور شہیدوں کی لاشوں کو بحفاظت تمام ملتان لے آئے۔ شہر میں ایک کہرام برپا تھا۔ اور ہر فرد و بشر اس حادثے پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ہزاروں آدمی جنازہ میں شریک ہوئے اور شہداء کو حضرت غوث پاکؒ کے قدموں میں سپرد خاک کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

نواب زادہ میجر عاشق حسین صاحب قریشیؒ

نواب زادہ میجر عاشق حسین صاحب نواب ریاض حسین صاحب قریشی کے فرزند ارجمند تھے چونکہ ان کے بڑے بھائیوں کا والد کی موجودگی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیئے نواب ریاض حسین علیہ الرحمتہ کی قلخوانی کے موقعہ پر مخدوم شیخ مرید حسین صاحب قریشی سجّادہ نشین بارگاہ غوثیہ نے آپ کی دستار بندی کی رسم ادا کی۔ اور آپ والد ماجد کے جانشین قرار پائے۔

نواب زادہ میجر عاشق حسین صاحب کافی عرصہ تک بلدیہ ملتان کے پریذیڈنٹ، آنریری

مجسٹریٹ درجہ اوّل اسسٹنٹ رجسٹرار اور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ رہے۔ آخر میں گورنمنٹ پنجاب کے وزیر دفاع بنے۔ لیکن قوم کے مطالبہ پر آپ نے اس عہدۂ جلیلہ سے استعفیٰ دے دیا۔ قیام پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انتقال آبادی کے سلسلہ میں جب فتنہ پرداز عناصر نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ تو آپ نے اپنی صحت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر جگہ پہنچ کر ہندوؤں اور سکھوں کی حفاظت کا انتظام کیا۔ اسی تگ و دو میں صبح کہیں، شام کہیں آپ کی کار اڑتی پھرتی تھی۔ کہ ۱۹۴۷ء کے اوائل میں ایک بدبخت نے بمقام لاہور آپ کو گولی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ نواب ریاض حسین اور کپتان مقبول حسین کے بعد اہل ملتان کے لیے یہ بہت بڑا المیہ تھا۔ میجر صاحب کا جنازہ جب ملتان پہنچا تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ قیامت آگئی۔ ملتان کربلا کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ پاک و ہند کے تمام مسلم اخبارات نے سیاہ جدولوں کے ساتھ آپ کی وفات کی خبر شائع کی۔ ملتان کے جرائد نے عاشق حسین نمبر نکالے۔ اور مراثی لکھے۔ جنازہ میں لاکھوں آدمی شریک ہوئے۔ ہر شخص بے اختیار رو رہا تھا اور شہیدِ ملت کی لاش مسکرا رہی تھی۔ مخدوم مرید حسین صاحب نے روتے ہوئے کہا:۔

"بھائی عاشق حسینؒ! یہ تیری لاش نہیں پوری قوم کی لاش ہے"

اور پھر ایک آہِ جگر سوز نکالتے ہوئے فرمایا:۔

"آج قریشیوں کی سیاسی زندگی ختم ہو گئی"!

مرحوم کو بھی حضرت غوث العالمین قدس سرہٗ کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔

نواب صادق حسین قریشی

نواب صادق حسین اپنے والد بزرگوار نواب میجر عاشق حسین مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں جب آپ کے والد بزرگوار شہید ہوئے۔ اس وقت یہ دونوں بھائی گورنمنٹ میری کالج لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ قلخوانی کی تقریب پر نواب مخدوم مرید حسین صاحب قریشی سجادہ نشین درگاہ حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ نے نواب صادق حسین قریشی کی دستار بندی کرائی۔ آپ نے تعلیم کو جاری رکھا۔ اور ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم کو مکمل کرنے کے بعد پبلک لائف میں داخل ہو کر بلدیہ ملتان کے رکن منتخب ہوئے۔ بلدیہ نے امپروومنٹ ٹرسٹ کے لیے آپ کو اپنا نمائندہ منتخب کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ ڈسٹرکٹ کونسل ملتان کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور اس کے بعد اس کے وائس چیئرمین بنے۔ آپ سے پہلے ڈسٹرکٹ کونسل میں دھاندلی مچی ہوئی تھی۔ مگر آپ نے اپنے دادا بزرگوار نواب ریاض حسین مرحوم کی یاد تازہ کر دی۔ نہ اپنے اوپر کوئی دھبہ آنے دیا اور نہ کسی دوسرے کو ہاتھ رنگنے کا موقع دیا۔ ۱۹۷۲ء میں آپ کو گورنر پنجاب کا مشیر بنا دیا گیا۔ اور جب عارضی دستور کے مطابق جمہوریت کا دور شروع ہوا تو آپ کو زراعت کی وزارت سپرد ہوئی۔ چونکہ آپ خود زمیندارہ خاندان کے رکن تھے۔ اس لیے آپ نے زراعت کو خوب ترقی دی۔ بالخصوص سیلاب کے سلسلے میں آپ نے طوفانی دورے کر کے عوام کی بڑی مدد کی۔ سیلاب کے بعد امدادی رقوم تقسیم کرائیں۔ اور کھاد و بیج کی تقسیم کا تسلی بخش انتظام کیا۔ ششماہی نہروں میں بھی اضافی پانی چھوڑا گیا۔ تاکہ کاشت کار فصل ربیع کے لیے زمین تیار کر لیں۔ آئین کے نفاذ کے بعد جب عہدوں میں ردوبدل ہوا۔ آپ کو گورنری کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ اب آپ وائٹ ہاؤس میں خاموش زندگی بسر کر رہے ہیں

تذکرہ اولاد امجاد پیر بھاون شاہ مرحوم

شیخ بھاون شاہ صاحبؒ کے تین صاحبزادے تھے۔ شیخ منظور حسین، شیخ فضل حسین اور شیخ فدا حسین۔

شیخ منظور حسین صاحب قریشی

آپ پیر بھاون شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اگرچہ آپ نے افسر مال کے عہدے تک ترقی کی۔ اور کافی عرصہ تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ لیکن ان کی درویشانہ طبیعت نے محکمانہ ٹھاٹ باٹ سے کوئی اثر قبول نہ کیا۔ اپنی ساری زندگی درویشی کی نذر کر دی۔ خاکسار کو دو تین مرتبہ ان سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی گفتگو میں اتنی حلاوت اور شیرینی تھی۔ کہ دل یہ چاہتا تھا کہ وہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ پیر صاحب کی درویشانہ زندگی کا ان کے ماتحت عملے پر بھی خاصہ اثر پڑا۔ ایک صاحب قادر بخش خان بلوچ ان کے ماتحت تحصیلدار تھے۔ خاکسار نے اپنے ہائی سکول کے گراؤنڈز کے لیئے بیس کنال اراضی کا انتقال منظور کرانا تھا۔ ہم لوگ ایک کنوئیں پر گھنے درخت کے نیچے پر اجمائے بیٹھے تھے۔ درمیان میں میز کرسی رکھی تھی۔ دائیں جانب گرداور، قانونگو اور پٹواری اور بائیں جانب زمینداران علاقہ تشریف رکھتے تھے۔ تحصیلدار صاحب کا انتظار تھا۔ مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں سے آئیں گے۔ سواری کے لیئے بھی متعلقہ عملے کو کوئی ہدایت نہیں تھی۔ دفعتہً چند آدمی پیدل آتے دکھائی دیئے۔ جب قریب آئے تو گرداور اور پٹواری صاحبان تعظیم کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ معلوم ہوا۔ ان میں سے ان جیسا ایک سادہ لباس میں ملبوس دیہقانی وضع قطع کا آدمی خود تحصیلدار ہے۔ یہ صاحب شجاع آباد جلال پور روڈ سے تن تنہا اترے اور ان لوگوں کے ہمراہ جو انتقالات کے سلسلے میں اس جانب آرہے تھے۔ بے تکلف پا پیادہ چل پڑے۔ وہ اسے مُلّا سمجھ کر ہنسی مذاق کرتے۔ پندرہ میل کا فاصلہ

طے کر کے جب ہمارے قریب پہنچے۔ تو یہ معلوم کر کے دم بخود رہ گئے۔ کہ جو شخص اپنا سامان سر پر اٹھائے سادگی سے ان کا شریکِ سفر رہا ہے۔ اس علاقے کا تحصیلدار ہے۔ جناب قادر بخش خان صاحب نے پہلے ساتھیوں کو چار پائیوں پر بٹھایا۔ پھر خود کنوئیں پر سے وضو کر کے کرسی پر آ بیٹھے۔ جب افسر اتنا سادہ اور ایماندار ہو۔ پھر گرداور اور پٹواری جو انتقالات کے سلسلے میں سینکڑوں روپے کماتے تھے۔ اب کیسے مٹھی گرم کرتے ــــــــــ ایک اور موقعہ پر میری لڑکی کے نام انتقال منظور ہونا تھا۔ موقعے پر جب گرداور نے انہیں صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ تو فرمایا۔ توبہ۔ توبہ فریدی صاحب کی بیٹی یہاں آئے۔ میں خود ان کے درِ دولت پر جا کر تصدیق کروں گا۔ چنانچہ گرداور کے ہمراہ میرے ہاں ملتان تشریف لائے۔ اور میرے بیان پر اکتفا کر کے انتقال کی تصدیق کر دی۔ میں اس شخص کی سادگی، انکساری، فرض شناسی اور ایمانداری پر حیران ہوا۔ لیکن جب اس شریف انسان کے مربّی اور محسن سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو میرا سر بے اختیار اس عظیم انسان کی جلالتِ قدر کے آگے جھک گیا

پیر منظور حسین شاہ صاحب کو تصوّف کے اسرار و رموز پر بھی کامل عبور تھا۔ مشائخ سہرورد کی پہلی جلد "تذکرہ شیخ الاسلام بہاءالدین زکریاؒ" اُن کی نظر سے گذری۔ تو آپ اس کو پڑھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ اور فرمایا۔

" فریدی صاحب! آپ نے ہمارے خاندان کو زندہ کر دیا ہے۔"

اس سلسلے میں آپ نے قابل قدر مشورے بھی دیئے۔ آپ کی شادی خانہ آبادی شیخ احمد کبیر علیہ الرحمۃ کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ اس بانوئے عفت مآب سے واہب العطایا نے آپ کو دو صاحبزادیاں عنایت کیں۔ جن میں سے ایک کی شادی آپ نے پیر آفتاب احمد صاحب قریشی اور دوسری کی شیخ محمد زکریا سے کر دی۔ آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے علاوہ قادریہ، چشتیہ، صابریہ

اور نقشبندیہ، مجددیہ سے بھی فیضیاب تھے۔ آپ نے تصوّف پر ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی، آپ اس کے طبع کرانے کی فکر میں تھے۔ کہ صدائے ارجعی سنائی دی۔ اور آپ یہ متاعِ گراں بہا وارثوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر اعلیٰ علییّن کو رخصت ہو گئے۔

شیخ فضل حسین قریشی

شیخ فضل حسین صاحب شیخ بھاون شاہ کے دوسرے صاحبزادے اور شیخ منظور حسین کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کا وقت زیادہ تر زمیندارہ کاروبار میں صرف ہوتا تھا۔ مرنجان مرنج طبیعت پائی تھی۔ اس لیئے پوری زندگی نہایت خاموشی سے بسر کی۔ آپ کے صاحبزادے شیخ ظل حسین نے آپ کے بعد زمیندارہ کاروبار کو اور فروغ دیا۔ اور عید گاہ کے قریب اپنی نوتعمیر خوبصورت کوٹھی میں منتقل ہو گئے۔

شیخ فدا حسین قریشی

آپ شیخ بھاون شاہ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ نے بھی زمیندارہ کو خوب ترقی دی۔ اس سے معقول پیداوار حاصل کرنے کی غرض سے مؤثر ذرائع اختیار کیئے۔ اور خاطر خواہ پیداوار حاصل کی۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ شیخ محمد زکریا۔ شیخ ریاض حسین ڈاکٹر الطاف حسین اور شیخ مقصود حسین۔

شیخ محمد زکریا صاحب قریشی۔ بی اے ایل ایل بی

آپ شیخ فدا حسین صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں اپنے اکابر کی طرح خلیق اور فقیر دوست واقع ہوئے ہیں۔ دین متین سے آپکو گہرا شغف ہے۔ تصوّف کی چاشنی آپ کو ورثہ میں ملی ہے بحیثیت اے سی آپ اپنے فرائض کو انتہائی محنت اور دیانتداری سے انجام دے رہے ہیں۔ خلق خدا سے انصاف کرنا اور حکومت کے احکامات کو دیانتداری سے انجام دینا آپ کا ایمان ہے۔

الشیخ العالم الفقیہ شمس الدین ملتانی ثم لاہوری

مخدوم محمد یوسف قریشی کی گرفتاری سے جب قریشیوں پر اُفتاد پڑی تو بدامنی کے دوران آپ بھی لاہور تشریف لے گئے۔ اور لاہوری بن کر رہ گئے۔ آپ بڑے عالم اور صوفی تھے آپ نے لاہور میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ جس کے آپ ہی مہتمم اور آپ ہی شیخ الدرس تھے۔ بیشمار تشنگانِ علوم نے آپ کے چشمۂ فیض سے استفادہ کیا۔ حضرت سنہ ۸۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی اولاد میں پیر برہان الدین، شاہ عنایت، پیر جمال شاہ نوری، پیر کرم شاہ قریشی المعروف شاہ کھارا اور پیر امیر شاہ (رحمہم اللہ علیہم) نے شمالی پنجاب میں تبلیغ اسلام کا بڑا کام کیا ہے۔

المفسر، المحدث، الفقیہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے الازہر سجادہ نشین بھیرہ شریف

حضرت علامہ شمس الدین ملتانی کی اولاد امجاد میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے (الازہر) سجادہ نشین بھیرہ کا وجود مسعود مغربی پاکستان کے تمام متصوفین حضرات کے لیئے باعث فخر ہے آپ شرعی عدالت کے جج، پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ، الازہر (مصر) کے ایم اے، صوفی مذاق عالم کئی زبانوں کے ماہر، مفسر، محدث، فقیہہ اور سحر بیان خطیب ہیں۔ غیر ادبی ماحول میں فرد واحد ہونے کے باوجود اتنے اہم امور عمدگی سے انجام دے رہے ہیں۔ جو شاید کئی ادارے مل کر بھی نہ کر سکتے۔ پیر صاحب کی دینی، ادبی اور تخلیقی سرگرمیوں کا ایک دھندلا سا عکس سطور ذیل کے آئینہ میں بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۔ **دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ** اس درس گاہ میں عصرِ جدید کے تقاضاؤں کے پیشِ نظر علوم دینیہ اور مروّجہ سرکاری تعلیم کا قابل تعریف انتظام ہے۔

۲۔ **تفسیر ضیاء القرآن** یہ شہرۂ آفاق تفسیر بلاشبہ روشنی کا ایک ایسا مینار ہے جس کی

ضیا پاشیوں نے ناظورۂ عالم کے تمام گوشوں کو منوّر کر رکھا ہے۔ زبان شگفتہ بیان دلکش۔ ترجمہ کی جامع تعریف یہ ہو سکتی ہے۔ کہ اگر اسے عربی کا جامہ پہنایا جائے تو قرآن عزیز کا متن ہی سامنے آجائے گا۔

۳۔ **سنّت خیر الانام** | منکرین حدیث کے لیئے پیر صاحب کی یہ تصنیف برہان قاطع کا حکم رکھتی ہے۔ اس میں قرآن و سنّت کے باہمی ربط، اتباع کے عقلی و نقلی دلائل اور تدوین احادیث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۴۔ **ضیائے حرم** | دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی نگرانی اور کتب کی تدوین کے ساتھ ساتھ آپ نے ضیائے حرم کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کر رکھا ہے۔ جو اسلامی اقدار کے فروغ کے لیئے ایک تحریک کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مجلّہ الحاد و دہریت کے موجودہ تیرہ و تار ماحول میں باطل ستم رانیوں کے خلاف مسلسل جہاد کر رہا ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اپنے قول و فعل سے ثابت کر دیا ہے کہ ؎

آج بھی تم میں ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
نار کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

پیر محمود شاہ صاحب قریشی

آپ پیر محمد شاہ مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور آج کل ضلع کونسل ساہیوال کے چیف آفیسر ہیں۔ آپ کا نسب چار واسطوں سے پیر عبد اللہ شاہ صاحب سے مل جاتا ہے۔ جو آپ کے اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب کے مورث ہیں۔ آپ کے والد پیر امیر شاہ صاحب (روضہ بھیرہ) کے بھانجے تھے۔ جو جسٹس صاحب کے دادا بزرگوار تھے۔ حسنِ اتفاق سے جسٹس صاحب اور پیر محمود شاہ صاحب دونوں کے والد ماجد بھی ہمنام ہیں۔ پیر محمود شاہ فرشتہ سیرت خضر صورت نہایت متواضع اور انتہائی عابد انسان ہیں آپ

معیت میں کیا۔ جاتے ہوئے مصر۔ شام۔ اردن، فلسطین اور عراق کی زیارات سے بہرہ مند ہوئے۔ اُن دنوں بیت المقدس آزاد تھا اس لیئے آپ نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا شرف بھی حاصل کیا گذشتہ سال عمرہ کے ارادہ سے گئے اور حج کر کے لوٹے۔ آپ فقراء سے وابستہ رہتے ہیں۔ اور اہلِ رشد کے آستانوں پر حاضری دینا آپ کے معمولات میں شامل ہے۔ آپ کو حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت ہے۔ بلدیہ پاک پتن شریف میں بارہ سال بطور چیف آفیسر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور ہمیشہ زندگی پاک پتن شریف کے قرب وجوار میں ہی گذارنے کے خواہشمند رہتے ہیں ۔۔۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ سب حضور گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا اُن پر فیض ہے۔ آپ کے صاحبزادے پیر محمد اصغر شاہ گورنمنٹ کالج ساہیوال میں لیکچرار ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں۔ پیر محمود شاہ کے والد ماجد پیر محمد شاہؒ کا شمار اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۸۸۷ء میں بمقام جام پور تولد ہوئے اور ۲۷ ستمبر ۱۹۵۴ء کو دیپالپور میں انتقال کیا۔ اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور ہر سال یوم وفات پر معتقدین جمع ہو کر ختم شریف کا اہتمام کرتے ہیں۔ آپ مادر زاد ولی اور عاشقِ رسولؐ تھے۔ جو بات مُنہ سے نکلتی وہ پوری ہو کر رہتی۔ آپ نے محکمہ نہر میں ملازمت کا آغاز کیا اور پہلی جنگِ عظیم میں بطور صوبیدار تعینات رہے اور اسسٹنٹ منیجر ضلعدار کی حیثیت میں دھندی اسٹیٹ راجن پور سے ریٹائر ہوئے۔ بعد ازاں بطور منیجر کورٹ آف وارڈز اسٹیٹ ہائے سرسہ۔ دیپالپور اور سلیہ تعینات رہے۔ آپ نے نہایت دیانت داری سے فرائض منصبی انجام دیئے۔ اور بڑی سادہ زندگی بسر کی۔ آخری عمر میں آپ کی خواہش تھی کہ کسی اسلامی جنگ میں شریک ہو کر جامِ شہادت نوش کریں اس کی تکمیل اللہ کریم نے اس طرح سے فرمائی کہ آپ کے سب سے چھوٹے فرزند کیپٹن پیر محمد ابراہیم شاہ ۲۵ بلوچ رجمنٹ نے ۲۸ جون ۱۹۷۱ء کو جیسور چھاؤنی ۔۔۔ (مشرقی پاکستان) کے مقام پر وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے شہادت کا شرف حاصل کیا۔ پیر محمود شاہ صاحب کے رشتہ داروں نے اعلیٰ تعلیم پائی ہے۔ ممتاز عہدوں پر فائز ہیں اور مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں۔

تذکرہ

شیخ شمس الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ

فرزندِ ارجمند

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ

حضرت شیخ الاسلام و المسلمین وارث الانبیاء والمرسلین حضرت مخدوم شیخ بہاء الحق و الدین ابو محمد زکریا رضی اللہ عنہٗ کے سات صاحبزادے تھے اور ساتوں ہفت اقطاب کے مصداق تھے۔ ان سب کی تعلیم پر حضرت نے بڑے بڑے فاضل علماء مقرر رکھے تھے اور خود بھی تعلیم دیتے تھے۔ بڑے صاحبزادے شیخ الاسلام صدر الدین محمد علیہ الرحمتہ تھے۔ اُن کا اور اُن کی اولاد کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے اب ان کے چھوٹے بھائیوں کا اجمالی ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ حضرت زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کے حاضر الوقت سجادہ نشین کے خاندانی ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کے مفصلہ ذیل صاحبزادے لاولد فوت ہوئے :-

۱۔ شیخ برہان الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ ۲۔ شیخ ضیاء الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ

۳۔ شیخ قدوۃ الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ

باقی تین صاحبزادے جو صاحب اولاد ہیں۔ اور جن کا آئندہ اوراق میں ذکر ہو گا۔ وہ مفصلہ ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ شمس الدین محمد علیہ الرحمتہ ۲۔ شیخ شہاب الدین انور علیہ الرحمتہ

۳۔ شیخ علاء الدین محمد علیہ الرحمتہ۔

پہلے ہم شیخ شمس الدین محمد علیہ الرحمتہ کے حالات سپرد قلم کرتے ہیں :-

ان کے چار صاحبزادے تھے۔ جن میں سے مولانا عبد الغفار اور مولانا بہاء الدین مدرسہ بہائیہ کے

مدرس تھے۔ باقی دونوں کا بھی اس دور کے بڑے علماء میں شمار ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ حال معلوم نہیں ہو سکا حضرت مولانا بہاء الدین کی اولاد میں شیخ موسیٰ علیہ الرحمتہ کا ذکر آتا ہے۔ حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالم علیہ الرحمتہ کے دور میں یہ بزرگوار مدرسہ بہائیہ میں پڑھاتے تھے ان کے بڑے بھائی شیخ قدوۃ الدّین کے تین صاحبزادے تھے۔ اور ان سے حضرت کی کافی اولاد ہوئی۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ اولاد تبلیغ اسلام اور ترویج روحانیّت کی غرض سے اکنافِ عالم میں پھیل گئی۔ ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کے اسمائے گرامی شجرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

شیخ ابوالحسن حضرت مخدوم صاحب کے شجرہ میں لاولد درج ہیں لیکن پنیالہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کا ایک قریشی خاندان مدعی ہے کہ وہ شیخ موصوف کی اولاد سے ہے۔ بسا اوقات جب کوئی شخص کسی ملک میں چلا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بارے میں کوئی اطلاع افرادِ خاندان کو موصول نہیں ہوتی تو وہ لاولد دکھا دیا جاتا ہے۔

پنیالہ سے پیر احمد نواز شاہ صاحب نے جو شجرہ ارسال کیا ہے اسے ان کے والد ماجد پیر کریم نواز شاہ صاحب نے اپنے ایک رشتہ دار پیر گل محمد شاہ صاحب قریشی کی ایک کتاب سے نقل فرمایا تھا جس پر ۱۶ ر جمادی الاوّل ۱۳۰۴ھ تاریخ مرقوم ہے۔

پیر احمد نواز شاہ کو اپنے خاندان کے بارے میں اتنا علم ہے کہ ان کے دادا بزرگوار پیر رضا محمد شاہ صاحب ۱۸۵۸-۵۷ء میں رسالدار تھے۔ ساٹھ گھوڑ سوار ان کے ماتحت تھے۔ جب انہیں پنشن ملی تو انہوں نے گدھ عبدل تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کو اپنی مستقل سکونت کے لیے پسند کیا۔ سرکار کی طرف سے انہیں کافی زمین ملی تھی اور سالانہ ایک خاص رقم بھی انہیں ملا کرتی تھی۔ اس لیے وہ مطمئن زندگی بسر کرتے تھے۔ ان ایام میں ان کا محبوب مشغلہ اپنے بچوں کو پڑھانا اور انہیں تربیت دینا تھا۔ ان کی وفات کے بعد پیر شاہنواز شاہ، پیر غلام مرتضیٰ شاہ اور کریم نواز شاہ

ان کی جائیداد کے مالک بنے۔ یہ تینوں صاحب اولاد تھے۔ پیر کریم نواز شاہ اپنی یادگار صرف ایک بیٹا پیر احمد نواز شاہ صاحب چھوڑ گئے۔ جو اس وقت ۵۵/۶ کے پیٹے میں ہیں۔ ان کا شغل زمینداری ہے۔ ایک باغ بھی انہوں نے لگوایا ہے جو اچھا پھل پھول رہا ہے۔ ان کے تین صاحبزادے ہیں۔ بڑا لڑکا محمد گلزار شاہ کراچی میں B.E. انجینئرنگ میں تعلیم پا رہا ہے۔ تاج محمد شاہ کی اولاد میں سے پیر غلام قاسم شاہ صاحب ایگریکلچرل انجینئر ہیں۔ پیر قادر بخش کی اولاد گڈھ شیخ سلطان میں آباد ہے چند زراعت پیشہ ہیں اور کئی ملازم ہیں جن میں زیادہ تر اساتذہ ہیں اس خاندان کا شجرہ نسب درج ذیل ہے:-

نسب نامہ خاندانِ قریش ڈیرہ اسماعیل خان

پیر محمد اشرف رح

بن پیر خوشی محمد شاہ بن عبد الواحد شاہ بن فیروز شاہ بن تاج محمود شاہ بن شیخ عادل شاہ بن شیخ خیر الدین شاہ بن محمد حسین شاہ بن عمدۃ العارفین شاہ جمال الدین بن عمدۃ العارفین شاہ کمال الدین بن عارف باللہ شاہ نصیر الدین بن شاہ قطب الدین بن شاہ الیاس بن شاہ مراد بن شاہ جہان بن مولانا ابو الحسن بن مولانا بہاء الدین ثانی بن شیخ شمس الدین فرزند پنجم غوث شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح

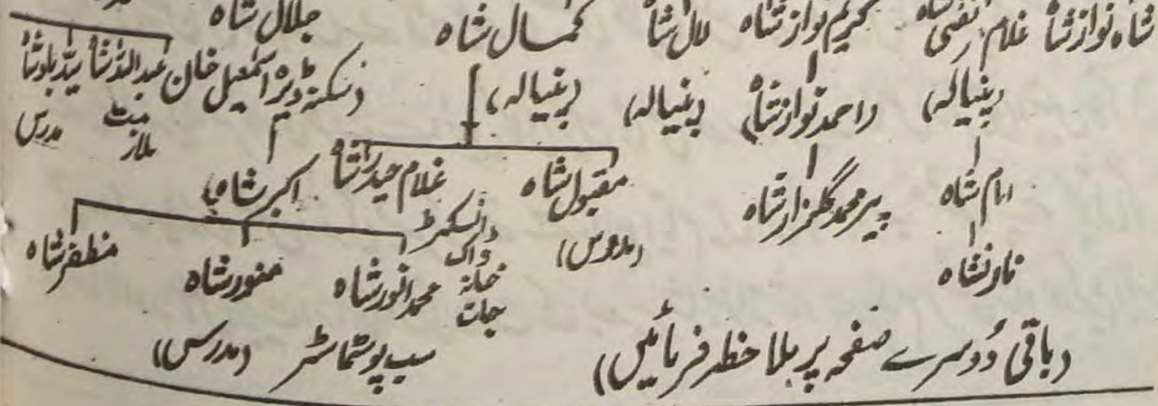

(باقی دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(بقیہ نسب نامہ خاندانِ قریش ڈیرہ اسماعیل خاں)

شاہنواز شاہ بن رضا محمد شاہ

- حقنواز شاہ، سکنہ ڈیرہ اسمٰعیل خان
  - عمر دراز شاہ، تحصیلدار پنشنر
  - سرفراز شاہ، F-A
  - غلام عباس شاہ، مدرس
- رب نواز شاہ
  - پیر غلام محی الدین شاہ، سکنہ کلور کوٹ
  - غلام رسول شاہ ×
- محمد نواز شاہ ×

لعل شاہ بن تاج محمد شاہ

- ولایت شاہ
  - احمد انوار شاہ، ملازم
- عنایت شاہ
  - خانقاہ پیر صابر شاہ، ٹانک کا مختیار کار ہے۔ درویش ہے یاد الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔
- مراد شاہ
  - حکیم
- کرم شاہ
  - غلام قاسم شاہ، ایگریکلچرل انجینیر، ڈیرہ اسمٰعیل خان

تذکرہ

اولادِ مولانا رکن الدین

بن شیخ شمس الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ

لائبریری

آپ کی اولاد میں پیر محمد شاہ کی اولاد خصوصی شہرت رکھتی ہے یہ شیخ بہاء الدین قریشی اکبر کے مفتی اعظم تھے۔ مولانا عبد الحق صاحب محدث دہلوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

بغایت مردے بزرگ عالم وعامل، معمر، متبرک ومتدین بود در سخاوت،

امانت وامداد مسلماناں یگانۂ عصر از اولادِ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ست،

یعنی آپ بہمہ صفت موصوف تھے آپ کے چہرے سے بزرگی ٹپکتی تھی۔ عالم باعمل تھے۔ دینداری ان پر غالب تھی۔ مولانا محدث سا محقق انہیں متبرک تسلیم کرتا ہے اور ان کی سخاوت واعانت کی تعریف کرتا ہے نیز یگانۂ عصر کا لفظ انہیں اپنے دور کے فضلا میں ممتاز کرتا ہے۔ مولانا نے ان کی تاریخ وفات ۷۶۶ھ لکھی ہے۔ گویا آپ نے سلطان فیروز شاہ کے زمانے میں وفات

پائی. لیکن یہ قرینِ قیاس نہیں. کیونکہ حضرت قطب الاقطاب شاہ رکنِ عالم علیہ الرحمتہ کی تاریخِ وفات ۷۳۵ھ ہے۔ ۳۱ برس میں مفتی صاحب کا نسب پانچ پشت نیچے نہیں جا سکتا. حضرت شاہ رکن عالمؒ تیسری پشت میں ہیں. مگر مفتی صاحبؒ آٹھویں پشت میں. شجرہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے.

مفتی صاحب کے صاحبزادے شیخ جنید بھی بڑے بزرگ تھے۔ نیز مفتی صاحبؒ کے بھائی میاں صاحب جیو اور میاں حسین جیو بھی علم وفضل میں خاص مقام رکھتے تھے.

نسب نامہ اولاد امجاد مولانا رکن الدین علیہ الرحمتہ

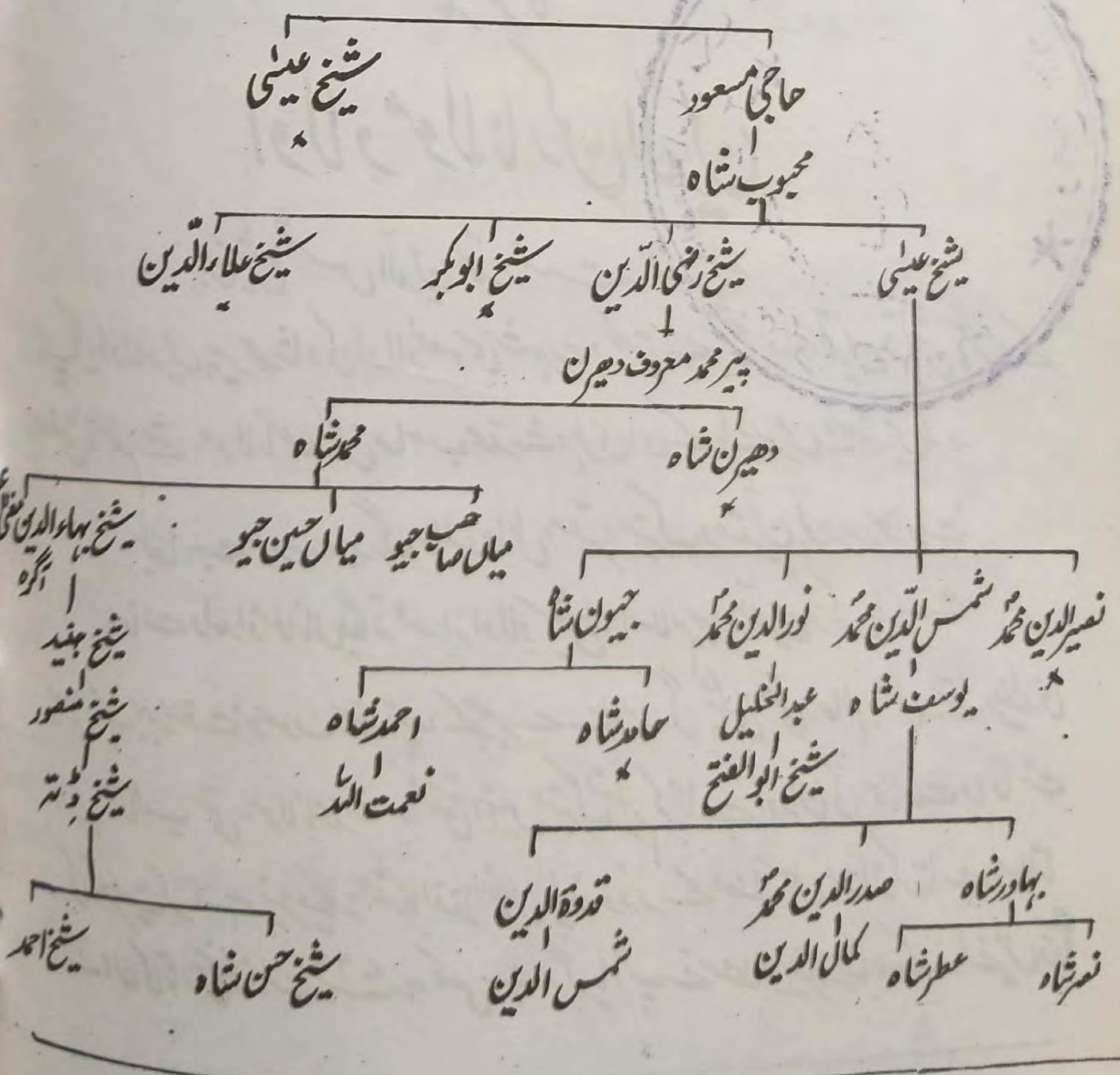

نسب نامہ اولادِ امجاد شیخ شہاب الدین انور رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قطب الدین

شیخ جمعون — شیخ مخدوم المشہور میاں کلاں — مولانا کمال الدین — شیخ عنایت اللہ — شیخ عبدالسلام — شیخ محمد محمود — مولانا برہان الدین — مولانا عتیق اللہ — مولانا عبدالسمیع — مولانا کمال الدین — مفتی حافظ محمد تقی — حافظ محمد رحمت اللہ — مفتی شاہ رحیم اللہ

مفتی غلام محمد قریشی — مفتی غلام سرور لاہوری، حافظ غلام محمد

مفتی غلام رسول — مفتی غلام محی الدین

شیخ عطاء اللہ

نعمت اللہ — شیخ عطاء اللہ — شیخ جمال الدین المعروف شیخ جمون

ابوالبرکات — گوہر شاہ

خواجن شاہ ×

شیخ ارزانی شہید — شمس شاہ

شیخ فتح محمد — شیخ ارزان شاہ — شیخ عبدالکریم

شیخ دوست محمد — شیخ عبدالکریم

شیخ محمد سلیم — شیخ مصطفےٰ ×

شیخ علی، شیخ کریم الدین، شیخ محمد ×

شیخ عظمت اللہ، شیخ ارزانی، شیخ عثمان

شیخ عبدالسلام، شیخ صلاح الدین، شیخ شمس الدین، شیخ رکن الدین، شیخ تاج الدین، سلطان السالکین حضرت شاہ قطب الدین ملتانی

شیخ عبدالخالق — شیخ برلاس — شیخ الیاس — شیخ قطب الدین — شیخ بدرالدین — شیخ شرف الدین — شیخ ضیاء الحق — شیخ عبدالحق — شیخ سلطان محمود — شیخ ضیاء الدین — شیخ انورالدین — شیخ داؤد — شیخ یحییٰ — شیخ محمد ابراہیم — شیخ محمود شاہ — شیخ پیر واجد شاہ — شیخ کافور شاہ — شیخ انار اللہ شاہ — شیخ بھاون شاہ — شیخ راجی الدین — شیخ محمد دریا

شیخ احمد — شیخ شعیب — شیخ جمال الدین — شیخ نجیب الدین — شیخ اسمٰعیل — شیخ محمد اکرم — شیخ عبدالمجید — شیخ عبدالجبار — شیخ محمود — شیخ حبیب — شیخ احمد — شیخ عبدالعزیز — شیخ کرم علی — شیخ موسیٰ — شیخ نادر شاہ — شیخ محمد سعید — مولوی جمال محمد قاضی — مولوی کمال محمد

تذکرہ اولادِ شیخ قطبُ الّدین رحمتہ اللہ علیہ

شیخ قطبُ الّدین بن شیخ شہاب الدین انور کے دو صاحبزادے تھے۔ مولانا جمعون اور شیخ عطاء اللہ۔ شیخ جمعون کی اولاد میں مفتی غلام سرور لاہوری ایک مؤرخ اور مصنّف ہوگذرے ہیں۔ انہوں نے اپنے اکابر کے بارے میں کچھ کچھ لکھا ہے۔ وہی ہدیہ ناظرین ہے۔

شیخ جمعون کے صاحبزادے شیخ مخدوم تھے جو عوام میں "میاں کلاں" کے نام سے مشہور تھے یہ اپنے دور کے بڑے عالم اور فاضل انسان تھے۔ شاہ دہلی کے ایماء پر انہوں نے ملتان سے لاہور میں نقل مکانی فرمائی۔ اور یہاں درس تدریس اور افتاء کی مسند کو رونق بخشی۔ آپ سہروردی مسلک رکھتے تھے۔ آپ نے محلہ علاول خان میں زمین خرید کر اپنے اور اپنی اولاد کے لیئے کوٹلی[۱] مفتیان کے نام سے مکانات تعمیر کرائے۔ ان کے بعد شیخ کمال الدینؒ ازاں بعد شیخ عنایت اللہؒ اور پھر شیخ الاسلام مولانا عبد السّلام میاں کلاںؒ کی مسند کی زینت رہے۔[۲] درس اور افتا بدستور ان کا محبوب مشغلہ رہا۔

حضرت شاہ رحمت اللہ قریشیؒ

یوں تو اس سلسلہ کے تمام بزرگ نورٌ علیٰ نور تھے۔ لیکن ان میں شاہ رحمت اللہ علم وفضل اور فقر و ولایت میں خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ عالمگیر دور کے بہت بڑے درویش اور فخر روزگار علماء میں سے تھے۔ علم و عرفان کی وہ شمع جو آپ کے اکابر کے وقت سے روشن چلی آتی تھی۔ آپ نے اسے نہ صرف ضوفشاں رکھا۔ بلکہ لاہور میں احیائے دین اور ترویج روحانیت کا بھی

---

[۱] یہ محلہ اب بھی لاہور میں اسی نام سے موجود ہے اور چند قریشی خاندان اس میں بدستور آباد چلے آتے ہیں۔
[۲] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم صفحہ ۳۷۰۔

گراں قدر کام کیا۔ آپ کی عوام میں قبولیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا۔ تو شاہی مسجد کے معماروں نے ـــــ چوری چھپے راتوں رات اینٹیں جمع کر کے آپ کے مزار پُر انوار پر مقبرہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ ساری رات کام ہوتا رہا۔ ابھی صبح ہونے میں کچھ دیر تھی کہ معمار اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ کو علم نہ ہو جائے۔ کام چھوڑ کر چپکے بھاگ گئے۔ گنبد کا کچھ حصہ تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ لوگوں نے دن کو جب یہ عمارت بنی دیکھی۔ تو یہ چرچے ہونے لگے کہ اس مقبرہ کو فرشتوں نے تعمیر کیا ہے [1]

آپ کا یہ مقبرہ مولوی رجب علی خاں کے باغیچے کے مشرق میں واقع ہے۔ جہاں حضرت سیّد محمود بھاکری کا مقبرہ ہے۔ عوام میں اب تک آپ کی خانقاہ فرشتوں کی خانقاہ مشہور ہے۔ آپ کے مزار کی اینٹیں لوگ تبرکاً لے جاتے ہیں۔ اور جب ان کی مُراد پوری ہو جاتی ہے۔ تو اینٹ کے وزن کے برابر قند سیاہ تول کر مزار پر چڑھاتے اور اینٹ بھی یہیں رکھ جاتے ہیں۔ آپ کا عرس ۱۷ صفر کو ہوتا ہے۔

حضرت مفتی شاہ رحیم اللہ قریشی رح

آپ حضرت مفتی رحمت اللہ علیہ الرحمتہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے مزاج میں عاجزی، مسکینی، اور سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ نے دُنیاوی شان و شوکت اور ظاہری رکھ رکھاؤ کا کبھی خیال نہ کیا۔ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کام کرتے اور اس سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ اور جو پس انداز ہوتا۔ وہ خدا کی راہ میں درویشوں کو دے دیتے۔ آپ کے حقیقی بھائی حافظ محمد صاحب بڑے امیر آدمی تھے۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ آپ محنت مزدوری نہ کریں۔ لیکن آپ نہ مانتے اور فرمایا۔ "بھائی! تمہاری دولت

---

[1] "اولیائے لاہور"

تمہیں مبارک ہو۔ ہم تو محنت مزدوری سے روزی پیدا کرتے رہیں گے۔ کیونکہ پیغمبروں کا یہی طریق رہا ہے۔ اس میں عار کی کونسی بات ہے۔

بوڑھاپے میں جب آپ کے اعضاء کمزور ہو گئے۔ اور محنت مزدوری کی آپ میں سکت نہ رہی۔ تو آپ نے مسجد کوٹلی مفتیاں میں جسے آپ کے جدِّ اعلیٰ حضرت مفتی کمال الدین مرحوم نے تعمیر کرایا تھا۔ درس دینا شروع کیا۔ آپ سہروردیہ سلسلہ کے مطابق لوگوں کی تربیت فرماتے تھے۔ آپ کی بقیہ زندگی اسی شغل عزیزہ میں صرف ہوئی۔ اور ۱۲۳۵ھ میں آپ نے اعلیٰ علیین کو انتقال[1] فرمایا۔

حضرت خواجہ ایوب قریشی لاہوریؒ

حضرت خواجہ ایوب قریشی مولانا محمد تقیؒ کے داماد اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد تقی لاہوریؒ کے مرید اور شاگرد تھے۔ آپ نے سہروردیہ اور قادریہ دونوں سلسلوں سے نعمت حاصل کی تھی۔ آپ کے لیل و نہار درس تدریس اور ترویج روحانیت میں بسر ہوتے تھے۔ خاص کر مثنوی شریف سے تو آپ کو عشق تھا۔ جھوم جھوم کر پڑھتے اور حاضرین کو کیف سرمدی سے مست و مدہوش بنا دیتے تھے۔ مرشد رومی سے حضرت کو جو باطنی تعلق تھا۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ایک شخص جو آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ آپ کے حقائق و دقائق کو سمجھ نہ سکا۔ کافی دیر تک جھگڑتا رہا۔ انجام کار بے دل ہو کر گھر کو چلا گیا۔ رات کو اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی تشریف لے آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ:-

---

[1] "خزینۃ الاصفیاء" — "اولیائے لاہور"

"خواجہ ایوب اویسی از من است واز روح من فیض کامل بوے۔ سیدہ و معانی بیت مذکور ہر چہ اوے فرماید صحیح و بجاست۔"

"یعنی خواجہ ایوبؒ مجھ سے باطنی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ اور انہوں نے مذکورہ شعر کے جو معنی کیئے ہیں۔ وہ صحیح اور بجا ہیں!"

اس پر وہ شخص صبح کو خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور اپنی گستاخی پر ندامت کا اظہار کر کے معافی کا طالب ہوا اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔

حضرت خواجہ ایوبؒ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ شروع احوال میں جب مجھے مثنوی شریف کی شرح لکھنے کا اشتیاق غالب ہوا۔ تو اپنی کم علمی اور بے مائیگی کے سبب اپنے اندر یہ مہم سر کرنے کی ہمّت نہیں پاتا تھا۔ اسی خیال میں تھا۔ کہ ایک دِن اجازت حاصل کرنے کی غرض سے مثنوی شریف کو اُٹھا کر فال نکالی۔ تو ان اشعار پر نظر پڑی۔ ؎

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا　　وے سفال روح سلطانِ ہدے
مثنوی را شرح و مشروح دِہ　　صُورتِ امثال او را روح دِہ

اس مبارک فال سے بندہ نے کمر ہمّت چُست کی۔ اور اس کی شرح لکھنا شروع کی۔ جو ۱۱۲۰ھ میں مکمل ہوئی۔ تاریخ اختتام کا جو قطعہ خواجہ ایوب صاحبؒ نے موزوں فرمایا تھا۔ وہ درج ذیل ہے۔ ؎

یافت شرح مثنوی مولوی　　خلعتِ اتمام از لطفِ خدا
گفت تاریخش بگوشِ دل خرد　　طرفہ شرح مثنوی جانفزا

۱۱۲۰ھ

خواجہ ایوب علیہ الرحمتہ نے ۲۱ر جمادی الثانی ۱۱۵۰ھ کو عالم فانی سے عالم باقی کو انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار پُرانوار گورستان بی بی حاج دتاج میں واقع ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

میر محمد علی مرحوم آپ کے شاگرد رشید اور مرید صدیق تھے۔ انھوں نے آپ کی وفات پر جو قطعہ موزوں کیا تھا۔ وہ درجِ ذیل ہے۔

زدردِ انتقال شیخ ایوب — کہ گشتہ رُوح او از وصل شاد
زتنہا اہل عالم را جگر سوخت — فلک ہم آہ وزاری کرد بنیاد
چو رفت آں شارح لفظ ہمہ اوست — چو رفت آں نکتہ فہم و معنی ایجاد

بجستم سالِ وصلش از خرد گفت
موحد جانِ بتوحید خدا داد
۱۱۵۰ھ

مفتی غلام سرور لاہوری رح

مفتی صاحب لاہور کے مشہور مصنّف اور صوفیاء کے تذکرہ نویس ہیں۔ آپ مفتی غلام محمد صاحب قریشی کے صاحبزادے اور حضرت مفتی رحیم اللہ صاحب کے پوتے تھے۔ آپ نے تمام سلاسل کے صوفیاء کے حالات اپنی مشہور تصنیف "خزینتہ الاصفیاء" میں جمع کیے ہیں۔ اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر بزرگ کی تاریخ وفات پر آپ نے قطعہ بھی موزوں کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد قطب مدوّن کی تھیں۔ جن میں حدیقتہ الاولیاء اور گنجینہ سروری المعروف گنج تاریخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مفتی صاحب اپنے آباء کرام کی سچی تصویر تھے۔ انھوں نے بزرگوں کی امانتوں کو سینے سے چمٹائے رکھا۔ ان کا مسلک ان کی درویشانہ تعلیمات، علم و عمل سب آپ کے پیشِ نظر رہا اور اس پر ممکن حد تک عمل کرنے

کی کوشش کی۔ آپ کے اکثر اعزہ و اقارب نے لاہور کی تنگ گلیوں کو خیر باد کہہ کر باہر کھلی جگہ پر مکانات بنوا لیئے۔ مگر مفتی صاحب آباء کرام کے نشیمنوں میں پڑے رہے۔ چنانچہ اس پر فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ایں عاصی با برادر خود و عم بزرگوار مفتی غلام رسول و مفتی
غلام محی الدین برادر عم زاد در آں محلہ سکونت دارد۔" ؎۱

تذکرہ اولادِ شیخ عطاء اللہ بن شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عطاء اللہ علیہ الرحمتہ کی اولاد کا مفصل شجرہ دیا جا چکا ہے آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ خواجن شاہ لاولد فوت ہوئے۔ شیخ ابوالبرکات کی اولاد کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ شیخ نعمت اللہ کی اولاد میں شیخ جمال الدین غازی المعروف شیخ جمعون شہید کا نام ان کی بے پناہ کرامات اور تبلیغی کارناموں کے سبب کشمیر میں زیادہ مشہور رہے۔ آپ کا مزار پُرانوار علاقہ سدھن میں زیارت گہ خاص و عوام ہے۔ لفظ غازی کا انتساب ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے فی سبیل اللہ غزا کیا ہے۔ اور پھر شہادت کی خلعت حاصل کی۔ کب غزا کیا اور کہاں شہید ہوئے۔ اس بارے میں تاریخ قطعاً خاموش ہے۔

سرکلر وزارت تعلیم گورنمنٹ پنجاب

لاہور ۲۵ جولائی ۱۹۷۸ء نمبر ایس او دسی ڈی ۱/۳-۵/۷ بخدمت ڈائریکٹر آف ٹیکنیکل ایجوکیشن پنجاب لاہور ڈائریکٹر آف ایجوکیشن لاہور۔ ملتان۔ بہاول پور۔ سرگودھا۔ راولپنڈی۔ دیوان فرید مترجم و مشرح تمام کالجوں اور سکولوں کے لیئے منظور کیا جاتا ہے۔

سیکشن آفیسر (دسی ڈی)
برائے سیکرٹری وزارت تعلیم۔ پنجاب

؎۱:۔ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم صفحہ نمبر ۳۷۰ - ۳۷۱

تذکرہ خاندانِ قریش جلال پور پیر والا

حضرت شیخ شہاب الدین علیہ الرحمتہ کی اولاد میں سے ایک اور خاندان صدیوں سے جلال پور پیر والا ضلع ملتان میں آباد ہے۔ اس کا شجرہ درج ذیل ہے:-

شیخ موسیٰ علیہ الرحمتہ بن شیخ کرم علی بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ احمد بخش بن شیخ حبیب بن شیخ محمود بن شیخ عبدالجبار بن شیخ عبدالمجید بن شیخ محمد اکرم بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ نجیب الدین بن شیخ جمال الدین بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ شہاب الدین بن شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت ابو محمد بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہ

شیخ فخر الدین — شیخ نادر شاہ — شیخ پیر شاہ لاولد — شیخ نظام الدین

شیخ نادر شاہ: شیخ محمد سعید

شیخ نظام الدین: شیخ نعیم الدین لاولد

شیخ محمد سعید: مولانا قاضی جمال محمدؒ

مولانا قاضی جمال محمدؒ: مولانا قاضی غلام محمدؒ — مولانا صلاح محمدؒ — مولانا قاضی کمال محمدؒ

مولانا قاضی کمال محمدؒ: مولانا صلاح محمد — مولانا غلام محمد صاحب — مولانا قاضی جمال محمد

مولانا غلام محمد صاحب: مولانا قاضی غوث محمد صاحب — مولانا اللہ بخش صاحب المعروف مولانا اللہ ڈتہ

مولانا قاضی غوث محمد صاحب: مولوی فاضل محمد صاحب — حضرت العلامہ مولانا قاضی عاقل محمد صاحبؒ — مولوی حامل محمد صاحب — مولوی بشیر احمد صاحب — مولوی جمال محمد صاحب

مولوی فاضل محمد صاحب: مولوی سراج الدین؛ مولوی سراج الدین: میاں محمود الحسن

مولوی حامل محمد صاحب: مولوی محمد حسین — مولوی محمد کامل

مولوی بشیر احمد صاحب: قاضی محمد انور — محمد اقبال

مولوی جمال محمد صاحب: میاں محمد منیر

قاضی محمد غوث ایم اے — محمد اکبر — محمد اصغر — محمد اکمل — محمد اختر — محمد حامل

حضرت العلامہ مولانا قاضی عاقل محمد صاحبؒ: مولانا قاضی محمد احسن صاحب — مولوی محمد اکرم صاحب — مولوی محمد افضل صاحب — مولوی محمد اشرف صاحب

مولانا قاضی محمد احسن صاحب: قاضی اللہ بخش صاحب

مولوی محمد اکرم صاحب: مولوی محمد اجمل صاحب

صادق محمد — محمد اکرم — محمد عاقل — محمد فاضل

محمد شبیر احمد — قاضی حسین احمد — محمد جمیل — محمد خلیل — محمد سلیم — محمد شمیم۔

تذکرہ مولانا قاضی جمال محمدؒ

اس خاندان عالیشان میں سے صرف مولانا قاضی جمال محمد صاحب کا ذکر لطائف سیریہ میں ملتا ہے۔ قاضی صاحب کے والد ماجد شیخ محمد سعید کے نام سے ایک موضع ابو سعید جلال پور کے مضافات میں اب تک موجود ہے اور اسی نام سے مشہور ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ صاحب بھی اپنے دور کی عظیم شخصیت تھے۔ کہ انہیں حکومت کی طرف سے اتنی بڑی اراضی معافی کی صورت میں عطا ہوئی۔

قاضی جمال محمد صاحب ریاست بہاول پور کے قاضی تھے اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ اوائل حال میں ان کی طبیعت میں احتساب کا مادہ قدرے زیادہ تھا۔ ایک دفعہ انہیں حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی کے اعزاز میں محفل سماع منعقد ہونے کی اطلاع ملی۔ آپ امر بالمعروف کی نیت سے روانہ ہوئے۔ اور چند آدمی بھی ہمراہ لے لیئے۔ لیکن راستے میں خیال آیا۔ بزرگ آدمی ہیں۔ انہیں چھیڑنا مناسب نہیں۔ کسی ایسے وقت میں جبکہ آپ کے پاس اور کوئی نہیں ہو گا یہ فرض ادا کرنا مناسب ہو گا۔ اس لیئے واپس لوٹ آئے۔

گھر پہنچتے ہی کسی ایسی غیر مرئی طاقت نے حضرت کی طرف کھینچنا شروع کیا۔ کہ آپ افتاں و خیزاں حضرت کی طرف دوڑے۔ اور جس وقت دروازے پر پہنچے بے تحاشا ایسی فریاد نکالی۔ کہ حاضرین مجلس کانپ اٹھے۔ اور عرض کی۔ کوئی سرکاری آدمی آیا ہے۔ گانے بجانے کا سامان توڑ دے گا۔ حضور نے فرمایا۔ آنے دو۔ اور دروازہ کھول دو۔ امید ہے کہ وہ آرام میں آجائے گا۔ دروازہ کیا کھلا۔ مولانا پر فتوح کے دروازے کھل گئے۔ دل کی کائنات میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ سوزِ عشق نے بے محابا تڑپانا شروع کیا۔ ہاؤ ہو سے مجلس کو سر پر اٹھا لیا۔ ایک وارفتگی طاری ہو گئی۔ کپڑے پھاڑتا، کانپتا اور رقص کرتا تھا اور لذتِ ذوق سے نعرہ لگاتا۔ ھَل مِن مَزِید،

حضرت نے اس وقت کمال شفقت سے نظر فرمائی۔ بالکل وہی توجہ جس کی بابت عارف رومیؒ نے فرمایا ہے کہ ع

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اور مولانا جمال الٰہی کا منظر بن گئے۔ [1]

سچّوں کی برکت

آپ وہی محتسب جو کسی وقت آلات موسیقی پھاڑنے جا رہا تھا ہر وقت محفل سماع میں دکھائی دیتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کے فیضِ نظر نے آپ کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا اور دوسرے کی لوحِ دل کو آسانی سے پڑھ لیتے تھے۔ ایک دفعہ محفلِ سماع میں ایک شخص پر وجد طاری ہوا۔ مولانا نے کشف سے معلوم کر لیا کہ یہ شخص اصلی حالت میں نہیں ہے۔ اتفاق سے حضرت سلطان التارکین نے بھی آپ کے دل کو نورِ باطن سے پڑھ لیا۔ فرمایا۔ مولانا! تمہارا خیال صحیح ہے۔ مگر سچّوں کی برکت سے جھوٹے بھی سچے بن جاتے ہیں۔

حضرت کا یہ فرمانا تھا۔ کہ اس شخص کا کام بن گیا۔ اور اس پر اصلی حالت طاری ہو گئی [2]

دردِ گردہ دُور ہو گیا

قاضی جیون سلطان واعلی علیہ الرحمتہ نے مولانا محمد جمال علیہ الرحمتہ کی زبانی یہ واقعہ سن کر اپنی تصنیف "لطائف سیریہ" میں لکھا ہے کہ مولانا فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے حضور میاں صاحب قدس سرّہٗ کی حضوری میں گردے کا ایسا شدید دورہ پڑا کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ حضرت قبلہ عالم کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے کھانے کا وقت یاد فرمایا اور ارشاد کیا کہ آؤ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا

---

[1]:۔ لطائف سیریہ اردو ص ۷۷ ۔ ۷۸

[2]:۔ " " " ۱۰۰

کھاؤ۔ محض اتنی عنایت سے اللہ تعالیٰ نے گردے کا درد دُور کردیا۔ اور بڑی مدت تک اس مرض کا دورہ نہ پڑا۔

لیکن ایک روز یہ فقیر چند سواروں کے ہمراہ سوار ہوکر جارہا تھا کہ اچانک اس مرض کا پھر دورہ پڑا۔ اور یہ عاجز گھوڑے سے اُتر کر زمین پر سو رہا۔ اور بے اختیار رونے لگا۔ اور دل میں کہا۔ کہ وہ وقت کہاں سے لاؤں۔ جب کہ حضرت قبلہ عالم نے کمال شفقت سے اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور مرض دُور ہوگیا تھا۔

اسی اثناء میں مجھے نیند آگئی۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم اس عاجز کے سر پر کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ جمال محمدؒ تم نے ہمیں دُور اور جدا خیال کیا۔

میں فرطِ مسرت سے لپک کر اٹھا کہ حضرت کے قدموں کو بوسہ دوں مگر دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم آہستہ آہستہ جوار کے کھیت سے گذر رہے ہیں۔ اور جوار خود بخود حضرت کے لیئے راستہ دیتی جارہی ہے۔ میں نے اپنے ہمراہیوں کو آواز دی کہ دیکھیئے حضرت قبلہ عالم جارہے ہیں۔ اس زیارت فیض بشارت سے درد کا احساس جاتا رہا۔ اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور گھوڑی پر سوار ہوکر آگے روانہ ہُوا۔ [1]

دیوان محمد غوث صاحب بخاری سجادہ نشین جلال پور شریف حضرت قبلہ عالم صاحب السیرؒ سے گہری ارادت رکھتے تھے۔ لطائف سیریہ میں ایک دو مرتبہ مولانا جمال محمدؒ اور دیوان صاحب کا یکجا ذکر آیا ہے۔ ایک دفعہ جب کہ دیوان محمد غوث اور مولوی جلال الدین صاحب اور دیگر معتقدین نے مل کر حضرت سے سلسلہ تحریر کرنے کی درخواست کی تو اس اجتماع میں مولانا جمال محمد صاحب بھی شریک تھے۔ جب سب نے متفقہ طور پر یہ استدعا کی تو حضرت قبلہ عالم نے مولوی جمال محمد صاحب

[1] لطائف سیریہ اردو ص ۱۴۲ - ۱۴۳

[2]۔ دیوان محمد غوث صاحب کا تخلص خوشدل تھا آپ حضرت السیرؒ کے مرید تھے اور انکی محبت میں بہت سی رباعیات موزوں فرمائی تھیں جو سرائیکی زبان میں ہیں۔

کو فرمایا۔ کہ تحریر کریں۔ چنانچہ آپ نے حاضرین کی تعداد کے مطابق سلسلہ شریف تحریر کیا۔ حضرت نے ملاحظہ فرما کر تقسیم کرنے کا حکم دیا[1] ایک اور اجتماع میں بھی حضرت مولانا جمال محمد صاحب نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اس مجلس میں مسئلہ "ہمہ اوست" اور "ہمہ از دوست" پر بحث ہو رہی تھی۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اس فقیر کا مذہب "ہمہ از دوست" ہے۔ اس پر تمام حاضرین خاموش ہو گئے۔[2]

اس خاندان کے گل سرسبد جناب قاضی اللہ بخش صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جلال پور کی شاہی جامع مسجد شاہ جہاں بادشاہ کے عہد کی تعمیر شدہ ہے۔ اور مغل فن تعمیر کا نمونہ ہے۔ اور اس میں ساڑھے تین سو سال سے میرے آباء کرام متولی اور خطیب چلے آتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں کہ ہمارے پاس شاہان مغلیہ، نواب مظفر خان، نواب ممتاز خان، نواب محمد سرفراز خان جنگ بہادر، دیوان ساون مل دیوان مولراج۔ نواب محمد بہاول خان کے فرامین موجود ہیں۔ جن کی رو سے میرے بزرگان کو وظائف ملتے رہے ہیں۔ بخاری سادات کی اُستادی کا شرف بھی اس گھرانے کو نصیب ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عالم پیر بخاری علیہ الرحمتہ (شہر سلطان) کی سوانح حیات میں اس امر کی تفصیل موجود ہے۔ خاندان اویسیہ (سمہ سٹہ) خانقاہ اویسیہ، خانقاہ حضرت عبدالخالق علیہ الرحمتہ (بخش خان) کے بزرگان اور سجادگان نے بھی اس گھرانے کی شاگردی اختیار کی ہے۔

مولانا قاضی غوث بخش علیہ الرحمتہ جلیل القدر عالم، حکیم، منجم، جفار۔ رمال۔ ہمہ یا کیمیا بلکہ البحار العلوم تھے۔ ان کی ہر علم میں غیر مطبوعہ تصنیفات موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ ان بزرگوں کے سنین وفات معلوم نہیں ہو سکے۔

حضرت علامہ قاضی عاقل محمدؒ

الحاج حضرت علامہ قاضی عاقل محمد صاحب مولانا غوث بخش صاحب کے جلیل القدر صاحبزادے تھے۔

---

[1] لطائف سبریہ ص ۱۴۰ - [2] لطائف سبریہ اردو ص ۹۳

آپ نے ۱۳۰۱ھ میں مکہ معظمہ سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ اس پر شیخ ایوب دحلان مفتی حجاز کے دستخط ثبت ہیں۔ ازاں بعد سات سال تک آپ نے حرم مدینہ منورہ میں حدیث کا درس دیا۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مرید اور خلیفۂ مجاز تھے۔ ارضِ پاک میں رہ کر کئی حج کیے اور سات سال کے لیل و نہار میں پنجگانہ نماز میں سرکار دو عالمؐ کے حضور میں ادا کیں اور ظاہری و باطنی فیوضات و برکات سے مالا مال ہو کر اپنے آبائی وطن جلال پور تشریف لائے۔ اور بقیہ ساری زندگی شاہی جامع مسجد کی خطابت اور فتویٰ نویسی میں بسر کر دی۔

آپ حزب البحر کے عامل تھے۔ بڑے بڑے علماء اور صوفیاء کرام آپ سے اس عمل کی اجازت لینے کے لیئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کا کتب خانہ دور دور تک مشہور تھا۔ آپ کا ہمہ وقت کتب کے مطالعہ اور تدوین کتب میں گذرتا تھا۔ تقریباً علم دین کے ہر موضوع پر آپ کی تصنیفات موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ اولاد کرام کی بے توجہی کے سبب زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔ آپ کے کتب خانہ میں تفسیر، قرأت، حدیث، فقہ، سیاست، منطق معقول، حکمت، تاریخ و سیر کے موضوعات مطبوعہ وغیر مطبوعہ کا انبار پڑا ہے۔ جس کی فہرست بھی مرتب نہیں ہو سکی۔ ان علمی نوادرات میں قلمی مصحف بخط کوفی بھی موجود ہیں۔ جن کی مثال صرف جامعہ ازہر مصر ہی مل سکتی ہے۔

حضرت مولانا باوجود اتنے بڑے مفتی اور علامہ دوراں ہونے کے عہد حاضر کے مناظرین کی طرح نہیں تھے۔ ان کے معاصرین میں حضرت شمس العارفین حضرت حافظ شیخ محمد صاحب علیہ الرحمتہ بھی تھے۔ چند فروعی اختلافات دونوں بزرگوں میں موجود تھے۔ مگر انہوں نے انہیں کبھی وجہ نزاع نہیں بننے دیا تھا۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اور ادب سے نام لیتے تھے۔

خاکسار مصنّف کو صغر سنی میں حضرت قاضی صاحب کا شرفِ نیاز حاصل کرنے کا موقع مِلا تھا۔ حضرت والد بزرگوار احقر کو جلال پور لے گئے۔ اور شہر کے باقی مقامات دِکھانے کے بعد شاہی مسجد میں بھی لے آئے۔ حضرت کا حجرہ صحنِ مسجد کے شمال مشرقی کونے میں تھا۔ فرمایا۔ آؤ بیٹا! تمہیں بہت بڑے عالم کی زیارت کرائیں۔ حجرے میں داخل ہو کر پہلے خود ملے۔ پھر مجھے پیش کیا۔ اور میرے لیئے دُعا کی درخواست کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علاّمہ نے احقر کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ اور زیرِ لب کوئی دُعا بھی پڑھی تھی۔

آپ پر ضعیفی چھا چکی تھی۔ چاروں طرف کھلی الماریوں میں حجرے کی چھت تک کتابیں دھری تھیں۔ اور خود کتابوں کے انبار میں سر جھکائے کچھ لکھ رہے تھے۔ یہ احقر کی پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ ۱۹ جون ۱۹۳۳ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۵۲ھ بروز سوموار علم وعرفان کا یہ نیّرِ اعظم کم و بیش سنوسال جلال پور پیر والا کی سرزمین کو منوّر کرنے کے بعد کتم عدم میں غروب ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا محمد احسن صاحب

علاّمہ مرحوم کے چار صاحبزادے تھے۔ قاضی محمد اشرف سب سے چھوٹے تھے۔ بڑے ذہین اور طباع شخص تھے۔ ہائی سکول جلال پور پیر والا میں مدرس تھے۔ لاولد فوت ہوئے۔ مولانا محمد احسن آپ کے بڑے صاحبزادے اور صاحبِ سجّادہ تھے۔ والد مرحوم کے بعد سے شاہی مسجد کے خطیب اور متولی چلے آتے تھے۔ علم و عمل کے لحاظ سے آباء کرام کی زندہ تصویر تھے۔ کارو بارِ عالم سے یکسر آزاد، گوشۂ عافیت میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے۔ اور صدائے ارجعی کے منتظر ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء مطابق ۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ آپ کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ علماء اور فضلاء کا یہ خاندان اپنی طبعی عمر ختم کر چکا ہے۔

مولانا محمد احسن اس خاندان کے آخری عالم تھے۔ وہ عظیم خاندان جس کے فیض یافتہ علمائے دین اس وقت بھی ہزاروں کی تعداد میں ریاست بہاول پور، ضلع ملتان، ضلع مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخان میں موجود ہیں۔ خود علم کی لازوال نعمت سے محروم ہو چکا ہے اور جس دروازے پر ہزاروں علماء زانوئے تلمذ کرنے کے لیئے حاضر ہوتے تھے۔ اب اس خاندان کے نونہال دوسروں کی شاگردی اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ اور فتویٰ لینے کے لیئے بھی دوسرے مفتیان کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

الغرض مولانا محمد احسن اس خاندان کے علم و جہل کے درمیان ایک دیوار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد اب یہ خاندان علماء کا خاندان نہیں کہلا سکتا۔ ع

ہم کیا مٹے جہاں سے مہر و وفا کا نام مٹا!

حضرت مولانا صرف دو صاحبزادے اپنی یادگار چھوڑ گئے تھے۔ قاضی اللہ بخش اور قاضی محمد اجمل۔ حضرت مولانا نے اپنے صاحبزادوں کی اچھی تربیت کی تھی۔ قاضی اللہ بخش کچھ عرصہ پولیس میں ملازم رہے۔ اب زمینداره کرتے ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے قاضی محمد شبیر بی۔ ایس۔ سی آنرز ہیں اور محکمہ زراعت میں ملازم ہیں۔ دوسرے فرزند ارجمند قاضی حسین احمد محکمہ خوراک میں ملازم ہیں۔ قاضی صاحب کے برادران عالی مقام میں قاضی محمد کامل اور قاضی محمد انور قابل ذکر ہیں۔ قاضی محمد کامل سررشتہ تعلیم سے منسلک رہے ہیں۔ اور دوسرے صاحب ڈسٹرکٹ کونسل ملتان میں بحیثیت قانون گو ملازم رہے اور فرض شناسی و دیانتداری کی اچھی مثال چھوڑ گئے۔ ان کا ایک صاحبزادہ قاضی محمد اقبال محکمہ تعلیم میں ہے مولوی سراج احمد کے نور عین قاضی محمود الحسن انگلینڈ بیرسٹر ایل ایل ایم آف لندن اس وقت ہائی کورٹ لاہور میں پریکٹس کرتے ہیں۔ قاضی محمد اکرم صاحب مارکیٹ کمیٹی جلال پور پیر والا کے سیکرٹری ہیں۔ قاضی محمد اجمل

کی شادی شہر سلطان کے ایک متمول گھرانے میں ہوئی تھی اور مستقل طور پر وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ نے مارچ ۷۹ء میں انتقال کیا اور چار فرزند یادگار کے طور پر چھوڑے۔

محمد جمیل احمد نے بی اے کرنے کے بعد لوکل گورنمنٹ میں اور دوسرے خلیل احمد صاحب واپڈا میں ملازم ہیں۔ لیبر یونین کے مقامی جنرل سیکرٹری بھی ہیں۔ آپ ادنیٰ ملازمین کے مسائل حل کرانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ تیسرے فرزند سلیم احمد صاحب نے بھی گریجویشن کرنے کے بعد واپڈا میں ملازمت کر لی ہے۔ شمیم احمد صاحب زمینداره کاروبار میں خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں نسلی دودھیال جانوروں کے پالنے کا شوق ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۱۶۶)

شیخ ریاض حسین قریشی

آپ شیخ فدا حسین صاحب کے صاحبزادے اور شیخ محمد زکریا صاحب کے برادرِ اصغر ہیں۔ کامیاب وکیل ہیں۔ مظلوموں کی حمایت کرنا اور عدلیہ کو انصاف کرنے میں مدد دینا آپ نے اپنا اصول بنا رکھا ہے۔

ڈاکٹر الطاف حسین قریشی

ڈاکٹر صاحب مایوس العلاج مریضوں کی اُمید گاہ ہیں۔ ان کا ہسپتال کچہری روڈ پر واقع ہے۔ مقررہ اوقات میں یہاں خاصی گہما گہمی رہتی ہے۔ ناچیز مُصنّف کی دعا ہے کہ خداوندِ کریم حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ اولاد کو دین و دنیا کی تمام سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے اور انہیں اپنے آباء کرام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین

تذکرہ شیخ علاءُ الدّین محمّد رحمتہ اللہ علیہ

فرزند ارجمند

شیخ الاسلام بہاءُ الدین زکرّیا ملتانی قدس سرہٗ

شیخ علاء الدّین محمد علیہ الرحمتہ کا نام بعض کتابوں میں شیخ علم الدّین علاّمہ بھی درج ہے۔ بہر حال ان دونوں ناموں سے ایک ہی شخصیّت مُراد ہے۔ حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ کی اولاد امجاد میں سے ایک بڑے عالم طبیب اور فلسفی تھے۔ سلطان غیاث الدین سے بزمانہ صوبیداری ان کی گاڑھی چھنتی تھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ غیاث الدین ہندوستان کا بادشاہ بن چکا ہے۔ تو دہلی روانہ ہو گئے۔ اور ایسے وقت دربار میں پہنچے۔ جب کہ محفرِ سماع منعقد تھا۔ ایک طرف حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء تھے اور دوسری طرف دہلی اور اس کے مضافات کے جاہ طلب علماء۔

دونوں اطراف سے سماع کی اباحت اور حرمت کے دلائل پیش کیے گئے۔ چاشت کے وقت سے زوال آفتاب تک مناظرہ پورے جوبن پر رہا۔ حضرت محبوب الٰہی نے نفس "غنا" کے جواز میں جب احادیث پیش کیں۔ تو حنفی علماء نے کہا کہ آپ مقلد ہیں۔ آپ کو حدیث سے کیا سروکار! اگر ثبوت میں فقہ حنفی کی کوئی روایت ہے تو پیش کریں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ وہ ملک کیونکر آباد رہے گا۔ جس میں لوگوں کی رائے کو احادیث نبوی پر ترجیح دی جاتی ہو۔ حضرت علاؤ الدّین علامہ اگرچہ دہلی میں تازہ تازہ داخل ہوئے تھے لیکن معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر فوراً محفر میں پہنچے۔ اور آپ نے فرمایا کہ: اَلسَّمَاعُ مُبَاحٌ لِاَھْلِہٖ حدیث صحیح ہے، اور حضرت نظام الدّین اور ان کی جماعت بلا شبہ اہلِ سماع میں داخل ہے۔ چونکہ آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا اور سلطان

اُن کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اس نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی موافقت یعنی سماع کی اباحت میں فیصلہ دے دیا۔ اور حضرت محبوب الٰہیؒ کو اعزاز و اکرام کے ساتھ مجلس سے رخصت کیا۔ الغرض حضرت علاء الدین علّامہ کی بروقت مداخلت سے ایک بڑا فتنہ فرو ہو گیا۔

بادشاہ بعارضہ شکم بیمار خواہد شد

ایک دفعہ حضرت علّامہ صاحب ایسے وقت دربار میں پہنچے۔ کہ بادشاہ شکار کے لئے نکل چکا تھا۔ اس نے بڑے تپاک سے ملاقات کی اور کہا کہ میں بہت جلد واپس آ کر آپ کا نیاز حاصل کروں گا۔ ملاقات کے دَوران شیخ کا ہاتھ بادشاہ کی نبض پر پڑا۔ تو انہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ کے پیٹ میں گرانی ہے۔ آپ نے وزیر سے کہہ دیا۔ کہ جب بادشاہ شکار گاہ میں پہنچے گا۔ تو اس کے پیٹ میں درد پڑ جائے گا۔ اس وقت فلاں دوائی شیر شتر کے ساتھ بادشاہ کو کھلا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور بادشاہ شفایاب ہو گیا۔ اس واقعے کا ذکر جب وزیر نے بادشاہ سے کیا تو اس کی عقیدت اور بڑھ گئی۔

دعویٰ سجّادگی

دہلی کے قیام میں شیخ نے بادشاہ سے کہا۔ کہ حضرت شیخ الاسلام زکریّا ملتانیؒ کی سجّادگی میرا حق ہے۔ کیونکہ میں اُن کا فرزند ہوں۔ اور عالم ہوں۔ بادشاہ نے حضرت قطب الاقطاب کو بُلا بھیجا۔ آپ دربار میں تشریف لے آئے۔ اور امر واقع سے مطلع ہو کر آپ نے از خود سجّادگی سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ بادشاہ نے شیخ کو سجّادہ نشین تسلیم کر لیا۔

جب شیخ ملتان پہنچے۔ تو آپ کا اس طرح سجّادہ بن کر آنا حضرت زکریّا ملتانیؒ کے خدّام کو پسند نہ آیا۔ اور شیخ رکن الدین خاتمؒ نے آپ کو ایسی بددعا کی کہ آپ بعارضہ سوزش بیمار ہو کر ساتویں دِن جان بحق ہو گئے۔ اور سجّادگی دوبارہ حضرت قطب الاقطاب علیہ الرحمۃ کی طرف منتقل ہو گئی۔

حضرت شیخ علاء الدین علاّمہ کے صرف ایک ہی صاحبزادہ تھے۔ شیخ جلال الدین محمدؒ۔ ان کی اولاد کا تذکرہ نہیں ملا۔ شجرہ درج ذیل ہے۔

شجرہ نسب اولاد شیخ علاء الدّین علاّمہ علیہ الرحمتہ

شیخ جلال الدّین محمّدؒ
شیخ ابوالخیرؒ
شاہ ابوالقاسمؒ
شاہ خضرؒ

- شاہ ابوالخیر — لاولد
- شیخ موسیٰ
  - شاہ عبداللہ عرف میاں سادھن
    - شیخ محمد
    - شیخ سکھا
      - شاہ معین الدین
        - شاہ ابوالقاسم
          - شیخ دھیرن
            - شیخ سکھا
          - شیخ سادھن
    - ابوبکر
- شاہ ابوالقاسم — لاولد

لہ: تذکرہ حمیدیہ ترجمہ اردو از پیر غلام دستگیر صاحب نامی لاہور

ٹھٹھہ کے سہروردی مشائخ

ٹھٹھہ کے گرد و پیش سہروردی سلسلہ کے مفصلہ ذیل مشائخ کے مقبرے پائے جاتے ہیں۔

۱۔ دریائے سندھ کے دائیں کنارے پرگنہ سال میں حضرت مخدوم اسمٰعیل شہید کا مقبرہ ہے عام لوگ اس مقبرہ کو حضرت شیخ اسمٰعیل شہید ولد الشیخ العارف صدرالدین محمد رضی اللہ عنہٗ سے منسوب کرتے ہیں۔ مگر یہ انتساب صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ شاہ اسمٰعیل شہید سلطان محمد تغلق کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اور ان کی قبر حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمتہ کے قدموں میں واقع ہے۔

۲۔ گاؤں جیلین کے نزدیک ایک پہاڑی پر سہروردی بزرگ محوِ خواب ہیں۔ ان کا نام سید راوھن شاہ بتایا جاتا ہے۔ صحیح نام راجن شاہ ہوگا۔ ان کا مقبرہ سندھ کے بلوچ فرمانروا میر کرم علی خان صاحب تالپور نے تعمیر کرایا تھا۔ مقبرہ کے پاس ایک مسجد بھی ہے۔

۳۔ موکلی پہاڑی پر سید علی عرف شاہ عالی کا مقبرہ ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ تقریباً بیس میل اس پہاڑی کی لمبائی ہے جو جنوب میں پیر بھٹےؒ کے پاس جا کر ختم ہوتی ہے

۴۔ ٹھٹھہ نگر میں محلہ ٹھٹھاران کے مغربی جانب پیر بدرالدین شاہ بن شاہ رکن الدین رحمہم اللہ کا مقبرہ ہے۔

۵۔ تعلقہ "میرپور ساکرد" میں نہر بگھاڑ واہ کے نزدیک پیر سید مٹھن شاہ صاحب کا مقبرہ واقع ہے۔

۶۔ دریائے سندھ کے بائیں کنارے تعلقہ گونی میں ایک بلند پہاڑی پر پیر شاہ عبداللہ عرف پیر ابن شاہ ٹکر والا محوِ خواب ہے۔

ان کے پاس ہی ایک اور مزار پیر راجن شاہ صاحب کا ہے

۷۔ تعلقہ شاہ بندر کے دیہہ منارکی میں شاہ کریم الدین اور شاہ قبول محمدؒ کی درسگاہیں ہیں۔

۸۔ تعلقہ جاتی کے گاؤں رڑھی میں پیر اللہ رکھیا شاہ اور پیر محبت شاہ کے مقابر ہیں۔

۹۔ تعلقہ سجاول کے گاؤں "والی شاہ" میں شاہ نصر بادشاہ کا مزار ہے۔

۱۰۔ تعلقہ میرپور بٹھورہ کے گاؤں میں پیر شادی شاہ صاحب محوِ خواب ہیں۔

ٹھٹھہ میں شروع سے خاندانِ غوثیہ کے افراد آباد تھے۔ جیساکہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ارغون حکومت کے دوران شیخ اسمٰعیل بن مخدوم شہراللہ صاحب سندھ تشریف لائے تھے۔ کہ شاہ حسین ارغون کو ملتان پر حملہ کرنے سے روکیں۔ جب اس مقصد میں انہیں کامیابی نہ ہوئی تو آپ تعلقہ بدین کے گاؤں نوتیار میں آباد ہو گئے۔ اور یہیں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ پرگنہ سال میں نیئں بارن کے کنارے آپ کا مقبرہ موجود ہے۔ شاہ اسمٰعیلؒ کے پانچ فرزند تھے۔ شیخ شہاب الدین محمد۔ شیخ رکن الدین۔ شاہ عبداللہ عرف ابن شاہ ٹکروالا۔ شاہ زکریا۔ شیخ محمد شاہ۔

مشائخ کچھ

مریدوں کی استدعا پر شاہ علی شیر اور شاہ عبدالرحمٰن گیارہویں صدی کی شروعات میں بدین سے ریاست کچھ میں تشریف لے گئے۔ جہاں راجاؤں نے انہیں اراضیات اور گاؤں

لہ۔ تاریخ سندھ جلد سوم صفحہ نمبر ۱۹۷-۱۹۶ مطبوعہ ۱۹۳۹ء از عبدالغنی عبداللہ۔

جاگیر میں نذر کیئے۔ ان میں سے "نیترن" کے پاس "لون آئی" میں بڑی پہاڑی ہے۔ جسے بہاءالدین بھٹ کہتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس پر حضرت شیخ الاسلام بہاءالدین زکریاؒ ملتانی اپنے یاران سمیت کچھ عرصہ معتکف رہے۔ اللہ جلّ جلالہٗ کو اپنے مقبول بندے کتنے عزیز ہیں۔ کہ جس پہاڑ پر انہوں نے قدم رکھا۔ وہ ان کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور جس چشمہ سے انہوں نے پانی پیا۔ وہ بھی آج تک اُن کے نام سے موسوم چلا آتا ہے۔ ؎

نڑاپہ

قصبہ ناڑاپہ یا نڑاپہ تعلقہ نکھتراتہ ملک کچھ میں سے ہے۔ جہاں ملتان کے سہروُردی مشائخ آباد ہیں۔ یہاں سب سے پہلے پیر شہاب الدّین شاہ عرف سلطان شاہ تشریف لے گئے۔ ان کا مقبرہ بھی وہاں واقع ہے۔ آپ کا شجرہ نسب درج ذیل ہے۔

پیر شہاب الدین شاہ عرف سلطان شاہ بن پیر سلیمان شاہ بن پیر میاں علی شیر عرف عالی شاہ (بدین) بن پیر شہاب الدین عرف راجن شاہ بن پیر عبدالرحیم شاہ عرف محمد شریف بن پیر شہاب الدّین (بدین) بن شاہ اسمٰعیل (بدین) بن مخدوم شہر اللہ صاحب سجادہ بارگاہِ غوثیہ حضرت پیر شہاب الدین شاہ عرف سلطان شاہ کے صاحبزادے پیر ملوک شاہ صاحب تھے۔ ان کے فرزند پیر اللہ ورایا شاہ عرف وریل شاہ اور ان کے پیر مصری شاہ اور ان کے پیر فتح شاہ عرف فتحن شاہ، ان

؎ شاہ اسمٰعیلؒ کی اولاد ریاست کچھ میں آباد ہوئی جن میں سے پیر غازی شاہ کا مقبرہ شہر لکھپت کے اندر ہے جس کے نام سے ناکہ غازی شاہ پکارا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پیر حاجی شاہؒ کا مقبرہ قلعہ کے باہر ہے۔ پیر انور شاہ اور پیر منٹھار شاہ کے مقبرے گاؤں واپور میں ہیں شاہ عبدالرشید کا مقبرہ گاؤں "جانا" میں ہے۔ اور پیر ابراہیم شاہ کا مقبرہ قصبہ جکھو میں ہے۔ ان بزرگوں کی اولاد کو کچھ کے راجوں نے بڑی اراضیات دے رکھی تھیں اسناد ابھی تک پیر صاحبان کے پاس ہیں اور گجراتی زبان میں ہیں سلہ ۷ ربیع الاوّل کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

کے پیر خالق ڈنہ شاہ اور ان کے صاحبزادے پیر عالم شاہ صاحب تھے۔

پیر عالم شاہ کے فرزند پیر صاحب خان اور اُن کے پیر محمد شاہ موصوف عرف پیر عالم شاہ ثانی نڑاپہ کے رئیس اور میاں ہ سلطان شاہ کی درگاہ کے صاحب سجادہ ہیں۔

پیر عالم شاہ ثانی کا ایک فرزند پیر محمد شاہ تھا۔ جس کی نسبت برادری میں پیر باوا میاں بن شاہ شہر اللہ عرف باپو میاں جاگیردار گوہر "بدن" کے گھر ہوئی تھی۔ مگر کسی حاسد نے ۱۲ سال کی عمر میں اس گل سرسبد کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

پیر عالی شاہ ثانی کے بعد پیر باقر شاہ سجادہ نشین مقرر ہوئے لیکن یہ بزرگوار ۹ سال کی عمر میں لاولد فوت ہوئے۔ سال وفات ۱۳۱۳ھ ہے۔ آپ کا مقبرہ نڑاپہ شریف میں ہے

نڑاپہ میں پیر سلطان شاہ کے علاوہ پیر ملوک شاہ اور ان کی ہمشیرہ بی بی جاول خاتون کا روضہ ہے۔ بی بی صاحبہ کا روضہ ان کے ارشاد کے مطابق مریدوں نے جاروا این زیئن، کے میمنوں والوں نے بنوایا تھا۔ پیر باقر شاہ کے بعد پیر میاں ربّ ڈنہ شاہ صاحب بن کمال شاہ بن ربّ ڈنہ شاہ کلاں بن خالق ڈنہ شاہ گدی نشین ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ صوبدار شاہ، کمال شاہ غوث محمد شاہ۔ اور شیر محمد صاحب تھے۔ ان کی پیری مریدی کا سلسلہ سندھ، کچھ، بھتر، یالار اور بمبئی تک پھیلا ہوا ہے۔

شجرہ نسب پیر علی شیر عرف شاہ علی درج ذیل ہے:۔

پیر علی شیر عرف شاہ علی

پیر سلیمان شاہ	پیر جمیل شاہ	پیر سنایو شاہ پھوڑ یلر
پیر ہدایت اللہ شاہ		پیر ولی محمد شاہ
پیر نور شاہ		

پیر ولی محمد شاہ کی اولاد:

پیر گل محمد شاہ	پیر الھورایا شاہ عرف پیر من ٹھار شاہ۔

پیر نور شاہ
پیر منٹھار شاہ
پیر محمد شجاع شاہ

شاہ جمیل کا مقبرہ دریائے سندھ کے کنارے گاؤں کڈھن کے نزدیک ہے۔ پیر ملوک شاہ کا مزار پرگنہ واگرڈ کے گاؤں شاہ پور میں ہے۔ ان کی اولاد سے پیر شفیع محمد شاہ بن پیر یار محمد شاہ کشف وکرامات میں مشہور تھے۔ خلیفہ راحیس سومرانی کا قبہ آپ نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ آپ کی وفات ۱۳۴۲ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار پیر سید خان شاہ کے مقبرہ میں ہے۔

شاہ سمالو۔ چوڑیلو آپ کی جب پیدائش ہوئی تھی۔ تو اس وقت آپ کے بازوؤں میں ہیروں کا کنگن پڑا ہوا تھا۔ اس سے آپ چوڑیلو مشہور ہوئے۔

شاہ فتح محمد عرف شاہ عبد الرحمٰن بن پیر شہاب الدین عرف پیر راحن شاہ۔ آپ نے تعلقہ لکھیت میں ایک گاؤں آباد کیا۔ جو گوہر کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کے وقت کے دو چھاہک کھیر سری اور کھیر سرد کے نام سے ایک خشک نالہ میں اب تک موجود ہیں۔ ان کے ساتھ ایک املی کا درخت بھی تھا۔ جس کے نیچے آپ آرام کرتے تھے۔ اسے کھیر ٹو ٹھڑا نامی مو ہانہ نے کٹوا دیا ہے۔ آپ کا مقبرہ اسی گاؤں میں ہے۔ اور اسی مقبرہ میں آپ کا صاحبزادہ پیر راحن شاہ اور پوتا پیر اسد اللہ شاہ بھی محوِ خواب ہیں۔

پیر اسد اللہ شاہ کی چار مستورات تھیں جن سے پانچ فرزند پیدا ہوئے۔ ایک حرم سے شاہ جلال، پنجن شاہ تولد ہوئے۔ یہ بی بی سندھ کے پیروں میں سے تھی۔

دوسری اہلیہ کا نام باندھی تھا۔ اور رجاڑیجہ قوم سے تھی۔ اس سے شاہ فتح محمد پیدا ہوئے۔

تیسری بی بی ملک کچھ کی جت قوم سے تھی۔ اس سے شیخ شکر اللہ تولد ہوئے۔

چوتھی بی بی روہجہ خاندان سے تھی اور اس سے صاحبزادہ شاہ نصیر محمد صاحب تولد ہوئے۔

شاہ جلالؒ توپ بند

کہتے ہیں کہ جب نواب شیر بلند خان پچاس ہزار کے لشکر سے بھوج نگر پر حملہ آور ہوا۔ تو اس وقت قلعہ کی توپوں میں سے مریاں نامی توپ پھٹ گئی تھی۔ اسے جلال نے رسہ سے باندھوا دیا اور توپ چلانے کا حکم دیا۔ توپ کے چلتے ہی وہ رسہ تانبے کا بن گیا اور توپ مضبوط ہو گئی۔ اس دن سے آپ توپ بند کے لقب سے ملقب ہوئے۔

جب نواب شیر بلند خان ناکام واپس لوٹ گیا۔ تو مہارلے سری ڈیسر جی کلاں نے بدین کی اراضی تانبے کی تختی پر کندہ کرا کر نذر کی یہ ۱۷۸۶ء بکرمی کا واقعہ ہے۔ اس کے علاوہ روضہ کے نام دیگر اراضیات اس قدر وقف ہیں کہ شاید کسی نواب کو بھی میسر نہ ہوں گی۔

درگاہ گوہر شریف میں ایک اور مقبرہ شاہ علی محمد صاحب کا ہے جو شاہ نصیر محمد صاحب کی اولاد سے ہیں۔ شاہ نصیر محمد صاحب گوہر کے مکان "طاہر" میں رہتے تھے جہاں آپ کی اولاد آج تک آباد ہے۔

شاہ شکر اللہ کی اولاد میں سے پیر میر ہاشم شاہ عرف ڈاڈا میاں صاحب کا مقبرہ بھی گوہر شریف کے آستان میں واقع ہے۔ ۱۷ ماگھ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ شاہ شکر اللہ گوہر خورد میں رہتے تھے۔ جہاں آپ کے نام کا تالاب آج تک موجود ہے۔

پیر ہاشم شاہ صاحب بڑے بابرکت بزرگ تھے۔ جب تک آپ زندہ رہے۔ گوہر ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہا۔ اگرچہ ملک کے باقی حصوں میں وبا سے کافی جانی نقصان ہوا۔ مگر گوہر میں وبا داخل نہ ہو سکی۔ پیر ہاشم اپنے والد پیر تاج شاہ کے پہلو میں دفن ہیں۔ قطعہ تاریخ وفات درج ذیل ہے ؎ سال ترحیل صابر ابا ادب

گو "بفردوس روضت عابد رب"

۱۳۱۱ھ

شیخ شکر اللہ کی اولاد کا شجرہ ملاحظہ فرمائیں:۔

شیخ شکر اللہؒ

پیر بولا شاہ — پیر عاصل شاہ — پیر واصل شاہ

(پیر بولا شاہ) پیر جمن شاہ — پیر سمن شاہ — پیر ہاشم شاہ

(پیر جمن شاہ) پیر شہر اللہ شاہ

(پیر سمن شاہ) پیر بولا شاہ — پیر سائیں ڈنہ شاہ

(پیر بولا شاہ) پیر تاج شاہ

پیر ہاشم شاہ

عرف ڈاڈا میاں

شاہ جلال اور شاہ فتح محمدؒ دونوں پیر اسد اللہ شاہ کے بڑے فرزند گوہر شریف میں آباد تھے جہاں آپ کی اولاد کے نام سے حویلیاں آج تک موجود ہیں۔ اور ان کے نام سے کوئی نہ کوئی چیز بھی مشہور چلی آتی ہے۔ ان بزرگوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

شاہ جلال توپ بند کی اولاد میں سے پیر راجن شاہ عرف رادھو شاہ۔

شاہ فتح محمد بن اسد اللہ کے فرزند شاہ راب

شاہ جلال کی اولاد سے شاہ عنایت محمد عرف ڈاڈا میاں

نوٹ: پیر عبد الغفور شاہ کو اپنے گاؤں میں گجراتی قدیم دفتر سے ایک کاغذ ہاتھ لگا تھا۔ جو آپ کے جد امجد پیر فتح محمد شاہ صاحب کو وقت کے حاکم رائے ڈیلسرمل نے براہ راست لکھا تھا۔ اس وقت عبد الغفور شاہ کے پاس پانڈی کا ٹھاکر کسی ضروری کام کے لیئے آیا ہوا تھا۔ اس نے یہ خط پڑھ کر پیر صاحبان کی قدیم اور موجودہ حالت پر بڑا تعجب کیا۔ پیر فتح محمد کی تاریخ وفات ۱۲۶۰ھ ہے۔

شاہ جلال ثانی اور شاہ صدرالدین۔ یہ دونوں پیر صاحبان گوہر خورد میں رہتے تھے۔ شاہ صدرالدین کا فرزند شاہ شہر اللہ شجاع عرف پیر باپو میاں کا مقبرہ گاؤں "پسواڑی" تعلقہ انجار میں ہے۔ اور گوہر کلاں میں آپ کا نانا پیر حسین شاہ عرف ڈوسا میاں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ رہتے تھے۔ جس کو رائے کھنگار مل بھج والے کے ولی عہد کی شادی کے موقع پر قدیمی دستور کے بموجب زرین دستار ملی تھی۔ آپ نے بمبئی سے میسور تک سفر کیا تھا۔ آپ کے دو فرزند پیدا ہوئے تھے۔ جو بچپن میں ہی وفات پا گئے۔

پیر راجن شاہ عرف رادھو رائے۔ آپ رائے گوڑ مل بھج والے کے معاصر تھے۔ آپ کے نام سے ایک تالاب گوہر کلاں کے پاس ہے۔ آپ کے فرزند پیر جلال شاہ، پیر قادر ڈنر شاہ نے گاؤں "لہراؤ" کے جاڑیجہ قوم میں شادی کی تھی۔

شاہ پنجن۔ چونکہ آپ پانچ بھائی تھے اور آپ سب سے خورد ترین تھے۔ اس لیے پنجن شاہ مشہور ہوئے۔ خورد سالی میں فوت ہوئے۔

نسب نامہ اولاد پیر شہاب الدین شاہ علیہ الرحمتہ

عرف پیر راجن شاہ بدھنی

شاہ فتح محمد کلاں عرف شاہ عبدالرحمٰن

راجن شاہ

شاہ اسد اللہ

شاہ جلال توپ بند — شاہ فتح محمد — شیخ شکر اللہ — شیخ نصیر محمد — پنجن میاں

پیر شاہ محمد شاہ — پیر راہب شاہ — پیر بولا شاہ — پیر حاصل شاہ — پیر واصل شاہ

پیر راجن شاہ عرف رادھو رائے — پیر لدھو شاہ — پیر جمن شاہ — پیر سمن شاہ — پیر ہاشم شاہ

پیر احمد شاہ — پھل محمد شاہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بقیہ نسب نامہ اولاد پیر شہاب الدین شاہ علیہ الرحمۃ

پیر مرلو شاہ بن پیر احمد شاہ
پیر حسین شاہ عرف
پیر ڈوسا میاں

پیر فتح اللہ شاہ بن پھل محمد شاہ
پیر پھل محمد شاہ
پیر منگ لدھا شاہ[1] عرف فتح محمد شاہ المتوفی ۱۳۳۳ھ — پیر ناحق شاہ

پیر بولا شاہ بن پیر یمن شاہ
پیر تاج شاہ
پیر ہاشم شاہ
عرف ڈاڈا میاں

پھل محمد شاہ — پیر علی کچھی (مصنف روضۃ السادات) — عبداللہ شاہ (ابراہیم شاہ) — عبدالغفور شاہ (لاولد)

مشائخ کچھ ۔ کوڑائی

کوڑائی شہر مڈئی تعلقہ میں ہے ۔ مڈئی ایک بندرگاہ بھی ہے ۔ کوڑائی کے قریب "تلوانا" نامی ایک گاؤں ہے ۔ جس میں غوثیہ خاندان کے ایک بزرگ "پیر رکن شاہ" کا مزار ہے ۔ جس پر باولے کتوں کے کاٹے آتے اور شفایاب ہوتے ہیں ۔ شہر وانجھاں میں ہنگور جیر قوم آباد تھی اور وہ حضرت کے مرید تھے ۔ اس شہر کے ٹیلاٹ جاگیردار جسموجی کی نواسی مراد خاتون مسلمان ہوگئی تھی ۔ کوڑائی اس بی بی کو ننھیال سے ملا تھا ۔

---

[1] پیر منگ لدھا شاہ نے ۱۱ جمادی الاول جمعہ کی شب کو تعلقہ جاتی کے قریب راج ملک میں وفات پائی ۔ اور مقام سید سکریہ میں دفن ہوئے ۔ آپ کے پر دادا میر فتح محمد نے ۱۲۱۶ھ میں انتقال کیا ۔ دونوں باپ بیٹوں کی قبریں ایک ہی چبوترے پر واقع ہیں ؛

مشائخ جھنجوڑہ

پیر شہاب الدین عرف پیر راجن شاہ کے ایک صاحبزادے شاہ نذر محمدؒ اپنے گاؤں کوٹھی شاہ کنارہ گونی نہر تعلقہ بدین سے امر بالمعروف کی غرض سے ریاست جام نگر تشریف لے گئے ریاست کے حاکم جام صاحب نے معقول اراضی نذر کی۔ چنانچہ آپ نے بقیہ عمر اس اراضی میں بمقام جھنجوڑہ بسر کی۔ اور اپنے لیل و نہار تبلیغ و ارشاد کی اشاعت میں صرف کر کے وہیں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ اور آپ کی اولاد نے اس سواد کو وطن بنالیا۔ آپ کے صاحبزادگان میں سے پیر باپو میاں بڑے خدا رسیدہ بزرگ ہو گذرے ہیں۔ ان کی اولاد میں پیر خوب میاں اور پیر باوا میاں علم و عمل اور فضل و کمال میں مخصوص مقام رکھتے ہیں۔ مؤخر الذکر کے صاحبزادے کا نام شاہ احمد میاں ہے۔

شاہ نظر محمدؒ پرگنہ کھارا تعلقہ شاہ بندر کے غوثیہ خاندان "راجنانی" پیروں میں سے تھے۔ جن دنوں آپ گاؤں شاہ کوٹھی میں مقیم تھے۔ پیر مراد شاہ بن احمد شاہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور فرزند نرینہ کے لیے طالب دُعا ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اگر بیٹا ہوا تو اسے حضرت کا مُرید کروں گا۔

آپ کی دُعا سے مُراد شاہ کی مراد بر آئی اور پیر حسین شاہ تولّد ہوئے جسے آپ ڈوسا میاں کہہ کر پکارتے تھے۔ ڈوسا بمعنی بزرگ، بڑا یا بوڑھا چنانچہ آپ اسی نام سے زیادہ مشہور ہُوئے (ملاحظہ ہو شجرہ صفحہ نمبر ۲۰۲)

گوترکی غوثیہ درگاہ

پیر حاجی شیر محمد شاہ (بھاگار والے) کا بیان ہے کہ شاہ ضیاء الدین بن شاہ شہاب الدین عرف پیر

راجن شاہ گوتر ملک گجرات میں تشریف لے گئے تھے۔ اور وہیں تبلیغ اسلام و ترویج نیتت
میں زندگی بسر کرنے کے بعد واصل الی اللہ ہوئے۔ آپ کی خانقاہ اسی علاقے میں ہے او
حکومت کی طرف سے اخراجات کے لیئے زمین وقف ہے۔

پیر ضیاء الدین راجنانی کا نسب نامہ

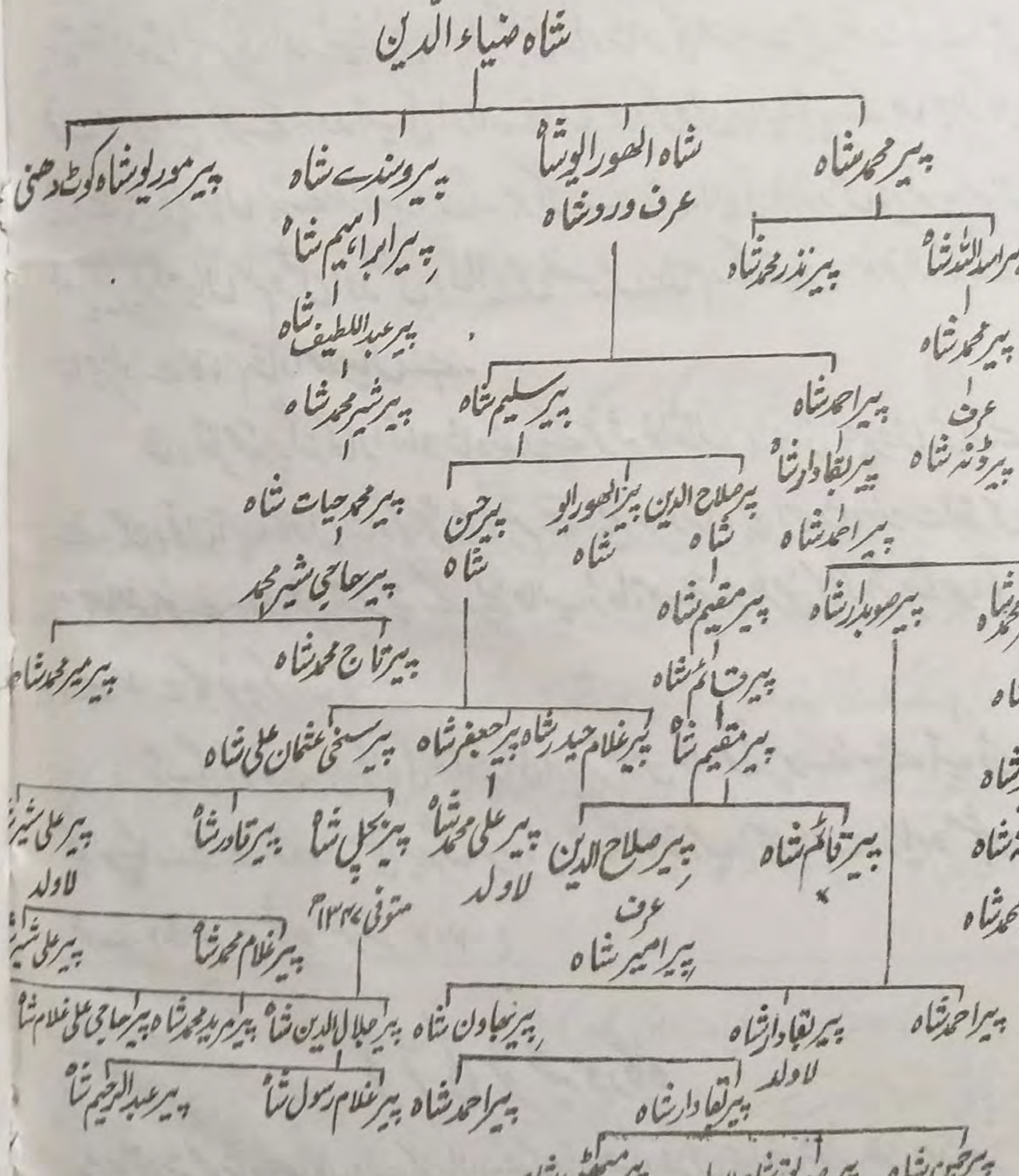

پیر ضیاءالدین کے چار صاحبزادے تھے۔

۱۔ پیر محمدؒ شاہ۔ آپ کا مزار پُرانوار کبیر اشریف ——— مقبرہ فاضل شاہ کلاں میں ہے۔

۲۔ شاہ اللہ ورالیو عرف پیر وردشاہ۔

۳۔ پیر وسندے شاہ۔

۴۔ پیر شاہ موریہ۔ آپ کوٹ دھنی کے مالک تھے۔ آپ کا مزار مقبرہ شاہ علی شیر میں ہے (تفصیل کے لیے صفحہ ۲۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

پیر محمد شاہ کے دو صاحبزادے ہوئے۔

۱۔ پیر اسداللہ شاہ۔ آپ کا مزار حضرت قلندر صاحبؒ کے روضہ کے جنوب مغربی گوشے میں واقع ہے۔

پیر اسد اللہ شاہ کا ایک صاحبزادہ تھا۔ پیر محمدؒ شاہ۔

پیر محمدؒ شاہ کے چار صاحبزادے تھے۔

۱۔ پیر اسد شاہ عرف علی بخش شاہ۔ ۲۔ پیر فاضل شاہ خورد

۳۔ پیر ولایت شاہ ۴۔ پیر نصیر محمدؒ شاہ۔

پیر فاضل شاہ خورد کا الگ مقبرہ ہے۔ آپ نے ۱۲۶۶ھ میں وفات پائی تھی۔

اس مقبرے میں:

پیر صوبدار شاہ بن پیر احمد شاہ
پیر ولایت علی شاہ بن پیر نصیر محمد شاہ
بھی مدفون ہیں۔

پیر ولایت علی شاہ نے ۱۸ رمضان ۱۳۴۶ھ میں رحلت فرمائی۔ اور کوئی یادگار نہ چھوڑی۔ آپ کے زمانے میں شاہ قائم الدین قلندر علیہ الرحمتہ کے روضہ مبارکہ کا متولی اور صاحب سجادہ

مخدوم امام بخش عرف پیر صدیق محمد شاہ صاحب تھے۔ انہوں نے ۱۰ ذی الحج ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۳۷ء میں وفات پائی اور قلندر صاحب کے روضہ میں مغربی طرف آرام فرما ہیں۔ آپ بڑے علمدوست بزرگ تھے۔ اذکار قلندری مصنفہ علی گوہری کے تمام اخراجات آپ نے برداشت کیے تھے۔

پیر بھادن شاہ بن صوبدار شاہ کے نام سے "کھڈی" دیہہ میں گاؤں پیر بھادن شاہ موجود ہے۔ آپ کے نام سے "لکی ثانی" تعلقہ ماتلی کے دیہہ" دلید پری" میں موجود ہے۔ جہاں سے اکثر مریض شفایاب ہوتے ہیں۔

پیر شاہ موریہ علیہ الرحمتہ

پیر موریو شاہ حضرت شاہ ضیاء الدین کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے بارے میں اب تک یہ مثل مشہور چلی آتی ہے

میاں شاہ موریہ تُو نے نانگ بچھو تولیا

کہتے ہیں کہ شاہ موریہ بچھو اور سانپوں کے فریادرس تھے۔ ایک دفعہ کسی سانپ نے آپ سے فریاد کی۔ کہ مجھے فلاں سانپ تنگ کرتا ہے۔ آپ نے اس سانپ کو بلا کر ماجرائے حال پوچھا۔ اس نے عرض کی۔ کہ فریادی سانپ مجھ سے زیادہ موٹا تازہ ہے اور میں اس سے زیادہ دُبلا پتلا ہوں۔ میں اُس کس طرح تنگ کر سکتا ہوں۔ پھر آپ نے دونوں کو ترازو میں تولا۔ تو دُبلا سانپ وزنی نکلا۔ اور موٹا سانپ مظلومیت کے باعث ہلکا نکلا۔ اس پر آپ نے قصوروار سانپ کو سخت سرزنش کی۔

شاہ موریہ کا مزار بدین کے پاس روضہ حضرت علی شیرؒ کے صحن میں واقع ہے۔ آپ کی اولاد کے مقابر ٹنڈو باگو کے پاس قبرستان کوٹ میں ہیں۔ جہاں اُن کے ایک صاحبزادے

پیر خان شاہ کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ پیر یار محمد شاہ بن پیر شفیع محمد شاہ جیلانی نے ۱۳۵۰ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

پیر وسندے شاہؒ

پیر وسندے شاہ بن شاہ ضیاء الدین کا مقبرہ بستی "بھاگار" تعلقہ ڈیپلو ضلع تھرپارکر میں ہے۔ ڈیپلو میں خالص میمن آبادی ہے۔ جو دولت اور حسن میں مشہور ہیں۔ بھاگار میں پیر وسندے شاہ کی اولاد آباد ہے۔ ان میں حاجی شیر محمد شاہ صاحب کامل بزرگ ہو گذرے ہیں۔

پیر ابن شاہؒ

پیر ابن شاہ عرف شاہ عبداللہؒ کے چار فرزند تھے۔ شاہ صلاح الدین، لعل محمد شاہ، شاہ اسمٰعیل، پیر ساجن شاہ عرف وردن شاہ۔ شاہ صلاح الدین کی اولاد تعلقہ جاتی کے گاؤں بہاء الدین پور میں رہتی ہے۔ اور لعل محمد شاہ کی اولاد پرگنہ کھارا کے گاؤں شاہ پور لعل محمد شاہ اور شاہ پور بھیل محمد شاہ میں آباد چلی آتی ہے۔

پیر ساجن شاہ کی اولاد شاہ بندر تعلقہ کے گاؤں پیر کریم ڈنہ شاہ میں رہتی ہے۔

چونکہ حضرت عبداللہ شاہ زیادہ تر پہاڑوں میں رہتے تھے اور آپ کا مزار بھی پہاڑ پر ہے۔ اس لیے ٹکر والا مشہور ہوئے۔ ٹکر پہاڑ کو کہتے ہیں۔

مشائخ گگراله

تعلقہ گگرالہ میں بھی شاہ عبداللہ ملتانی غوث پور کی اولاد آباد ہے اور ان میں پیر راجن شاہ کو خاص مقام حاصل ہے ان کا مقبرہ پیر ابن شاہؒ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی

پر ہے۔ پہلے پیر راجن شاہ رح کے جسدِ اطہر کو دیہہ راجن شاہ میں سپردِ خاک کیا گیا تھا۔ لیکن دریا کی شدید طغیانی کے سبب یہاں منتقل کیا گیا۔ آپ کا نسب نامہ کئی واسطوں سے شاہ خلیل بن مخدوم عماد الدین میں جذب ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو نسب نامہ کلاں درگاہ بائیل شریف۔

لکرالہ کے تمام جام اس خاندان کے مُرید ہیں۔ اور زیادہ تر اپنی بیٹیوں کے رشتے پیر صاحبان کو دیتے ہیں۔ جام قوم کے آدمی اس خاندان کے کس طرح مرید ہوئے۔؟ اس بارے میں عام طور پر مشہور ہے کہ جام گنگاجی کیہر (ببر شیر) سندھ میں لکرالہ کا حاکم تھا۔ ایک دفعہ اپنے لاؤ لشکر کے ہمراہ شکار کو نکلا اور ایسے ریگستان میں جا پہنچا۔ جہاں دُور دُور تک پانی کا نشان تک نہ تھا۔ تمام لوگ پیاس سے نڈھال ہو گئے اور انہیں اپنی موت قریب دکھائی دینے لگی۔ اس عالم میں اچانک ایک سفید ریش بزرگ نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے کوزہ سے تمام لشکر کو سیراب کیا۔

یہ بزرگ لکرالہ کے پیر صاحب تھے۔ اس سے تمام لشکر حضرت کا معتقد ہو گیا۔ ان جاموں میں سے ریاست کچھ کا جام جھکھرو "دیکھری کوٹ) سخاوت اور کرامت میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمتہ نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "سُر بلاول"۔

دیوانِ فریدؒ مترجّم و مشرح کے بارے میں وزارتِ تعلیم پاکستان کے سرکلرات

نمبر ڈی ۴ ۲۵/۷۸ - اے - ای - اے (ای سی) مرکزی وزارت تعلیم پاکستان (کمیوری کولنگ ونگ)

اسلام آباد ۲۷ جولائی ۱۹۷۸ء ۔ بخدمت سیکرٹری صاحبان ۔ ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ آف
پنجاب ، سندھ ، سرحد ، بلوچستان ، آزاد جموں و کشمیر

لاہور کراچی پشاور کوئٹہ مظفر آباد

۲۔ دی جائنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر انسٹی ٹیوشنز ونگ اسلام آباد
دیوان فرید کو تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔

سید شاہجہان شاہ
اسسٹنٹ ایجوکیشنل ایڈوائ